عمران سیریز
پاور پلے
PAKAISHIA

42 A

عمران سیریز نمبر

پاور پلے

مکمل ناول

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

مصنف ---- ظہیر احمد
ناشران ---- محمد ارسلان قریشی
---- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ---- محمد اشرف قریشی
طابع ---- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

محترم قارئین

السلام علیکم!

میرا نیا ناول "پاور پلے" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کی فرمائش پوری کرتے ہوئے میں نے اس بار عمران سیریز میں کرکٹ کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ میں نے تو محض قلم اٹھانے پر اکتفا کیا ہے لیکن آپ کے محبوب کردار علی عمران نے اس ناول میں کرکٹ ٹیم کا سارا بار ہی اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تھا اور وہ عمران جو کرکٹ کے کھیل کو محض وقت کا ضیاع سمجھتا تھا، جب اس پر کرکٹ کے کھیل میں پاکیشیا کے خلاف ایک گھناؤنی اور انتہائی بھیانک سازش کا انکشاف ہوا تو وہ بھی چھلانگ لگا کر کرکٹ کی دنیا میں آ گیا۔

اس ناول میں عمران جب کرکٹ کھیلنے کے لئے میدان میں اترا تو کافرستانی کرکٹ ٹیم جو ہر حال میں کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتی تھی اپنی ہار دیکھتے ہوئے پھر انہیں جیسے کہیں سینگ سمانے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ عمران جیسا انسان کرکٹ کی دنیا میں جب کودا تو اس نے کیا کیا گل کھلائے اور پاکیشیا کے خلاف ہونے والی بھیانک سازش کے تار و پود کیسے بکھیرے یہ تو آپ ناول پڑھ کر ہی جان سکیں گے۔

میری کوشش ہوتی ہے کہ ایسے ناول تحریر کروں جو آپ کے اعلیٰ ذوق کے مطابق ہوں اور آپ کے دل و دماغ میں اپنی جگہ بنا

سکیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ میرا یہ ناول بھی آپ کو پچھلے ناولوں کی طرح بے حد پسند آئے گا۔ آپ مجھے اس ناول کے بارے میں اپنے خطوط یا ادارہ کی ای میلز کے ذریعے ضرور مطلع کریں گے۔

میرے سابقہ ناول 'ٹائم کلز' اور 'ڈینجرس جولیانا' اور 'ایجنٹ لی ہاگ' کے سلسلے میں مجھے آپ کے مسلسل تعریفی خطوط موصول ہو رہے ہیں جنہیں میں وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں اپنے جوابات کے ساتھ پیش کرتا رہوں گا۔ ناول کے مطالعہ سے پہلے آپ اپنے چند خطوط اور ان کے جوابات ملاحظہ کر لیں کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔

چکری سٹاپ، شہر کا نام لکھے بغیر جناب اسد علی کیانی صاحب لکھتے ہیں کہ میں آپ کے ناولوں کا بہت شوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔ آپ کا ہر ناول اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ میں نے آپ کے نئے اور پرانے تمام ناول پڑھے ہیں۔ تین سال کے وقفے کے بعد آپ کی نئی تحریروں میں نکھار آ گیا ہے اور آپ نے پہلے سے کئی گنا بہتر ناول تحریر کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ آپ کی واپسی واقعی انتہائی شاندار ہوئی ہے۔ آپ کا نیا ناول ''ڈینجرس جولیانا'' پڑھا۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جس کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں۔ ایسا ناول آج تک کسی مصنف نے لکھا ہی نہیں تھا۔ جولیا کا پس منظر جاننے کے لئے میں اور مجھ جیسے تمام قارئین بے حد بے

چین تھے اور آپ نے 'ڈینجرس جولیانا' لکھ کر اور اس میں جولیا کا پس منظر دکھا کر ہماری ساری تشنگی دور کر دی۔ یوں تو یہ ناول اپنی مثال آپ ہے لیکن اگر اس ناول میں آپ جولیا اور عمران کی جسمانی فائٹ بھی کرا دیتے اور عمران ٹیلی پیتھی کے عمل کی بجائے فائٹ کے دوران جولیا کا مائنڈ درست کرتا تو اس سے کہانی میں اور زیادہ نکھار آ جاتا۔ آپ مہنگائی ہونے کی بات کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جو لوگ آپ کے ناول پڑھتے ہیں وہ دس بیس روپے زیادہ بھی دے دیں تو اس سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ بلیک زیرو کو بھی کسی مشن میں آگے لائیں۔ جو اس کا انوکھا اور یادگار مشن ہو۔

''محترم جناب اسد علی کیانی صاحب۔ سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ آپ میرے ناول پسند کرتے ہیں۔ آپ جیسے قاری میرے لئے کسی انمول تحفے سے کم نہیں ہیں۔ میں کوشش کرتا رہوں گا کہ میں اپنے ناولوں میں ایسی چاشنی پیدا کرتا رہوں جس سے آپ کے دلوں میں میرے لئے مٹھاس بنی رہے اور آپ اسی طرح ذوق و شوق سے میرے ناول پڑھتے رہیں۔ ''ڈینجرس جولیانا'' کے حوالے سے آپ نے جو بات کی ہے اس کے لئے میں عرض کروں گا کہ عمران اپنے دشمنوں پر بھی انتہائی سوچ سمجھ کر ہاتھ اٹھاتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ درگزر سے ہی کام لیتا ہے۔ پھر جولیا تو....... آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا

چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ عمران کو بھی معلوم تھا کہ جولیا کا مائنڈ جولیا کا نہیں بلکہ جولیانا کا بن چکا ہے ایسی صورت میں عمران اور جولیا کی فائٹ کیسے ممکن تھی۔ رہی بات بلیک زیرو پر کسی سپیشل مشن پر ناول لکھنے کی تو جناب آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں جلد ہی آپ کی اس خواہش کو پورا کروں گا۔ اس کے لئے میں نے ناول کا نام بھی سوچ لیا ہے جس پر میں نے تیزی سے کام بھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ کی خوشنودی کے لئے میں اس ناول کا نام بتا دیتا ہوں۔ اس ناول کا نام ہے ''پاور آف ایکسٹو'' کافی ہے یا کچھ اور بھی بتاؤں؟ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

حافظ سلیمان بٹ صاحب ادکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ میں آپ کا خاموش قاری ہوں۔ میں نے آپ کے تمام ناول پڑھے ہیں 'کرسٹل بلٹ' سے لے کر 'ایجنٹ لی ہاگ' تک آپ کے تمام ناول ایک سے بڑھ کر ایک ہیں جو آپ کی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ میں تو باقی قارئین سے بھی کہوں گا کہ اگر وہ آپ کے ناول نہیں پڑھتے تو پھر انہوں نے آج تک عمران سیریز میں کچھ پڑھا ہی نہیں ہے۔ آپ کا نیا ناول ''ایجنٹ لی ہاگ'' اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے جس خوبصورتی اور ذہانت سے ہیون ویلی کے حوالے سے کافرستان کی سازش بے نقاب کی ہے وہ واقعی لاجواب ہے۔ اس قدر خوبصورت اور اچھوتا ناول لکھنے پر میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تحریروں

میں مزید نکھار پیدا کرے۔ (آمین)

''حافظ سلیمان بٹ صاحب، آپ میری تحریروں سے اس قدر لگاؤ رکھتے ہیں اس کے لئے میں آپ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے جس خلوص اور محبت سے مجھے خط لکھا ہے اس سے میرا حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ میں پہلے سے کہیں زیادہ منفرد اور انوکھے ناول تحریر کروں جو آپ کے دلوں میں اسی طرح گہرے نقوش ثبت کر دیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

''کراچی سے شرجیل حسین لکھتے ہیں کہ میں آپ کے ناولوں کا بے حد شیدائی ہوں۔ آپ کے ناول میں ایک ایک بار نہیں کئی کئی بار پڑھ چکا ہوں اور جتنی بار بھی میں آپ کے ناول پڑھتا ہوں ان میں پہلے سے زیادہ لطف اور چاشنی محسوس کرتا ہوں۔ آپ کے لکھے ہوئے تمام ناول انتہائی دلچسپ اور انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ آپ کے نئے ناول 'ڈینجرس جولیانا' نے تو واقعی عمران سیریز کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ ایسا ناول جس کا تقریباً عمران سیریز کے ہر قاری کو انتظار تھا آپ نے تحریر کر کے ثابت کر دیا ہے کہ آپ واقعی عمران سیریز کی دنیا میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں اور آپ ان کرداروں کو ان کے اصل رنگ اور ڈھنگ پر لانے کے ہر گر جانتے ہیں۔ میری طرف سے اور میرے بے شمار دوستوں کی طرف سے آپ کو اس قدر شاندار اور یونیک ناول لکھنے پر بہت

بہت مبارک ہو۔

”شرجیل حسین صاحب۔ آپ میرے ناولوں کے شیدائی ہیں۔ اس کے لئے میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ آپ کی طرح واقعی 'ڈینجرس جولیانا' ناول کو ہر طبقے کے افراد نے سراہا ہے اور مجھے اس ناول سے جو پذیرائی مل رہی ہے اس سے میں بے حد خوش ہوں اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری محنت صحیح رنگ لائی ہے اور جولیا کے پسِ منظر جان کر ہر خاص و عام کی تشنگی دور ہو گئی ہے۔ میں آپ کا اور آپ کے ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے ناولوں کو اس قدر پذیرائی بخشتے ہیں۔

امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ظہیر احمد

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران نے کار ایک چوراہے پر روکی اور چوراہے کے بیچوں بیچ لگے ہوئے ریڈ سگنل کی جانب دیکھنے لگا۔ سگنل کے ساتھ ایک ٹائمر بھی لگا ہوا تھا جس پر تین منٹ کا ٹائم ایڈجسٹ تھا۔ یہ چونکہ شہر کا شمالی چوراہا تھا اس لئے وہاں ضرورت سے زیادہ ہی رش رہتا تھا اور ٹریفک کنٹرول کرنے کے لئے انتظامیہ نے چوراہے کے درمیان سگنل پر تین منٹ کا ٹائم ایڈجسٹ کر رکھا تھا۔

تین منٹ ٹائم ہونے کے باوجود اس چوراہے پر ہر وقت ٹریفک کا اژدہام رہتا تھا۔ سگنل کھلنے پر تین منٹ میں ٹریفک کے اژدہام کی وجہ سے پندرہ بیس گاڑیاں ہی وہاں سے پاس ہوتی تھیں اور پیچھے لمبی لمبی قطاریں لگ جاتی تھی۔ قطاروں میں کھڑی گاڑیوں میں موجود افراد کو یہ معلوم بھی ہوتا تھا کہ آگے ریڈ سگنل آن ہے جس کی وجہ سے ٹریفک رکا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہاں ہر طرف

ہارن بجتے رہتے تھے جس کی وجہ سے وہاں کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ ٹریفک میں اس قدر پھنسے ہونے کے باوجود باشعور لوگوں میں بھی اتنا شعور نہیں تھا کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنی گاڑیوں کے انجن ہی بند کر دیں۔ بعض گاڑیاں دھویں سے پلوشن پھیلانے کا سبب بھی بن جاتی تھیں اور لوگوں کے خون پسینے کی کمائی کا خریدا ہوا پٹرول بھی جل جل کر ضائع ہوتا رہتا تھا۔

عمران بھی پچھلے ایک گھنٹے سے اس ٹریفک میں پھنسا ہوا تھا اور دارالحکومت میں ٹریفک کا یہ حال دیکھ دیکھ کر اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ دارالحکومت میں ٹریفک کا یہ حال ہے تو دوسرے شہروں میں کیا حال ہوتا ہوگا۔ لوگ تو صبح سے شام تک اسی طرح قطاریں لگا کر راستہ ملنے کے انتظار میں نڈھال ہو جاتے ہوں گے۔ اب خدا خدا کر کے وہ اپنی کار چوراہے کے قریب زیبرا کراسنگ تک لے آیا تھا۔ اب اسے سگنل کے گرین ہونے کا انتظار تھا تاکہ جیسے ہی سگنل گرین ہو اور وہ کار آگے لے جا سکے لیکن اب اسے سگنل ٹائمر کے تین منٹ بھاری لگ رہے تھے۔

”ہونہہ۔ اس ملک کا واقعی کوئی حال نہیں ہے۔ نہ اس ملک میں پانی ہے نہ بجلی، آٹا ہوتا ہے تو چینی غائب، چینی مل جائے تو گھی کا پتہ نہیں ہوتا۔ گھی ملتا ہے تو گھروں کے چولہوں میں گیس نہیں ہوتی۔ گرمی کی شدت میں لوگ ویسے ہی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بلبلائے رہتے ہیں اور یہاں سڑکوں پر ٹریفک جام۔ مہنگائی نے

لوگوں کی الگ کمر توڑ رکھی ہے۔ اب تو لوگوں کو کھانے پینے سے زیادہ بل بھرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ بجلی کا بل بھرو تو گیس کا بل سر پر آ جاتا ہے۔ گیس کا بل بھرو تو پانی کا بل بھرنے کی فکر لگ جاتی ہے۔ ابھی یہ فکر ختم ہوتی نہیں کہ سکول کی فیسیں اور دوسرے اخراجات کے ساتھ فون کا بل، دودھ والے کا بل، راشن والے کا بل، سبزی والے کا بل اور رہی سہی کسر اخبار والا اور پھر دھوبی کا بل آ کر سارے کس بل نکال جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ دو وقت کا کھانا کھائیں، اپنے بچوں کو پڑھائیں یا پھر اسی طرح دن رات محنت کر کر کے بس بل ہی بھرتے رہ جائیں۔ اگر یہی حال رہا تو اس ملک سے نہ کبھی بے روزگاری ختم ہو سکے گی نہ نئی نسل تعلیم حاصل کر سکے گی اور نہ ہی غریب آدمی اپنی بیٹیوں کی شادی کر سکے گا۔ کیا ہوگا اس ملک کا۔ اس ملک کا نظام تو اب کوئی فرشتہ ہی آ کر سیدھا کر سکتا ہے اور شاید فرشتہ بھی اس ملک میں آنے کے لئے اس وقت تک تیار نہیں ہوگا جب تک اسے یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ اسے دنیا میں آ کر کوئی بل تو نہیں بھرنا پڑے گا یا اسے ٹریفک کی لائن میں لگ کر گھنٹوں انتظار تو نہیں کرنا پڑے گا“۔

عمران نے منہ بنا کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ میں اتنی باتیں کر گیا ہوں اور ابھی صرف ایک منٹ ہی گزرا ہے۔ ابھی گرین سگنل آن ہونے میں دو منٹ باقی ہیں۔ اس بار تو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اگلی بار میں اس طرف آیا تو اپنا بوریا

بستر ساتھ ہی لیتا آؤں گا تاکہ جب تک میری گاڑی سگنل کے قریب پہنچے تو میں کم از کم دو تین روز کی نیند آسانی سے پوری کر سکوں“...... عمران نے ٹائمر کی طرف دیکھ کر اور زیادہ برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

سڑک کافی چوڑی تھی۔ عمران کے دائیں بائیں چار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اس کے دائیں طرف ایک لینڈ کروزر تھی۔ کروزر غلط نام تھا اس کا اصل نام کرورز تھا لیکن چونکہ عام فہم میں کروزر ہی کہا جاتا تھا اس لئے سب اسے لینڈ کروزر ہی کہتے تھے۔ لینڈ کروزر کی دوسری طرف ایک ٹیوٹا ہائس اور ایک سرخ رنگ کی مہران کھڑی تھی جبکہ بائیں جانب سیاہ رنگ کی سیڈان موجود تھی جس کے شیشے کلرڈ تھے اور کار کے دروازے پر ایک نجی کمپنی کے مونوگرام بنا ہوا تھا۔ جو ایک مشروب کی کمپنی کا تھا اور ایک خوبصورت ماڈل مسکراتے ہوئے مشروب کی بوتل دکھا رہی تھی۔ دائیں جانب موجود لینڈ کروزر کے بھی شیشے کلرڈ تھے۔ عمران نے باری باری ان دونوں گاڑیوں کو عام نظر سے دیکھا اور پھر اس کی نظریں سگنل پر لگے ٹائمر پر جم گئیں۔

شدید گرمیوں کے دن تھے۔ کڑاکے کی دھوپ پڑ رہی تھی۔ گاڑیوں میں چونکہ اے سی آن تھے اس لئے وہاں موجود تقریباً تمام گاڑیوں کے شیشے بند تھے۔ عمران اپنی اسپورٹس کار میں تھا۔ اس کی کار کا اے سی اچانک خراب ہو گیا تھا۔ اس لئے عمران نے کار کے

شیشے کھول رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے اسے ہر طرف شدید حبس محسوس ہو رہا تھا۔ ایک تو وہاں شدید گرمی پڑ رہی تھی اور دوسرا ٹریفک کا اژدہام ہونے اور ان کے ریڈی ایٹرز کی گرمی کی وجہ سے حبس کی شدت میں اس قدر اضافہ ہو گیا تھا کہ عام آدمی کو سانس تک لینا دشوار ہو گیا تھا۔ یہی حال عمران کا تھا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کا چہرہ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور اس کا سارا جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔

عمران نے آنکھوں پر سیاہ شیشوں والا چشمہ لگا رکھا تھا لیکن اس کے باوجود اسے تیز دھوپ اپنی آنکھوں میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ عمران کی ذہنی رو تھی کس وقت بہک جائے اس کا شاید خود اسے بھی پتہ نہیں ہوتا تھا۔ جب اس کے پاس کوئی کیس نہیں ہوتا تھا تو وہ سارا سارا دن فلیٹ میں گھسا کتابیں پڑھتا رہتا تھا اور جب اس کا دل کتابیں پڑھ پڑھ کر اکتا جاتا تو وہ فلیٹ سے نکل آتا تھا اور یونہی بے مقصد سڑک گردی کرنا شروع کر دیتا تھا۔

آج بھی یہی ہوا تھا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے فلیٹ میں گھسا ہوا تھا اور کتابیں پڑھنے میں مصروف تھا۔ عمران فلیٹ میں ہو اور کتابیں پڑھنے میں مصروف ہو تو ظاہر ہے کہ سلیمان بے چارے کی شامت ہی آئی رہتی تھی۔ سردیوں کے دن ہوں یا شدید گرمیاں ہوں اسے ہر حال میں عمران کے لئے چائے بنانا پڑتی تھی۔ یہ عمران کی مرضی ہوتی تھی کہ وہ چائے پئے یا پھر چائے اس کے سامنے اسی طرح

پڑی پڑی ٹھنڈی ہوتی رہے اس سے عمران کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا
وہ بس یہ چاہتا تھا کہ وہ جب بھی کتاب سے نظر اٹھائے تو اس کے
سامنے چائے کا کپ پڑا ہوا ملنا چاہئے۔ کپ خالی ہونے یا چائے
ٹھنڈی ہونے کی صورت میں سلیمان کا کوئی قصور ہو یا نہ ہو اس بے
چارے کی شامت ہی آ جاتی تھی اور عمران اس وقت تک اس سے
نوک جھونک کرتا رہتا تھا جب تک کہ وہ سلیمان کو زچ کر کے نہ
رکھ دے یا سلیمان تنگ آ کر اس کے لئے چائے کا ایک اور کپ بنا
کر نہ لے آئے۔

آج عمران کا دل کتابیں پڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا اس لئے وہ
ناشتہ کرتے ہی فلیٹ سے نکل آیا تھا۔ سلیمان نے اسے باہر جاتے
دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا تھا کہ آج گرمی میں کم از کم وہ دن بھر
سکون سے سو سکے گا اور اسے بار بار اٹھ کر عمران کے لئے چائے
نہیں بنانی پڑے گی۔ اس نے عمران کے باہر جاتے ہی دروازہ اندر
سے لاک کر دیا اور بیل کا سوئچ آف کر دیا تاکہ عمران گرمی کی
شدت سے بلبلاتا ہوا واپس آ جائے تو وہ لاکھ بیل بجاتا رہے لیکن
بیل نہ بجے اور سلیمان اطمینان سے پڑا سوتا رہے۔

عمران اپنی اسپورٹس کار لے کر نکلا تھا۔ باہر آتے ہی اسے گرمی
کی شدت کا احساس ہو گیا تھا۔ باہر لو پڑ رہی تھی اور اس قدر شدید
دھوپ تھی کہ انسان کا دماغ پکنا شروع ہو جائے۔

"اس قدر شدید دھوپ سے بچنے کے لئے لوگوں کو ننگے سر باہر

نکلنے کی بجائے سر پر گیلا کپڑا باندھ لینا چاہئے تاکہ اسے لو نہ لگ
سکے ورنہ ڈی ہائیڈریشن ہونے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"...... عمران
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کار لے کر سڑک پر آ گیا اور پھر وہ
چلچلاتی دھوپ میں ڈرائیونگ کرنے لگا۔ وہ چونکہ بے مقصد نکلا تھا
اس لئے وہ کار مختلف سڑکوں پر گھماتا پھر رہا تھا۔ اس کا جسم پسینے
سے بری طرح سے بھیگ چکا تھا اور پھر شاید اس کی شامت ہی
آ گئی تھی کہ وہ اس شہر کے شمال میں آ گیا اور اس ٹریفک کے
اژدہام میں پھنس گیا تھا۔ اب اسے ٹریفک کے اژدہام سے نکلنے کی
کوئی صورت ہی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس صورتحال کو دیکھتے
ہوئے عمران دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس کے پاس ایسی کار
ہونی چاہئے تھی جو اس ٹریفک کے اژدہام سے نکلنے کے لئے کچھ
دیر کے لئے ہی سہی لیکن ہوا میں ضرور اڑ سکتی ہو۔

ٹریفک کے اژدہام میں پھنس کر عمران کو حقیقتاً اپنی نانی یاد آ گئی
تھی اور وہ اس گرمی کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا۔ اب جب
اس کی کار آگے موجود کاروں کے پیچھے رینگتی ہوئی ٹریفک سگنل کے
سامنے آ کر کھڑی ہوئی تو اسے امید بندھ گئی کہ اب اسے بھی جہنم
زار سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔

ابھی ٹریفک کے گرین سگنل ہونے میں دس سیکنڈ باقی تھے کہ
سگنل کا یلو کلر آن ہو گیا اور لوگوں کی گاڑیوں کے انجنوں نے
گھر گھرانا شروع کر دیا کہ جیسے ہی گرین سگنل آن ہو گا وہ اپنی

گاڑیاں وہاں سے اڑا کر لے جائیں۔ عمران سگنل گرین ہوتے ہی کار آگے بڑھانے ہی لگا تھا کہ اچانک سائیں کی آواز کے ساتھ اسے اپنے چہرے کے سامنے سے سنسناتی ہوئی ایک گولی سی گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ عمران نے بے اختیار اپنا سر پیچھے کر لیا۔ گولی اس کے بائیں طرف سے آئی تھی اور اس کے چہرے کے قریب سے گزرتی ہوئی دائیں طرف کھڑی لینڈ کروزر کی کھڑکی کے شیشے میں سوراخ بناتی ہوئی اندر گم ہو گئی۔ دوسرے لمحے سڑک پر بائیں طرف کھڑی سیاہ رنگ کی سیڈان کے ٹائر زور سے چرچرائے اور وہ تیزی سے آگے بڑھ کر بائیں طرف سڑک کی جانب مڑتی چلی گئی۔

گولی کی سنسناہٹ کی آواز سنتے ہی عمران نے بے اختیار کار کا بریک پیڈل دبا دیا تھا جس کی وجہ سے اس کی کار وہیں رک گئی تھی۔ جیسے ہی اس کی کار رکی اس کے پیچھے قطار میں لگی گاڑیوں نے زور زور سے ہارن بجانے شروع کر دیئے۔ دائیں طرف کھڑی لینڈ کروزر بھی رکی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے موجود گاڑیوں نے بھی زور زور سے ہارن بجانا شروع کر دیئے تھے جبکہ جس قطار میں سیڈان موجود تھی اس کے پیچھے لائن میں کھڑی گاڑیوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ عمران نے ایک نظر دائیں طرف کھڑی لینڈ کروزر کی جانب دیکھا جس کی کھڑکی پر ایک سوراخ اور لکیروں کا جال سا پڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ گولی شاید سیڈان سے خاموش ریوالور سے چلائی گئی تھی کیونکہ وہاں کسی دھماکے کی کوئی آواز سنائی

نہیں دی تھی۔ عمران کو اچانک ہی سائیں اور گولی کی سنسناہٹ کی آواز سنائی دی تھی اور یہ آواز سنتے ہی اس نے فوراً سر پیچھے کر لیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے بائیں طرف کھڑی سیڈان خاص طور پر اسی کے لئے وہاں کھڑی ہو اور اس میں موجود افراد سگنل گرین ہونے کا انتظار کر رہے ہوں کہ جیسے ہی سگنل گرین ہو گا وہ عمران کو گولی مار کر آسانی سے وہاں سے نکل جائیں گے۔ سائیلنسر لگے خاموش ریوالور سے کسی کو گولی چلنے کی آواز بھی سنائی نہیں دے گی اور عمران بھی آسانی سے ہٹ ہو جائے گا لیکن یا تو گولی چلانے والا اناڑی تھا یا پھر عمران کی قسمت اچھی تھی کہ سیڈان کار کے سڑک پر قدرے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے چلنے والی گولی اسے نہیں لگی تھی اور وہ گولی اس کے سر میں لگنے کی بجائے اس کے چہرے کے سامنے سے گزرتی ہوئی دائیں طرف کھڑی لینڈ کروزر کی کھڑکی کا بلائنڈ شیشہ توڑتی ہوئی اندر گھس گئی تھی۔

پیچھے موجود لوگوں نے جب زور زور سے ہارن بجانا شروع کیا تو عمران نے لاچار ہو کر کار آگے بڑھا دی اور سگنل پول کے قریب سے گزرتا ہوا بائیں طرف مڑ گیا جس طرف سیڈان گئی تھی۔ وہ کار آگے نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ عمران نے لینڈ کروزر کی کھڑکی میں جہاں گولی کا سوراخ دیکھا تھا اس سے عمران کو صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ لینڈ کروزر کا ڈرائیور اس گولی سے نہیں بچ سکا ہو گا اور جو گولی اسے ہلاک کرنے کے لئے چلائی گئی تھی وہ گولی اس کے

چہرے کے قریب سے گزر کر دوسری طرف کھڑی لینڈ کروزر کی کھڑکی میں سوراخ کرتی ہوئی یقیناً ڈرائیور کو جا لگی ہو گی۔ گو کہ عمران کو لینڈ کروزر سے کوئی چیخ نہیں سنائی دی تھی لیکن ایک تو وہاں ہارن بج رہے تھے اور پھر کھڑکی میں جس رخ پر گولی کا نشان تھا وہ ایسی جگہ تھا کہ اگر ڈرائیور کو گولی لگی ہو گی تو وہ سیدھی اس کے سر میں ہی گھسی ہو گی اور سر میں گولی لگنے کی وجہ سے کسی کے منہ سے آواز نکلنا انہونی سی بات ہوسکتی تھی۔

عمران کا دماغ سائیں سائیں کرنا شروع ہو گیا تھا۔ اس پر انتہائی ذہانت سے حملہ کیا گیا تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اسے کس نے اور کیوں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی جبکہ ان دنوں کوئی کیس بھی نہیں تھا۔ پہلے عمران نے سوچا کہ اسے وہاں رک کر لینڈ کروزر کے ڈرائیور کو دیکھنا چاہئے جو اس کی وجہ سے اندھی گولی کا شکار بن گیا تھا لیکن وہاں ٹریفک اتنا زیادہ تھا کہ عمران اگر وہاں رک بھی جاتا تو اسے چوراہے کے اس طرف جانے میں کافی وقت لگ جاتا جہاں لینڈ کروزر موجود تھی۔

عمران نے بائیں طرف کار موڑتے ہوئے سر گھما کر دیکھا تو اسے لینڈ کروزر اسی جگہ رکی ہوئی دکھائی دی جس سے اس کا یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا کہ لینڈ کروزر کا ڈرائیور یقیناً اندھی گولی کا شکار ہو گیا ہے ورنہ یا تو لینڈ کروزر آگے بڑھ چکی ہوتی یا پھر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھل چکا ہوتا۔ لینڈ کروزر کو سڑک پر رکے دیکھ کر

عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور پھر وہ ونڈ سکرین سے سامنے کی جانب دیکھنے لگا جہاں سیاہ رنگ سیڈان نہایت تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑی جا رہی تھی۔ سیڈان پر نظر پڑتے ہی عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

عمران کے دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ اسے اس بات کا غصہ نہیں تھا کہ اسے نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی بلکہ اسے اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ اس کی وجہ سے بیچ سڑک میں ایک انجان آدمی ناحق مارا گیا تھا۔ عمران حیران ہو رہا تھا کہ اگر اسے کوئی ہلاک ہی کرنا چاہتا تھا تو اس نے اتنا وقت ضائع کیوں کیا تھا۔ جس سیڈان سے اس پر گولی چلائی گئی تھی وہ کافی دیر سے اس کے ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھی۔ عمران کو یہ بات تو سمجھ میں آتی تھی کہ حملہ آور نے ٹریفک کے اژدہام میں اس پر گولی چلانے سے اس لئے گریز کیا ہو گا کہ اگر وہ عمران کو گولی مارتا تو وہ ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے آسانی سے پھنس سکتا تھا اس کے لئے مناسب جگہ وہ چوراہا ہی تھا۔ چوراہے پر سگنل کے آن ہوتے ہی وہ عمران کو ہٹ کر کے آسانی سے وہاں سے نکل سکتا تھا لیکن عمران کو اس بات پر حیرانی ہو رہی تھی کہ اسے ٹارگٹ کرنے والے کو اس بات کا علم کیسے ہوا ہو گا کہ عمران اس ٹریفک جام میں آ کر پھنسنے والا ہے۔ جہاں تک عمران کی یادداشت کام کرتی تھی اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ وہ کافی دیر سے سڑکوں پر گھوم رہا تھا اور

اسے اپنے ارد گرد اور دور نزدیک وہ سیاہ رنگ کی سیڈان کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ اگر اس کی نگرانی کی جا رہی ہوتی اور سیڈان اس کے تعاقب میں ہوتی تو عمران کو فوراً اس کا پتہ چل جاتا بلکہ عمران تو یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر گولی چلانے والے کا وہی ٹارگٹ تھا تو اس کے لئے دوسری سڑکوں پر اس سڑک سے زیادہ بہتر مواقع موجود تھے کہ وہ عمران کو ہٹ کر سکتا پھر اس نے عمران کو ہٹ کرنے کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا تھا۔

عمران یہ سب سوچتا جا رہا تھا اور اس نے اپنی کار سیڈان کے پیچھے لگا دی تھی۔ جس طرح سے سیڈان آگے جاتی ہوئی دوسری گاڑیوں کو اوور کراس کرتی ہوئی جا رہی تھی اس سے عمران کا یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا تھا کہ گولی اسی کار سے ہی چلائی گئی ہے اور سیڈان کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو اس بات کا بھی علم ہو گیا ہے کہ جس کار پر گولی چلائی گئی تھی وہ اس کے پیچھے آ رہی ہے اس لئے اوور کراسنگ کرتے ہوئے وہ سیڈان کی رفتار خطرناک حد تک بڑھاتا جا رہا تھا۔ لیکن اسپورٹس کار کے مقابلے میں سیڈان کار کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔ عمران چند ہی لمحوں میں سیڈان کے قریب پہنچ گیا۔

سیڈان کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی اور وہ دوسری گاڑیوں کو کراس کرتی ہوئی تیزی سے آگے نکلتی جا رہی تھی۔ عمران ہر حال میں اس تک پہنچنا چاہتا تھا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر اس

کار میں کون ہیں جنہوں نے اس پر بیچ سڑک پر گولی چلائی تھی۔

کار نے آگے جاتی ہوئی دوسری گاڑیوں کو اوور کراس کرتے ہوئے انہیں ہٹ کرنا بھی شروع کر دیا تھا اس کی سائیڈ دوسری کسی کار سے ٹکراتی تو کار جھٹکا کھا کر یا تو دائیں طرف مڑ جاتی یا بائیں جانب۔ جس کی وجہ سے سڑک پر کاروں کے بے اختیار بریکس لگنے کا شور گونجنا شروع ہو گیا۔ اب کاریں قدرے ترچھی ہو کر سڑک کے بیچ میں رکتی جا رہی تھیں جس کی وجہ سے عمران کو سیڈان کے پیچھے جانے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ عمران کی کار کو دوسری کاروں میں پھنستا دیکھ کر سیڈان کار والے نے اب جان بوجھ کر دوسری کاروں کو سائیڈ مارنی شروع کر دی تھی تاکہ وہ سڑک زیادہ سے زیادہ بلاک کر سکے اور عمران کو کار آگے لانے کا موقع نہ مل سکے۔ اس طرف چونکہ متوازی سڑک تھی اور ٹریفک زیادہ تھی اس لئے وہاں ٹریفک وارڈن موجود نہیں تھا ورنہ سیڈان اور عمران کو اس طرح گاڑیوں کو اوور کراسنگ کرتے دیکھ کر کوئی نہ کوئی ضرور ان کے پیچھے لگ جاتا۔ عمران کچھ دیر تک ترچھی کھڑی گاڑیوں کو کراس کرتا ہوا سیڈان کے پیچھے جانے کی کوشش کرتا رہا لیکن سیڈان کا ڈرائیور بہت چالاک تھا اس نے عمران کے لئے واقعی سڑک بلاک کر کے رکھ دی تھی۔

عمران نے سیڈان کا نمبر اور ماڈل تو نوٹ کر لیا تھا لیکن وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ کار میں کتنے افراد سوار تھے اور ان کے حلیئے

کیسے تھے۔ جس انداز میں کار سے اس پر گولی چلائی گئی تھی اس سے عمران کو یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ یہ مشروب کمپنی کی کار یا تو چوری کی گئی تھی یا پھر اس پر جان بوجھ کر ایسا رنگ کیا گیا تھا تاکہ اگر یہ کار کسی کی نظروں میں آ جائے تو اس رنگ کو صاف کیا جا سکے۔

عمران اپنی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ وہ سیڈان میں موجود افراد کو دیکھ سکے لیکن کار اس کی دسترس سے دور ہوتی جا رہی تھی اور عمران کے لئے سڑک کے بیچوں بیچ اور سائیڈوں پر کھڑی ہونے والی گاڑیوں کی وجہ سے آگے بڑھنا مشکل ہو گیا تھا اور پھر ایک جگہ کچھ گاڑیاں سڑک پر اس انداز میں کھڑی تھیں کہ عمران کو مجبوراً اپنی گاڑی کو بریک لگانے پڑ گئے اور بریک لگا کر عمران جبڑے بھینچتا ہوا دور جاتی سیڈان کو دیکھتا رہ گیا۔

”کیا بات ہے صاحب۔ آپ کو کہیں جانے کی بہت جلدی ہے کیا۔ ایک تو وہ سیڈان والا ہماری گاڑیوں کو سائیڈیں مارتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا ہے اور ایک آپ ہماری گاڑیوں کو اوورکراس کرتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو کہیں جانے کی اتنی ہی جلدی تھی تو اس اسپورٹس کار کی جگہ ہیلی کاپٹر میں چلے جاتے“...... پیچھے کھڑی ایک کار سے ایک نوجوان نے نکل کر عمران کی کار کے قریب آ کر اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

”معاف کرنا بھائی صاحب۔ میرے پاس ہیلی کاپٹر تو ہے مگر

اس میں سیل نہیں تھے ورنہ میں اپنی دلہن کو بچانے کے لئے وہی لے آتا“...... عمران نے بڑی معصوم سی صورت بنا کر کہا۔

”دلہن کو بچانے کے لئے کیا مطلب“...... نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔

”ارے آپ کو دلہن کا نہیں پتہ۔ کوئی بات نہیں میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ دلہن کا مطلب ہوتا ہے ایک ایسی لڑکی، چاہے اس کی شکل وصورت دیکھنے کے قابل نہ ہو اسے کسی بیوٹی پارلر میں لے جا کر زبردستی حسین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسے نیا اور منوں وزنی لباس پہنایا جاتا ہے اور پھر اسے کسی پلاسٹک کی گڑیا کی طرح اکڑا کر کسی جگہ بٹھا دیا جاتا ہے پھر اس کا نکاح کیا جاتا ہے۔ نکاح کرنے والا لڑکا جب اس لڑکی کو دیکھتا ہے تو وہ ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے کہ اسے جنت کی کوئی حور مل گئی ہے۔ رات بھر وہ اپنی ہونے والی بیوی کے حسن میں کھویا رہتا ہے۔ دن کو جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تب اس پر انکشاف ہوتا ہے کہ اس نے جس حسین ملکہ سے شادی کر کے اسے اپنی دلہن بنایا تھا وہ کیا سے کیا ہو گئی ہے۔ رات کو اس بے چاری کا سارا میک اپ ختم ہو جاتا ہے اور شوہر بے چارہ سوائے ٹھنڈی آہیں بھرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اور“...... عمران کی زبان ایک بار چل پڑے پھر بھلا رکنے کا کہاں نام لیتی تھی۔

”ہونہہ۔ میں نے آپ سے کسی دلہن کی تشریح نہیں پوچھی تھی۔

میں یہ پوچھ رہا تھا کہ آپ کس دلہن کی بات کر رہے ہیں“۔ نوجوان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ شدید گرمی کی وجہ سے اس کا سارا چہرہ اور لباس پسینے سے بھیگا ہوا تھا اس لئے شاید اسے یا تو عمران کا مذاق سمجھ میں نہیں آیا تھا یا گرمی نے اس کی کھوپڑی کو اس قدر خشک کر دیا تھا کہ وہ کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

”میں اپنی دلہن کی بات کر رہا ہوں جناب“...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”کیا ہوا ہے آپ کی دلہن کو“...... نوجوان نے پوچھا۔

”ابھی تو کچھ نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو نکاح تک نہیں ہوا۔ جو کچھ ہو گا وہ نکاح کے بعد ہو گا اور میں نے سنا ہے کہ کچھ ہونے میں سال دو سال تو لگ ہی جاتے ہیں“...... عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والوں میں سے تھا۔

”ہونہہ۔ میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں آپ ہر بات کا الٹا جواب کیوں دے رہے ہیں“...... نوجوان نے اور زیادہ برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ کی شادی ہوئی ہے“...... عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا اس سے پوچھا۔

”ہاں۔ میرے دو بچے بھی ہیں۔ کیوں آپ کیوں پوچھ رہیں ہیں“...... نوجوان نے حیرت سے کہا۔

”بچوں کو چھوڑیں۔ آپ یہ سوچیں کہ ابھی آپ کا نکاح بھی نہ

ہوا ہو اور عین نکاح کے وقت آپ کی ہونے والی بیوی کو دس بارہ بدمعاش اٹھا کر لے جائیں تو کیا آپ کے منہ سے سیدھی بات نکلے گی۔ آپ بھی میری طرح آئیں بائیں شائیں کرنا شروع کر دیں گے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”اوہ۔ تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی ہونے والی بیوی کو چند غنڈے اس کار میں اغوا کر کے لے جا رہے ہیں اور آپ اس کار کا تعاقب کر رہے ہیں“...... نوجوان نے چونک کر کہا۔

”کار کا نہیں میں اپنی ہونے والی بیوی کا تعاقب کر رہا ہوں جو اس کار میں موجود ہے۔ کار کا تعاقب کر کے میں نے کیا کرنا ہے۔ میں نے لڑکی سے شادی کرنی ہے کار سے نہیں“...... عمران نے بھی منہ بنا کر کہا اور نوجوان حیرت سے عمران کی شکل دیکھنے لگا جیسے اسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ عمران کی کون سی کل سیدھی ہے اور کون سی ٹیڑھی۔

”حیرت ہے آپ کی ہونے والی دلہن کو غنڈے اٹھا کر لے جا رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے باتیں بنا رہے ہیں“...... نوجوان نے دور جاتی ہوئی سیڈان کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا جیسے اس سیڈان میں عمران کی نہیں اس کی اپنی دلہن بھاگی جا رہی ہو۔

”اگر آپ کو میرا بیٹھنا اچھا نہیں لگ رہا تو میں اپنی دلہن لے جانے والوں کے احترام میں کار سے نکل کر کھڑا ہو جاتا ہوں

جناب۔ کار والے نے راستہ بلاک کر دیا ہے اب میں نہ تو میری کار اُڑ سکتی ہے اور نہ مجھے پر لگے ہوئے ہیں کہ اُڑتا ہوا ان کے پیچھے چلا جاؤں''...... عمران نے کہا۔

''تو آپ پولیس کو تو خبر کر سکتے ہیں نا۔ وہ آگے ناکہ لگا کر اس ویگن کو روک لیں گے''...... نوجوان نے کہا۔

''نہ بھائی مجھے پولیس والوں سے بات نہیں کرنی''...... عمران نے کہا۔

''کیوں''...... نوجوان نے کہا۔

''پولیس والے ناکہ لگا کر کار روک لیں گے اور وہ کار والوں سے میری دلہن کو بھی بچا لیں گے لیکن اگر پولیس والوں کو میری دلہن پسند آ گئی اور وہ اسے بھگا کر لے گئے تو ان سے میری دلہن کو کون بچائے گا''...... عمران نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں''۔ نوجوان نے گرمی سے بے حال ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ کی سمجھ میں کچھ نہ ہی آئے تو اچھا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب''...... نوجوان نے چونک کر کہا۔

''کچھ نہیں۔ سامنے سے اب گاڑیاں ہٹ رہی ہیں آپ اپنی گاڑی میں جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ سیڈان والوں کی طرح کوئی آپ

کی نئی نویلی کار کو بھی لے اُڑے''...... عمران نے کہا اور اس نے ساتھ ہی کار آگے بڑھا دی کیونکہ اس کے سامنے موجود گاڑیاں سیدھی ہو گئی تھیں اور وہ سڑک پر آگے بڑھنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس وقت تک سیاہ سیڈان کافی دور جا چکی تھی اور عمران چونکہ گاڑیوں میں گھرا ہوا تھا اس لئے وہ گاڑیوں کو اوور کراس کر کے سیڈان تک نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن اس کے باوجود عمران کوشش ضرور کر سکتا تھا۔ وہ گاڑیوں کے ارد گرد سے ہوتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا جا رہا تھا پھر سڑک کے اختتام پر جب اسے تین اطراف راستے جاتے دکھائی دیئے تو وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے آگے چند ہیوی لوڈر کنٹینر تھے اس لئے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ سیاہ سیڈان کس طرف گئی تھی۔ تینوں ہائی وے تھے جن میں سے ایک ہائی وے شہر کی طرف جاتا تھا۔ دوسرا جڑواں شہر کی جانب اور تیسرا ہائی وے مضافات کی طرف۔ زیادہ ٹریفک ہونے کی وجہ سے عمران چونکہ وہاں رکا نہیں رہ سکتا تھا اس لئے اس نے کار شہر جانے والی سڑک کی جانب موڑ لی اور پھر وہ کار فل سپیڈ پر شہر کی جانب بھگاتا لے گیا۔

شہر آنے تک اس نے تمام راستہ دیکھ لیا تھا لیکن اسے سیاہ سیڈان کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ عمران شہر میں داخل ہوا تو اس نے اپنے اردگرد پر بھی نظر رکھنا شروع کر دی۔ اس پر ایک بار حملہ کیا گیا تھا اور حملہ آوروں کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ ان کا حملہ

ناکام ہو چکا ہے اس لئے وہ اس پر دوبارہ بھی حملہ کر سکتے تھے اور ان کا دوسرا حملہ نجانے کب اور کس رخ سے ہو اس لئے عمران کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے۔ شہر میں آ کر عمران کار مختلف سڑکوں پر دوڑاتا رہا پھر اس نے کار سڑک کے کنارے پر روکی اور جیب سے اپنا سیل فون نکال لیا۔ سیل فون سے وہ ٹائیگر کے مخصوص نمبر پریس کرنے لگا۔ جب تمام نمبر پریس ہو گئے تو عمران نے کالنگ بٹن پریس کیا اور کان سے لگانے کی بجائے اس نے سیل فون کا لاؤڈر آن کر کے اپنے سامنے کر لیا۔ دوسری طرف بیل بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''یس''...... دوسری طرف رابطہ ملتے ہی ٹائیگر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''صرف یس۔ اس یس کے ساتھ اگر تم میرے لئے سر بھی لگا دیتے تو اس سے تمہاری شان میں کیا فرق آ سکتا تھا''...... عمران نے منہ بنا کر کہا اور دوسری طرف ٹائیگر عمران کی آواز سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... ٹائیگر نے اسی طرح سے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ یس سر۔ حکم سر کیا ہوتا ہے۔ فون ریسیو کرتے ہوئے اگر تم یس کی جگہ السلام و علیکم کہتے اور میرا وعلیکم السلام کا جواب سنتے تو اس سے تمہاری نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا اور میری نیکیوں میں

بھی۔ اس تنگ دست اور پریشان حال دنیا میں انسان کو اور کچھ ملے نہ ملے نیکیاں تلاش کر کے اپنے لئے عاقبت کی راہ ضرور ہموار کرتے رہنا چاہئے۔ جب عاقبت کی راہ ہموار ہو گی تو جنت کے راستے کھل جائیں گے اور جنت کے راستے کھل جائیں گے تو جنت میں ہمیں حوریں بھی ملیں گی۔ ایسی حوریں جو میک اپ میں نہ ہونے کے باوجود حسین ترین ہوں گی اتنی حسین کہ انہیں دیکھنے سے نہ آنکھیں تھکیں گی اور نہ دل۔ اور پھر جنت میں جس کو جو حور ملے گی وہ اسی کی ہو گی کوئی دوسرا اس کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ جب کوئی دوسرا کسی کی حور کو دیکھے گا ہی نہیں تو کوئی بھلا کسی کی حور کو اٹھا کر کیسے لے جا سکے گا۔ یہ تو اس دنیا میں ہی ہوتا ہے۔ دلہن کسی کی ہوتی ہے اٹھا کر کوئی اور لے جاتا ہے۔ اب میری ہی دلہن کا حال دیکھ لو۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ جس سیاہ رنگ کی سیڈان کار سے مجھ پر گولی چلائی گئی تھی اس کار میں تھا کون اور اس میں میری ہونے والی دلہن موجود بھی تھی یا نہیں۔ میں نے تو اس سیاہ سیڈان کا تعاقب کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ کار ٹریفک کے اژدہام کی وجہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اب وہ میری ہونے والی دلہن کو کہاں لے گئے ہیں میں یہ سوچ سوچ کر بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ میں نے تو بہت کوشش کی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح سے ایک نظر اپنی ہونے والی دلہن کو دیکھ تو لوں کہ وہ کیسی ہے۔ لیکن شادی تو دور کی بات ہے میں ابھی تک

اپنی ہونے والی دلہن کا منہ بھی نہیں دیکھ سکا ہوں''...... عمران جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

''اوہ۔ آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ کسی سیاہ رنگ کی سیڈان سے آپ پر گولی چلائی گئی ہے''...... ٹائیگر نے عمران کی ساری بات سن کر اس کی باتوں سے خود ہی نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھائی۔ یہ الگ بات ہے کہ گولی چلانے والے کا نشانہ ناپختہ تھا۔ گولی ٹھیک میرے چہرے کے قریب سے گزر گئی تھی اور میرے ساتھ کھڑی ایک اور گاڑی کے شیشے میں سوراخ کرتی ہوئی غائب ہو گئی تھی۔ اب میں نہیں جانتا کہ گولی صاحبہ صرف دوسری گاڑی میں جا کر غائب ہوئی ہے یا گاڑی میں موجود کسی شخص کے سر میں سما گئی ہے''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے ٹائیگر کو ساری باتیں بتا دیں۔

''آپ فکر نہ کریں باس۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سب کیا چکر ہے اور آپ کو کس نے اس قدر دیدہ دلیری سے ہٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں آپ پر حملہ کرنے والوں کو ہر صورت میں ڈھونڈ نکالوں گا چاہے وہ کہیں بھی کیوں نہ چھپے ہوئے ہوں''۔ دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''انہیں تلاش کرنے کے ساتھ یہ بھی دیکھ لینا کہ میری جگہ سڑک پر کون قربانی کا بکرا بنا تھا''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں معلوم کرتا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''کتنی دیر تک معلومات حاصل کر لو گے''...... عمران نے پوچھا۔

''دو تین گھنٹے تو لگیں گے باس۔ اگر وہ سیاہ سیڈان چوری کی ہوئی تو مجھے کار تلاش کر کے اس میں سے آپ پر فائرنگ کرنے والوں کے فنگر پرنٹس اور دوسرے ایویڈنس حاصل کرنے ہوں گے جن کے مجھے فرانسک لیبارٹری میں ٹیسٹ کرانے ہوں گے۔ اس کے بعد ہی پتہ چل سکے گا کہ وہ لوگ کون تھے اور آپ کی جگہ جو شخص اس اندھی گولی کا شکار بنا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے میں مجھے وقت لگے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں تین گھنٹوں کے بعد کال کروں گا یا کام پورا ہونے کے بعد تم خود ہی مجھ سے رابطہ کر لینا''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں آپ سے خود ہی رابطہ کر لوں گا''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا کر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ کار آگے بڑھا لے گیا۔ پہلے اس نے فلیٹ جانے کا سوچا مگر پھر اس نے فلیٹ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی کار دانش منزل کی جانب موڑ لی۔ اسے دانش منزل گئے ہوئے کئی روز ہو گئے تھے اس لئے اس نے سوچا کہ دانش منزل جا کر بلیک زیرو سے بھی اس کا حال احوال دریافت کر لینا چاہئے۔

یہ ایک ہال نما کمرہ تھا جو آفس کے طرز پر نہایت خوبصورت انداز میں سجا ہوا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک انتہائی نفیس میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد خوبصورت کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔

کمرے کے اطراف میں مہمانوں کے بیٹھنے کا بھی خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔ کمرے کی دیواریں نئے رنگ اور خوبصورت پورٹریٹ سے سجی ہوئی تھیں اور کمرے کی کھڑکیوں پر سرخ رنگ کے ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ اس کے علاوہ پورا کمرہ کارپٹڈ تھا۔ جو نہایت صاف ستھرا ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر نفیس تھا کہ اس میں پاؤں دھنس دھنس سے جاتے تھے۔ اسی طرح میز پر رکھی ہوئی تمام چیزیں بھی انتہائی قیمتی تھیں جنہیں میز پر نہایت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ دائیں طرف ایک فون سیٹ رکھا ہوا تھا۔ جس پر آٹھ

مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ یہ فون سیٹ کسی انٹر کام کی طرح کام کرتا تھا۔ جس کا کنٹیکٹ کسی چھوٹی سی ایکس چینج کے ساتھ تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن دروازے پر ایک قیمتی اور نہایت دبیز پردہ لٹکا ہوا تھا جس کی وجہ سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ کمرے کا مالک اعلیٰ ذوق کا حامل اور انتہائی نفاست پسند معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت کمرہ خالی تھا۔ کمرے کا اے سی آن تھا جس کی وجہ سے کمرہ میں خاصی کولنگ ہو رہی تھی اور کمرے کا درجہ حرارت چھبیس ڈگری سینٹی گریڈ سے بھی کم تھا۔

اسی لمحے دروازے کے باہر قدموں کی آواز ابھری۔ پھر پردہ ہٹا اور پھر کمرے میں ایک دراز قد اور انتہائی ورزشی جسم والا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نوجوان نے نیلی جینز اور ہاف بازو سرخ شرٹ پہن رکھی تھی۔ نوجوان کا سر گنجا تھا اور اس کے دائیں کاندھے پر ایک کوبرا ناگ کا ٹیٹو بنا ہوا تھا۔ جو اس کی گردن سے ہوتا ہوا اس کے کان تک آتا دکھائی دے رہا تھا۔

نوجوان کے کانوں میں سیاہ گاگل نما چشمہ تھا جو اس کی آنکھوں کی بجائے اس کے گنجے سر پر ٹکا ہوا تھا۔ نوجوان کے بازو بے حد مضبوط تھے اور ہاف بازو شرٹ سے اس کے بازوؤں کی پھڑکتی ہوئی مچھلیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں وہ شکل وصورت سے ہی کوئی غنڈہ دکھائی دے رہا تھا اور اس کی جسامت اور اس کے بازوؤں کی پھڑکتی ہوئی مچھلیاں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ عام یا چھوٹا موٹا

غنڈہ نہیں تھا بلکہ وہ انتہائی نامور اور انتہائی لڑاکا ٹائپ کا غنڈہ ہے۔

نوجوان کے ہاتھ میں ایک سرخ جلد والی فائل تھی۔ وہ فائل لے کر میز کی طرف بڑھا۔ اس نے فائل میز پر رکھی اور خود بڑے اطمینان بھرے انداز میں میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔
اس غنڈے اور مار دھاڑ کرنے والے نوجوان کا انداز دیکھ کر تو نہیں لگتا تھا کہ وہ نفاست پسند اور اعلیٰ ذوق کا حامل ہو سکتا ہے لیکن وہ جس بے فکری اور اطمینان سے میز کے پیچھے کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔
ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ اسی کا مخصوص آفس ہو۔

کرسی پر بیٹھ کر وہ چند لمحے غور سے سرخ جلد والی فائل کی طرف دیکھتا رہا جس پر ٹاپ سیکرٹ کے مخصوص الفاظ صاف دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اس نے فائل اٹھائی اور اسے کھول کر دیکھنا شروع ہو گیا۔ فائل میں کمپیوٹر پرنٹڈ پیپرز تھے اور ہر پیپر پر ایک ایک فوٹو گراف لگا ہوا تھا۔ وہ فوٹو گراف پاکیشیا کی بین الاقوامی کرکٹ ٹیم کے تھے۔

نوجوان پیپر پڑھنے کی بجائے پیپر الٹ الٹ کر ایک ایک کر کے ان فوٹو گراف کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ ان تمام کھلاڑیوں کو دیکھ کر ان کی شکلیں اپنی آنکھوں کے پیچھے یادداشت کے پردے پر محفوظ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ابھی وہ فائل میں لگے فوٹو گرافس کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک سائیڈ میں پڑے ہوئے فون سیٹ سے

مترنم گھنٹی کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی فون پر لگا ہوا ایک بٹن چمکنا شروع ہو گیا۔ نوجوان نے چونک کر فون کی جانب دیکھا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی اور ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... نوجوان نے رسیور کان سے لگا کر کسی ناگ کی طرح سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

”شیر سنگھ بول رہا ہوں باس“...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”بولو۔ کیوں کیا ہے فون“...... باس نے اسی انداز میں کہا۔

”ساونت کی کال ہے باس۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے“...... شیر سنگھ نے کہا۔

”ساونت۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ کراؤ بات“...... باس نے ساونت کا نام سن کر چونک کر کہا۔

”یس باس“...... شیر سنگھ نے کہا اور ایک لمحے کے لئے دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر رسیور میں ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور پھر ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ساونت بول رہا ہوں باس“...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک مقامی شخص کی آواز سنائی دی۔

”یس ساونت۔ باس بول رہا ہوں“...... باس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"آپ کا کام ہو گیا ہے باس"...... دوسری طرف سے ساونت نے بغیر کسی تمہید کے کہا تو باس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"گڈ شو۔ کس نمبر کا کام ہوا ہے"...... باس نے پوچھا۔

"آپ نے مجھے اور شنکر کو نمبر تھرٹین کا ٹارگٹ دیا تھا باس"۔ ساونت نے جواب دیا۔

"نمبر تھرٹین۔ اوہ اوکے۔ ایک منٹ میں چیک کر لوں"۔ باس نے کہا اور اس نے اپنے سامنے پڑی ہوئی فائل کھولی اور اس کے صفحات پلٹنے لگا۔ جن صفحات پر کرکٹ کے کھلاڑیوں کے فوٹو گرافس لگے ہوئے تھے ان کے ساتھ نمبر بھی لگے ہوئے تھے۔ کسی کھلاڑی کا نمبر ایک تھا تو کسی کا دو۔ کھلاڑیوں کے علاوہ اس فائل میں چند اور بھی فوٹو گرافس موجود تھے جن کے ساتھ کمپیوٹر پرنٹڈ پیپرز پر ان کی مکمل تفصیل درج تھی۔ صفحات پلٹاتے ہوئے باس نے تیرہ نمبر کا صفحہ کھول کر اپنے سامنے کر لیا۔ اس صفحے پر ایک غیر ملکی آدمی کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ صفحے پر اس شخص کا نام گراہم ڈوساک تھا اور اس کا نمبر تیرہ تھا۔ غیر ملکی نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا مخصوص گرین لباس پہن رکھا تھا اور اس کے سر پر ایک وائٹ ہیٹ بھی موجود تھا۔

تیرہ نمبر اور غیر ملکی کے نام کے نیچے کوچ کے الفاظ بھی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ غیر ملکی کی آنکھیں۔ اس کا رنگ روپ اور اس کی فراخ پیشانی اس کی ذہانت کی غماز تھیں۔ اس غیر ملکی کے

نام اور اس کے رینک کے ساتھ اسے پاکیشیائی کھلاڑیوں کے لباس میں ملبوس دیکھ کر صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کا کوچ ہے۔

"کیا یہ نمبر فائنل ہو گیا ہے"...... باس نے ٹیم کوچ کی فوٹو غور سے دیکھتے ہوئے ساونت سے پوچھا۔

"یس باس۔ اس کی تفصیل ابھی تھوڑی دیر تک آپ کو مل جائے گی"...... ساونت نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شنکر کہاں ہے"...... باس تے پوچھا۔

"وہ میرے ساتھ ہی ہے باس"...... ساونت نے جواب دیا۔

"اوکے۔ تم دونوں ریڈ سائٹ پر چلے جاؤ۔ ضرورت ہو گی تو میں تمہیں خود ہی وہاں کال کر لوں گا"...... باس نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے ساونت تے بغیر کسی عذر کے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے صرف باس کا حکم ماننا ہی سیکھا ہو۔ وہ باس سے یہ سب باتیں کوڈز میں کر رہا تھا اور باس بھی اسے کوڈز میں ہی جواب دے رہا تھا۔ باس نے ساونت کو چند ہدایات دیں اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ باس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک ریموٹ کنٹرول نکال لیا۔ یہ ریموٹ کنٹرول بالکل ٹی وی کے ریموٹ کنٹرول جیسا تھا۔

باس کے سامنے دیوار پر ایک بتیس انچ کی ایل سی ڈی آویزاں تھی۔ سکرین آف تھی البتہ اس کا سٹینڈ بائے کا بلب آن دکھائی

دے رہا تھا۔ باس نے ریموٹ کا ایک بٹن آن کیا تو اچانک سکرین روشن ہوگئی۔ یہ ٹی وی سکرین ہی تھی۔

سکرین پر ایک مقامی چینل آ رہا تھا۔ باس نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ٹی وی کے چینل تبدیل کرنے شروع کر دیئے۔ پھر جیسے ہی اسے ایک مقامی نیوز چینل نظر آیا اس نے فوراً ہاتھ روک لیا۔

نیوز چینل پر ایک بریکنگ نیوز دکھائی جا رہی تھی۔ جس میں بتایا جا رہا تھا کہ شہر کے شمالی چوک پر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔

ٹی وی کا اینکر پرسن ساتھ ساتھ واقعے کی تفصیلات بھی بتا رہا تھا کہ گراہم ڈوساک اپنی ذاتی رہائش گاہ سے نکل کر مخصوص ٹائم پر ٹیم کی کوچنگ کے لئے جڑواں شہر میں موجود اسٹیڈیم کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اپنی لینڈ کروزر میں تھا اور خود ہی لینڈ کروزر ڈرائیو کر رہا تھا۔ جڑواں شہر کی طرف جاتے والے راستے پر چونکہ بے پناہ رش تھا اس لئے وہ اس ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔ پھر جب اس کی لینڈ کروزر ایک چوراہے کے نزدیک پہنچی تو وہ گرین سگنل آن ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن جب سگنل گرین ہوا تو گراہم ڈوساک کی لینڈ کروزر آگے بڑھنے کی بجائے اسی سڑک پر رکی رہی۔ جب اس کی لینڈ کروزر آگے نہ بڑھی تو اس کے پیچھے موجود گاڑیوں نے زور زور سے ہارن بجانے شروع کر دیئے۔ پھر وہاں موجود ایک شخص نے ہمت کی اور وہ آگے آیا تو اسے لینڈ کروزر کی ڈرائیونگ سائیڈ کی

ونڈو کے گلاس میں ایک ہول دکھائی دیا جبکہ باقی گلاس پر سفید لکیروں کا جال سا پھیلا ہوا تھا۔ وہ واضح طور پر گولی کا نشان تھا جیسے گولی چلی ہو اور لینڈ کروزر کی کھڑکی کے شیشے میں سوراخ بناتی ہوئی اندر چلی گئی ہو۔ لینڈ کروزر کے شیشے کلرڈ تھے اس لئے وہ اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن ڈرائیونگ سیٹ کے دروازے کے نیچے سے اسے خون رستا ہوا دکھائی دیا تو وہ پریشان ہو گیا اور پھر اس نے لینڈ کروزر کا دروازہ کھولا تو اسے ڈرائیونگ سیٹ پر ایک غیر ملکی کی لاش دکھائی دی۔ کھڑکی کے شیشے سے گزرنے والی گولی اس غیر ملکی کے سر میں لگی تھی۔ لینڈ کروزر میں غیر ملکی کے سوا کوئی نہیں تھا۔

وہ شخص جس نے لینڈ کروزر میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کوچ کی سب سے پہلے لاش دیکھی تھی وہ اس غیر ملکی کو نہیں پہچانتا تھا لیکن غیر ملکی نے پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا اس سے اس شخص کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا تعلق پاکیشیا کی کرکٹ ٹیم سے ہے۔ اس نے فوراً شور مچانا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہاں چند وارڈن پہنچ گئے۔ وارڈنز نے وہاں سے ٹریفک کلیئر کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں متعلقہ حکام وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے علاقے کو سیل کر دیا۔ پولیس نے لینڈ کروزر اور اس میں موجود لاش دیکھ کر یہ تصدیق کر دی ہے کہ گولی کا شکار ہونے والا غیر ملکی پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا کوچ گراہم ڈوساک ہے۔

پولیس نے لاش اپنے قبضے میں لے کر اسے ایک نزدیکی ہسپتال
میں بھجوا دی ہے جہاں اس لاش کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔ پولیس
اور سیکورٹی کے دوسرے عہدے داروں نے جائے وقوعہ کا جائزہ لینا
شروع کر دیا ہے اور وہاں موجود ٹریفک وارڈن اور ارد گرد کے
مکینوں سے معلومات حاصل کرنا شروع کر دی ہیں۔ لیکن کسی نے
اس بات کی تصدیق نہیں کی ہے کہ وہاں گولی چلنے کی آواز سنائی
دی ہو۔ البتہ کچھ افراد کا کہنا تھا کہ انہوں نے ہائی وے کی جانب
دو گاڑیوں کو تیزی سے مڑتے دیکھا تھا جو اس لینڈ کروزر کے
نزدیک ہی تھیں۔ لینڈ کروزر کی ونڈو کے جس طرف سے گولی چلائی
گئی تھی اس کے ساتھ ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس کار کھڑی تھی۔
سرخ اسپورٹس کار میں ایک کھلنڈرا نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کی کار
پرسن روف تھی جبکہ اس کے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی نجی مشروب
کمپنی کی ایک سیڈان کار کھڑی تھی۔ سیڈان سگنل آن ہوتے ہی
وہاں سے نکل گئی تھی جبکہ سرخ اسپورٹس کار چند لمحے سڑک پر ہی
رکی رہی تھی پھر سرخ اسپورٹس کار بھی تیزی سے اسی طرف چلی گئی
تھی جس طرف سیاہ رنگ کی سیڈان گئی تھی۔

سیڈان اور سرخ اسپورٹس کار نے ہائی وے پر ایک دوسرے
کے پیچھے دوڑیں لگانی شروع کر دی تھیں۔ سرخ اسپورٹس کار والا
شاید سیڈان کے پیچھے جانا چاہتا تھا لیکن سیڈان کا ڈرائیور سڑک پر
موجود دوسری گاڑیوں کو اوور کراس کرتا ہوا نکلتا چلا گیا تھا۔ اس سیاہ

سیڈان نے سڑک پر موجود گاڑیوں کو اوور کراس کرتے ہوئے کئی
گاڑیوں کو ہٹ بھی کیا تھا جس کی وجہ سے اس سڑک پر ٹریفک
بلاک ہو گیا تھا اور سرخ اسپورٹس کار والا پھنس گیا تھا جس کے نتیجے
میں سیاہ سیڈان وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ سیاہ
سیڈان اور سرخ اسپورٹس کار جس انداز میں ہائی وے پر ایک
دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ ان
میں سے کسی ایک کا لینڈ کروزر میں موجود پاکیشیا کرکٹ کے ٹیم کوچ
کو ہلاک کرنے میں ہاتھ ہو سکتا ہے۔ پولیس نے بڑے پیمانے پر
سرخ اسپورٹس کار اور اس نجی مشروب کمپنی کی سیاہ سیڈان کی تلاش
شروع کر دی تھی لیکن ابھی تک نہ سیڈان کا کچھ پتہ چل سکا ہے اور
نہ ہی سرخ اسپورٹس کار والے کا کچھ معلوم ہو سکا ہے۔

باس کچھ دیر تک نیوز دیکھتا رہا۔ نیوز بلیٹن میں بار بار ٹیم کوچ
گراہم ڈوساک کی فائل فوٹو دکھائی جا رہی تھی اور ساتھ ہی یہ بتایا
جا رہا تھا کہ گراہم ڈوساک کو دارالحکومت کے مرکزی چوک پر گولی
مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ سب دیکھ کر باس کے چہرے پر بے
پناہ اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے میز کی سائیڈ
پر پڑا ہوا سرخ رنگ کا ایک مارکر اٹھایا اور پھر اس نے فائل میں لگی
ہوئی گراہم ڈوساک کی تصویر پر کراس کا نشان بنا دیا۔ پھر اس نے
مارکر سائیڈ پر رکھا اور میز سے ایک بال پوائنٹ اٹھایا اور گراہم
ڈوساک کے تفصیلی صفحے پر کچھ لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

کچھ دیر تک وہ اپنا کام کرتا رہا پھر اس نے بال پوائنٹ ایک طرف رکھا اور فائل بند کر کے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی جیسے وہ کچھ دیر ریسٹ کرنا چاہتا ہو۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ اس کے چہرے پر قدرے حیرت اور پھر غصے کے تاثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔

"کیا مطلب۔ ساونت اور شنکر کا کوئی سرخ اسپورٹس کار والا تعاقب کر رہا تھا اور اس کے بارے میں ساونت نے مجھے کوئی رپورٹ ہی نہیں دی ہے"...... باس نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے فون کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن پریس کیا اور پھر رسیور کان سے لگا لیا۔

"یس باس۔ شیر سنگھ بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے شیر سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"میں نے شنکر اور ساونت کو ریڈ سائٹ پر جانے کا حکم دیا تھا۔ دیکھو اگر وہ دونوں ریڈ سائٹ پر پہنچ گئے ہوں تو میری ساونت سے بات کراؤ جلدی"...... باس نے زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... شیر سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور باس نے مزید کوئی بات کئے بغیر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ باس چند لمحے غصے سے ہونٹ بھینچتا رہا جیسے وہ خیالوں ہی خیالوں میں ساونت پر غصہ اتار رہا ہو۔ اچانک مترنم گھنٹی بجی تو باس نے فون سیٹ پر جلتے بجھتے

بلب کو دیکھ کر فوراً ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ ساونت اور شنکر ابھی سائٹ پر نہیں پہنچے ہیں۔ میں نے وہاں پیغام چھوڑ دیا ہے جیسے ہی وہ دونوں وہاں پہنچیں گے وہ یہاں کال کر لیں گے"...... دوسری طرف سے شیر سنگھ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو باس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور اس نے شیر سنگھ سے بغیر کچھ کہے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ابھی اس نے رسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز ابھرنا شروع ہو گئی۔ سیٹی کی آواز سن کر باس بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے فوراً میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک جدید ساخت کا لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکال لیا۔

ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا ایک بلب جل بجھ رہا تھا اور اس سے سیٹی کی آواز آ رہی تھی۔ باس نے ایک بٹن پریس کیا تو ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی۔ باس نے ایک اور بٹن پریس کیا تو سرخ کی جگہ سبز رنگ کا بلب جل اٹھا ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز سنائی دینے لگی جیسے سمندر کی لہریں شور مچا رہی ہوں۔

"ہیلو ہیلو۔ منوہر کالنگ فراہم ہیڈ کوارٹر۔ ہیلو۔ اوور"...... چند لمحوں کے بعد ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز سنائی دی تو باس نے فوراً ایک بٹن پریس کر کے ٹرانسمیٹر منہ کے پاس کر لیا۔

"یس۔ راگھو دادا اٹنڈنگ۔ اوور"...... باس نے جواب میں

کہا۔

''آن لائن رہو راگھو دادا گریٹ باس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اوور''...... دوسری طرف سے اسی طرح سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

''یس۔ کراؤ بات۔ اوور''...... راگھو دادا نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

''ہیلو۔ گریٹ باس بول رہا ہوں۔ اوور''...... چند لمحوں کے بعد ٹرانسمیٹر سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''یس گریٹ باس۔ میں راگھو دادا بول رہا ہوں۔ پاکیشیا سے۔ اوور''...... راگھو دادا نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''راگھو دادا۔ یہ ٹی وی پر جو نیوز چل رہی ہے۔ اس کے بارے میں تم نے ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ کیوں نہیں کی۔ اوور''...... دوسری طرف سے گریٹ باس نے اسی طرح سے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

''مجھے اس سلسلے میں ابھی کچھ دیر پہلے رپورٹ ملی ہے باس۔ ابھی میں اس سلسلے کو کنفرم کر رہا ہوں۔ کنفرم کرنے کے بعد ہی میں آپ کو رپورٹ کر سکتا تھا۔ اوور''...... راگھو دادا نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا کنفرم کر رہے ہو۔ کیا جی ڈی کو ہٹ کرنے میں تمہارا ہاتھ نہیں ہے۔ اوور''...... دوسری طرف سے گریٹ باس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''یہ کام میں نے ہی کرایا ہے۔ میرے آدمی پچھلے کئی دنوں سے

جی ڈی کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اب وہ ان کے ہاتھ لگا تھا تو انہوں نے اسے فوراً ہٹ کر دیا۔ یہ واقعہ ہوئے ابھی ایک گھنٹہ بھی پورا نہیں ہوا ہے۔ میرے آدمیوں نے مجھے مکمل رپورٹ نہیں دی ہے۔ مجھے جب تک مکمل رپورٹ نہ مل جائے اس وقت تک میں آپ کو کیا رپورٹ کر سکتا تھا۔ اوور''...... راگھو دادا نے منہ بنانے والے انداز میں کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھا تھا کہ پاکیشیائی چینل جی ڈی کی ہلاکت کی پرانی خبر چلا رہے ہیں۔ اسی لئے مجھے تم پر غصہ آ رہا تھا کہ تم نے مشن پر کام کرنا شروع کر دیا ہے اور اس سلسلے میں مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔ اوور''...... گریٹ باس نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

''میں اپنے طور پر اور اپنے انداز میں کام کرنے کا عادی ہوں باس۔ مشن ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ میں اس مشن کو اپنے طریقے اور اپنے انداز میں مکمل کروں گا۔ میرا آپ سے معاہدہ ہوا تھا کہ آپ کو مشن کی کامیابی چاہئے اور بس۔ میں اس مشن کو کیسے کامیاب کرتا ہوں یہ سب میری صوابدید پر تھا پھر آپ مجھے کیسے فورس کر سکتے ہیں کہ میں آپ کو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر رپورٹ کرتا رہوں۔ اوور''...... راگھو دادا نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''یہ تم مجھ سے کس انداز میں بات کر رہے ہو راگھو دادا۔ کیا تم

ہوش میں تو ہو۔ اوور''...... دوسری طرف سے گریٹ باس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''اس میں چیخنے والی کون سی بات ہے۔ میں نے تم سے معاہدہ کیا ہے مسٹر ہارنگ کمار۔ میں تمہیں باس صرف اس معاوضے کی وجہ سے مانتا ہوں جو تم نے مجھے مشن مکمل کرنے کے لئے ادا کیا ہے۔ تم پر میں نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ میں کسی کا غلام بن کر کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ میری عادت ہے۔ میں فری لانسر ہوں۔ مجھے فری لانسر ہی رہنے دو۔ اگر تم مجھے اپنی انگلیوں پر نچانے کا خواب دیکھ رہے ہو تو یہ خواب ذہن سے نکال دو۔ راگھو دادا دوسروں کی انگلیوں پر ناچتا نہیں بلکہ دوسروں کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔ اوور''...... راگھو دادا نے اسی طرح سے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر دوسری طرف چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی جیسے گریٹ باس غصے سے دانت کچکچا رہا ہو۔

''ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ مجھے واقعی اپنے مشن کی کامیابی سے مطلب ہونا چاہئے۔ تم یہ مشن کیسے مکمل کرتے ہو یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ لیکن یہ یاد رکھو۔ مشن زیادہ سے زیادہ چار دن کے اندر مکمل ہو جانا چاہئے۔ چار دن بعد فائنل گیم ہے اور فائنل گیم تک پاکیشیا کی ساری ٹیم کو کنارے پر لگانا یا انہیں کافرستان کے مقابلے سے روکنا صرف تمہاری ذمہ داری ہے۔ تمہیں میں نے پہلے ہی فری ہینڈ دے رکھا ہے۔ اب بھی میں تمہیں فری ہینڈ دے دیتا ہوں

اور اب جب تک تم اپنا مشن مکمل کر کے خود مجھے اس سے آگاہ نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمہیں کال نہیں کروں گا۔ اوور''...... گریٹ باس نے اس بار قدرے نرم مگر اسی طرح سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا جیسے چیخ کر بولنا اس کی مخصوص عادت ہو۔

''گڈ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اوور''...... راگھو دادا نے اس بار بے رحمانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم اپنا ہر کام ہاتھ پیر بچا کر کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پاکیشیا کی کسی بھی ایجنسی کی نظروں میں آ جاؤ۔ تمہیں خاص طور پر علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچنا ہے۔ اگر تم ان کی نظروں میں آ گئے یا تمہارے مشن کی انہیں کوئی بھنک مل گئی تو نہ صرف تم ختم ہو جاؤ گے بلکہ وہ تمہارا مشن بھی خاک میں ملا دیں گے اور تمہاری معمولی سی کوتاہی سے کافرستان ایک بہت بڑی کامیابی اور پوری دنیا میں نام کمانے سے محروم رہ جائے گا جو کافرستان کی حکومت ہی نہیں بلکہ کافرستانی عوام کے لئے بھی ناقابل قبول اور ناقابل برداشت ہوگا۔ اوور''۔ گریٹ باس نے کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ یہ مشن سرکاری مشن ہونے کے ساتھ ساتھ کافرستان کے عوام کی امنگوں، ان کی خواہشوں اور ان کے جذبات کو مجروح ہونے سے بچانے کے لئے بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کافرستان، پاکیشیا کو کسی بھی محاذ پر کامیاب ہوتے نہیں دیکھنا

چاہتا اور کافرستانی عوام تو پاکیشیا کے مقابلے میں کافرستان کی کوئی
بھی شکست برداشت نہیں کر سکتی۔ بحیثیت کافرستانی ہونے کے خود
میرے بھی ایسے ہی جذبات ہیں۔ میں اپنے اس مشن کو کامیاب
کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا اور ہمیشہ کی طرح
اس بار بھی کامیابی صرف کافرستان کے ہی حصے میں آئے گی۔
پاکیشیا جس طرح دوسرے میدانوں میں ہم سے مار کھاتا آیا ہے
اسی طرح اس میدان بھی پاکیشیا کو شکست کا ہی سامنا کرنا پڑے گا
اور کافرستان کے مقابلے پر پاکیشیا کو ہر حال میں ناکام ہونا پڑے
گا اس کے لئے مجھے اگر انتہائی اقدام بھی اٹھانے پڑے تو میں ان
سے بھی گریز نہیں کروں گا''...... راگھو دادا نے اس بار بڑے
جذباتی لہجے میں کہا۔

''گڈ شو۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں راگھو دادا کہ تم پاکیشیا جس
مشن پر کام کرنے کے لئے گئے ہو اس مشن پر تم بلیک کوبرا بن کر
نہیں بلکہ راگھو دادا بن کر ہی کام کرو۔ کافرستان کا ایک عام شہری
بن کر اور پاکیشیا کو اس حد تک مجبور کر دو کہ وہ کافرستان کے سامنے
سر اٹھانے کی جسارت بھی نہ کر سکے۔ خواہ وہ جنگ کا میدان ہو یا
کھیل کا میدان۔ اوور''...... گریٹ باس نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا۔ میں یہاں بلیک کوبرا کی حیثیت سے آیا ہی
نہیں ہوں۔ میں یہاں راگھو دادا بن کر کام کر رہا ہوں اور راگھو دادا
بلیک کوبرا سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک ہے۔ بلیک کوبرا کے

کاٹے کا تو کوئی علاج ہو سکتا ہے لیکن راگھو دادا۔ ایک بار راگھو دادا
کے دانت جس کو لگ جائیں تو وہ موت کے منہ میں جانے سے کسی
بھی طرح سے نہیں بچ سکتا ہے۔ میں نے راگھو دادا کی حیثیت سے
ہی تم سے یہ مشن حاصل کیا تھا اور وہ بھی انتہائی کم معاوضے پر۔
اگر میں بلیک کوبرا بن کر تم سے یہ مشن حاصل کرتا تو تم شاید مجھے
ہائر ہی نہ کرتے۔ اوور''...... راگھو دادا نے بڑے غرور بھرے لہجے
میں کہا۔

''میں جانتا ہوں راگھو دادا۔ تم نے یہ مشن اپنی دلچسپی اور
کافرستان کے مفاد کے لئے اپنی مرضی سے مجھ سے حاصل کیا تھا۔
بہرحال اس مشن کی کامیابی صرف تمہاری یا میری کامیابی نہیں ہے۔
یہ مشن کافرستان کے عوام کا مشن ہے جس کی کامیابی کے لئے وہ
پچھلے کئی روز سے مسلسل جاگ رہے ہیں۔ تم چونکہ پاکیشیا میں ہو
اس لئے تم نہیں جانتے کہ اس وقت کافرستانی عوام کے کیا جذبات
ہیں۔ کافرستان کا بچہ بچہ اس وقت نہ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے۔ ان
سب کی بس یہی ایک سوچ ہے کہ پاکیشیا کے مقابلے میں کافرستان
کو کامیابی مل جائے اس لئے کافرستان کا ہر چھوٹا بڑا پراتھنا میں دن
رات گزار رہا ہے۔ ہر کوئی صرف کافرستان کی کامیابی کے لئے پوجا
پاٹ کر رہا ہے۔ میں اور کافرستانی حکومت جانتی ہے کہ اگر اس بار
ہمیں پاکیشیا سے شکست ہوئی تو کافرستان میں خوفناک فسادات
شروع ہو جائیں گے۔ کافرستانیوں کے جہاں مسلم افراد کے خلاف

جذبات بھڑک اٹھیں گے وہیں وہ کافرستانی حکومت کے خلاف بھی اٹھ کھڑے ہوں گے اور یہ سلسلہ کسی ایک شہر یا گاؤں کا نہیں ہو گا بلکہ پورا کافرستان ان فسادات کی لپیٹ میں آجائے گا اور ہمیں کافرستانیوں کو فسادات سے روکنے اور ملک کی بقاء کے لئے
ہر حال میں فائنل گیم جیتنی ہو گی۔ ہر حال میں اور ہر صورت میں۔ اوور''...... گریٹ باس نے کہا۔

''فائنل گیم ہماری ہے گریٹ باس۔ اس گیم کو کامیاب کرانے کے لئے میں نے اپنے مشن کا آغاز کر دیا ہے اور اس سلسلے میں پہلا شکار بھی کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے اس کی بھی میں نے مکمل تیاری کر رکھی ہے۔ فائنل گیم میں جاتے سے پہلے میں پاکیشیائی کھلاڑیوں کی ایسی حالت کر دوں گا کہ وہ کسی بھی صورت میں میدان میں اترنے کے قابل نہیں رہیں گے اور اگر وہ میدان میں اترے بھی تو ان کی حالت ایسی ہو گی کہ وہ کھیل کے میدان میں چند لمحے بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ہر حال میں شکست ان کا مقدر ہو گی۔ ایسی شکست جس کی یاد ان کے دلوں میں صدیوں تک رہے گی۔ اوور''...... راگھو دادا نے سرد لہجے میں کہا۔

''ویل ڈن۔ تمہارے جذبات سن کر مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ فائنل گیم صرف اور صرف کافرستان کے لئے ہے اور اس گیم میں پاکیشیا کسی بھی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ویل ڈن راگھو دادا۔ ویل ڈن۔ اوور''...... گریٹ باس نے کہا اور اس کے

منہ سے تعریفی جملے سن کر راگھو دادا کا چوڑا سینہ اور زیادہ چوڑا ہو گیا اور اس کی گردن مزید اکڑ گئی۔

''راگھو دادا کا نام کامیابی کی علامت ہے گریٹ باس۔ بلیک کوبرا ہو یا راگھو دادا۔ ایک بار جو مشن ہاتھ میں لے لیتا ہے اس کی لغت سے ناکامی کا لفظ ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتا ہے۔ اوور''...... راگھو دادا نے بڑے کروفر بھرے لہجے میں کہا۔

''بہرحال تمہیں جو بھی کرنا ضرور کرو لیکن میں تمہیں ایک بار پھر علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے دور رہنے کا مشورہ دوں گا۔ اوور''...... گریٹ باس نے کہا۔

''اس معاملے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران جیسے انسان کا کیا کام ہو سکتا ہے۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ ہیں جن کا کام پاکیشیا کے مفادات کی حفاظت کرنا ہے۔ کرکٹ اور اس جیسے دوسرے کھیلوں سے بھلا ان کا کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اوور''...... راگھو دادا نے منہ بنا کر کہا۔

''تم علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو نہیں جانتے۔ خاص طور پر عمران کو ہر پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی عادت ہے۔ بظاہر تم پاکیشیا کے کسی مفادات کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں گئے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں جو مشن دیا گیا ہے اس مشن سے کافرستان کی طرح پاکیشیا کے عوام نے بھی بہت سی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ کافرستان کی طرح پاکیشیائی عوام بھی پاکیشیا کو

کسی بھی میدان میں شکست سے دوچار ہوتے برداشت نہیں کر سکتی ہے چاہے وہ جنگ کا میدان ہو یا کھیل کا۔ یہ معاملہ چونکہ عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتا ہے اس لئے عمران جیسا انسان بھی اس معاملے میں کود پڑا تو ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اس لئے تمہیں جو بھی کرنا ہے اسے سوچ سمجھ کر اور باقاعدہ پلاننگ کے تحت کرو وہ بھی اس انداز میں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس تو کیا پاکیشیا کی کسی عام ایجنسی کو بھی تمہارے مشن کی خبر نہ ہو سکے اور سو فیصد کامیابی آسانی سے کافرستان کی جھولی میں آ گرے۔ اوور“۔ گریٹ باس نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں سمجھ رہا ہوں۔ اب تک جو میں نے پلاننگ کی ہے وہ انتہائی سیکرٹ اور فول پروف ہے اور میں حالات کے مطابق اپنی پلاننگ میں رد و بدل بھی کرتا رہوں گا تاکہ ایف پی مشن میں کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے اور اس مشن کی کسی کو بھنک بھی نہ مل سکے۔ اوور“...... راگھو دادا نے کہا۔

”گڈ۔ مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔ اگر ممکن ہو سکے تو مجھے فائنل گیم مشن کے مکمل ہونے تک بدلتے ہوئے حالات کے بارے میں انفارم کرتے رہنا ہو سکتا ہے کسی معاملے میں تمہیں میری کسی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔ اوور“...... گریٹ باس نے کہا۔

”ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ میں بہتر طور پر اپنا کام کرنا جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں تمہیں حالات سے باخبر رکھنے کی

کوشش کرتا رہوں گا۔ بس تم مجھے اپنے طور پر کام کرنے دو۔ میں اپنے کام میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا اور خاص طور پر جب میں کام کر رہا ہوتا ہوں اور اس کے باوجود مجھ سے سخت انداز میں بات کی جائے تو میرا دماغ گھوم جاتا ہے اور جب میرا دماغ گھوم جائے تو پھر میں اپنے پرائے کی تمیز بھی بھول جاتا ہوں اور پھر میں یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس میں میرا نقصان ہوتا ہے یا کسی اور کا۔ اس لئے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم جب بھی مجھ سے بات کرو تو مجھ سے لاکھ کڑواہٹ سہی مگر مسکرا کر اور نرم لہجے میں بات کیا کرو تاکہ میں اپنا وعدہ اور اپنا کام ٹھیک طور پر انجام دے سکوں اور مجھے تم سے جواباً سخت رویہ اختیار نہ کرنا پڑے۔ اوور“۔ راگھو دادا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں سمجھ گیا ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ آئندہ تم سے نرم انداز میں بات کر سکوں۔ اوور“...... دوسری طرف سے گریٹ باس کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”تم میرے بارے میں جانتے ہو میں پیار کی زبان سمجھتا ہوں۔ پیار سے اگر تم مجھے گلا کاٹنے کا بھی کہو گے تو میں بغیر کچھ پوچھے اپنا گلا کاٹ لوں گا اور اگر تم مجھ سے سخت انداز میں بات کرو گے یا طنز کرو گے تو پھر میرا رویہ بھی سخت اور جارحانہ ہی ہو گا۔ اوور“...... راگھو دادا نے اسی انداز میں کہا۔

”کہا تو ہے کہ میں کوشش کروں گا۔ اب تم اپنی سنجیدگی چھوڑو

اور اپنے کام کی طرف توجہ دو۔ ہمارے پاس صرف چار دن باقی ہیں بلکہ چار دن کیوں صرف تین دن۔ چوتھے دن تو فائنل گیم ہے اور اس سے پہلے تمہیں اپنا کام پورا کرنا ہے۔ اوور"...... گریٹ باس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ اوور"...... راگھو دادا نے کہا اور دوسری طرف سے گریٹ باس نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔

"ہونہہ۔ میں یہاں گریٹ ایجنسی کے کہنے پر جس مشن پر کام کرنے کے لئے آیا ہوں اس کے لئے میں نے پہلے روز ہی گریٹ باس سے کہہ دیا تھا کہ جب تک میرا مشن پورا نہ ہو جائے مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے لیکن پتہ نہیں کیوں گریٹ باس دوسروں کا غصہ بھی مجھ پر نکالنے کی کوشش کرتا ہے"...... راگھو دادا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس نے بڑے غصیلے انداز میں ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے دراز میں رکھا اور زور سے دراز بند کر دی۔ اسی لمحے ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ راگھو دادا نے ناگواری سے فون سیٹ کی جانب دیکھا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔ شاید گریٹ باس کے سخت رویے کا اب بھی اس پر اثر باقی تھا اور اب وہ شاید اپنے ساتھیوں پر گریٹ باس کا غصہ نکالنا چاہتا تھا اس لئے اس کا لہجہ انتہائی سخت اور کاٹ کھانے والا ہو گیا تھا۔

"شیر سنگھ بول رہا ہوں باس"...... دوسری جانب سے شیر سنگھ

نے باس کی غصیلی آواز سن کر سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"بولو۔ کیوں کال کی ہے"...... راگھو دادا نے اسی انداز میں کہا۔

"وہ ساونت اور شنکر ریڈ سائٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ ساونت کی کال ہے آپ کے لئے"...... شیر سنگھ نے اسی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ کراؤ بات"...... راگھو دادا نے غراہٹ بھرے انداز میں کہا۔

"یس باس"...... شیر سنگھ نے کہا اور کلک کی آواز کے ساتھ اس کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی پھر دوسری کلک کی آواز سنائی دی۔

"یس باس۔ ساونت بول رہا ہوں"...... رابطہ ملتے ہی ساونت کی آواز سنائی دی۔

"ایم ٹی پر آؤ۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے"...... راگھو دادا نے کرخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ساونت کا جواب سنے بغیر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ رسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے دوبارہ دراز سے وہی ٹرانسمیٹر نکال لیا جس پر کچھ دیر قبل وہ گریٹ باس سے بات کر رہا تھا۔ اس نے ساونت کو ماسٹر ٹرانسمیٹر پر کال کرنے کا کہا تھا تاکہ وہ اس سے کھل کر بات کر سکے۔ ماسٹر ٹرانسمیٹر جسے کوڈ میں ایم ٹی کہا جاتا تھا اس ٹرانسمیٹر کی کال نہ تو کہیں سنی جا سکتی تھی اور نہ کہیں کیچ کی جا سکتی تھی۔

چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو راگھو دادا نے فوراً بٹن پریس کیا اور ٹرانسمیٹر آن ہو گیا۔

"یس باس۔ ساونت بول رہا ہوں۔ اوور"...... دوسری جانب سے ساونت کی آواز سنائی دی۔

"تم نے تھرٹین کو ہٹ کیا تھا اور تمہارے پیچھے کوئی اسپورٹس کار والا لگ گیا تھا اس کے بارے میں تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ اوور"...... راگھو دادا نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ وہ ایک معمولی سا انسان تھا باس۔ اس نے میرے پیچھے آنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ جانتے ہیں کہ جب کسی گاڑی کا سٹیئرنگ شنکر کے ہاتھ میں ہو تو وہ عام گاڑی کو بھی فائٹر طیارے کی طرح سے اُڑانے کا فن جانتا ہے اور ہوا بھی ایسا ہی تھا جو نوجوان ہماری کار کا تعاقب کر رہا تھا اسے شنکر نے آسانی سے ڈاج دے دیا تھا اس لئے میں نے اس کے بارے میں آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اوور"...... ساونت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور وہ شخص تمہارے پیچھے لگا ہی کیوں تھا کیا اس نے تمہیں نمبر تھرٹین پر گولی چلاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اوور"...... راگھو دادا نے پوچھا۔

"نو باس۔ میں اور شنکر کافی دیر سے نمبر تھرٹین کا پیچھا کر رہے تھے۔ ہم جس کار میں سوار تھے وہ ایک مشروب بنانے والی نجی کمپنی کی ملکیت تھی جو شنکر چوری کر کے لایا تھا۔ ہم نے اس کار کا نمبر

بدل دیا تھا اور ہم ایسی جگہ پر جا کر رک گئے کہ جیسے ہی نمبر تھرٹین اپنی رہائش گاہ سے باہر آئے گا میں اسے ہٹ کر دوں گا لیکن نمبر تھرٹین کی جہاں رہائش گاہ ہے وہاں ایک چیک پوسٹ ہے اور اس سڑک پر سخت سیکورٹی بھی تھی اس لئے میں وہاں سے نمبر تھرٹین کو نشانہ بنانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اس لئے میرے کہنے پر شنکر نے نمبر تھرٹین کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ شہر میں کافی رش تھا لیکن اس کے باوجود ہم نمبر تھرٹین کی گاڑی کے نزدیک رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ رش شہر کے شمال تک تھا۔ نمبر تھرٹین جڑواں شہر تک جانے کے لئے جو راستہ اختیار کرتا تھا وہاں بھی زبردست ٹریفک جام تھا اور اس قدر ٹریفک میں اگر ہم نمبر تھرٹین پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تو وہاں سے ہمارا بھی بچ کر نکلنا مشکل ہو جاتا اس لئے ہم اپنی گاڑی نمبر تھرٹین کی گاڑی کے ساتھ ساتھ لے جا رہے تھے تاکہ چوراہے کے نزدیک جا کر ہم اس پر حملہ کریں اور وہاں سے آسانی سے نکل جائیں۔ میرے پاس سُپر سٹینڈرڈ گن تھی جس پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ جب ہماری اور نمبر تھرٹین کی گاڑی چوراہے کے نزدیک پہنچی تو اچانک ہماری اور نمبر تھرٹین کی گاڑی کے درمیان میں ایک چھوٹے سائز کی اسپورٹس کار آ کر رک گئی جس میں ایک احمق سا نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس گاڑی کو درمیان میں آتے دیکھ کر میں پریشان ہو گیا تھا۔ ہم اس نوجوان کی گاڑی کے بائیں طرف تھے جبکہ نمبر تھرٹین کی گاڑی اسپورٹس کار کی

دوسری طرف دائیں جانب تھی۔ اسپورٹس کار کی کھڑکیاں نہیں تھیں اس گاڑی پر صرف ایک سن روف تھی اس لئے میں نے موقع ملتے ہی اپنی گاڑی کا تھوڑا سا شیشہ کھول کر نمبر تھرٹین کی گاڑی پر فائر کر دیا تھا۔ میں نے نمبر تھرٹین کی گاڑی پر جس اینگل سے فائر کیا تھا۔ اس اینگل سے گولی اسپورٹس کار میں موجود نوجوان کے چہرے کے قریب سے گزرتی ہوئی نمبر تھرٹین کی سائیڈ ونڈو کے شیشے میں سوراخ کرتی ہوئی گزری تھی۔ نمبر تھرٹین کی گاڑی کے شیشے کلرڈ تھے لیکن میں نے چونکہ خاص فریم اور گلاسز والا چشمہ لگا رکھا تھا اس لئے مجھے نمبر تھرٹین واضح دکھائی دے رہا تھا۔ میری گولی اس کی گاڑی کے شیشے میں سوراخ بناتی ہوئی ٹھیک اس کی کھوپڑی میں گھس گئی تھی اور وہ وہیں الٹ گیا تھا۔ جیسے ہی نمبر تھرٹین کو گولی لگی میں نے شنکر کو فوراً وہاں سے نکلنے کا کہہ دیا۔ شنکر نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر گاڑی وہاں سے نکال لی۔ جب ہم دوسری سڑک کی جانب مڑے تو اس وقت اسپورٹس کار وہیں رکی ہوئی تھی لیکن پھر اچانک وہ تیزی سے اسی سڑک کی جانب مڑی جس طرف ہم مڑے تھے۔ اسپورٹس کار والا ہماری کار کے پیچھے آ رہا تھا یہ دیکھ کر شنکر نے کار کی رفتار تیز کر لی اور پھر وہ سڑک پر موجود دوسری گاڑیوں کو اوور ٹیک اور بچ کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا جس سے اسپورٹس کار والے نوجوان کے لئے سڑک پر راستہ بلاک ہو گیا تھا اور اسے ہمارے پیچھے آنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ ہم اسے وہاں سے

آسانی سے ڈاج دے کر نکل آئے تھے۔ اوور“...... ساونت نے جواب میں راگھو دادا کو پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کون تھا وہ نوجوان۔ کیا تم نے اسے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ اوور“...... راگھو دادا نے پوچھا۔

”نو باس۔ وہ دیکھنے میں کوئی کھلنڈرا اور احمق سا نوجوان دکھائی دے رہا تھا جس کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ اوور“...... ساونت نے جواب دیا۔

”احمق نوجوان۔ اگر وہ احمق ہوتا تو وہ تمہارا تعاقب کیوں کرتا۔ اوور“...... راگھو دادا نے غرا کر کہا۔

”لیکن باس۔ جب ہم اسے ڈاج دے کر نکل آئے ہیں تو وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہم نے کار چوری کی تھی جو ہم نے شہر سے باہر لے جا کر چھوڑ دی ہے۔ ہم نے کار میں اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے۔ نہ کوئی سامان اور نہ فنگر پرنٹس۔ اوور“...... ساونت نے کہا۔

”ہونہہ۔ مجھے اس نوجوان کا حلیہ بتاؤ۔ اوور“...... راگھو دادا نے کہا تو دوسری طرف سے ساونت اسے عمران کا حلیہ بتانے لگا۔

عمران کا حلیہ سن کر راگھو دادا بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا کہا۔ دوبارہ بتانا اس کا حلیہ۔ اوور“...... راگھو دادا نے کہا تو ساونت نے اسے پھر عمران کا حلیہ بتانا شروع کر دیا اور عمران کا حلیہ سن کر راگھو دادا کے چہرے پر سے ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔

''اوہ۔ تم جس آدمی کا مجھے حلیہ بتا رہے ہو جانتے ہو وہ کون
ہے۔ اوور''...... راگھو دادا نے غراتے ہوئے کہا۔
''نو باس۔ میں نہیں جانتا۔ اوور''...... ساونت نے جواب دیا۔
''نانسنس۔ وہ دنیا کا عیار ترین انسان عمران ہے۔ علی عمران
جسے دنیا کا سب سے خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ کہا جاتا ہے۔
اوور''...... راگھو دادا نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔
''علی عمران۔ ایجنٹ۔ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس۔
اوور''...... دوسری طرف سے ایجنٹ کا سن کر ساونت نے بری طرح
سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نانسنس۔ وہ علی عمران ہے اور اب مجھے
یاد آ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ سرخ رنگ کی ٹوسیٹر اسپورٹس کار استعمال کرتا
ہے۔ اوہ گاڈ۔ یہ تم نے کیا کر دیا۔ عمران تمہارا تعاقب کر رہا تھا اور
تم کہہ رہے ہو کہ وہ نوجوان تمہارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ نانسنس۔
اوور''...... راگھو دادا نے گرجتے ہوئے کہا۔
''لل۔ لل۔ لیکن باس''...... دوسری طرف سے ساونت نے
بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنا چاہا۔
''شٹ اپ یو نانسنس۔ میں یہاں جس قدر ہاتھ پیر بچا کر کام
کر رہا ہوں اور تم میرا اتنا ہی کام بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تم
نے علی عمران کی موجودگی میں پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کے کوچ پر گولی
چلائی تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ آسانی سے تمہیں چھوڑ دے

گا۔ تم نے کار چوری کی تھی اور اسے ڈاج دے کر نکل آئے تھے
اور وہاں تم نے اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا لیکن اس کے باوجود علی
عمران ایسا انسان ہے جو تمہاری بو سونگھتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا اور
پھر وہ تمہارا کیا حشر کرے گا اس کا شاید تم اندازہ بھی نہ لگا سکو۔
نانسنس۔ اوور''...... راگھو دادا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
''اوہ۔ سوری باس۔ ویری سوری۔ اگر ہمیں ذرا بھی اندازہ ہوتا
کہ ہمارا تعاقب عمران کر رہا ہے تو ہم اسے وہیں ہلاک کر دیتے۔
ہم نے تو فوراً وہاں سے نکلنے کو ترجیح دی تھی۔ اوور''...... دوسری
طرف سے ساونت نے پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔
''نانسنس۔ تمہاری وجہ سے میرا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اب
مجھے جلد سے جلد کچھ کرنا پڑے گا ورنہ میں یہاں جس مقصد کے
لئے آیا ہوں وہ مقصد کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ اوور''...... راگھو دادا
نے غراتے ہوئے کہا۔
''میرے لئے کیا حکم ہے باس۔ آپ جو کہیں گے میں اور شنکر
وہی کریں گے۔ اوور''...... ساونت نے اسی انداز میں کہا۔
''فی الحال تم ریڈ سائٹ میں رہو۔ اب مجھے ہر حال میں تمہیں
اور شنکر کو یہاں سے نکالنا ہو گا اگر عمران اور اس کے ساتھی تم دونوں
تک پہنچ گئے تو ان کا مجھ تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔ تمہیں میں
آج رات ہی واپس کافرستان بھجوانے کا بندوبست کرتا ہوں۔
اوور''...... راگھو دادا نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ یہی مناسب رہے گا۔ اوور"...... ساونت نے جواب دیا۔

"او کے۔ جب تک میں نہ کہوں تم دونوں اب سائٹ سے باہر نہیں نکلو گے سمجھے تم۔ اوور"...... راگھو دادا نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"...... ساونت نے جواب دیا اور راگھو دادا نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی ٹپک رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں سوچ و بچار کے سائے رینگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"شیر سنگھ بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے شیر سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"باس بول رہا ہوں"...... راگھو دادا نے کہا۔

"یس باس حکم"...... شیر سنگھ نے راگھو دادا کی آواز پہچان کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"شیر سنگھ۔ ریڈ سائٹ پر موجود راون سے کہو کہ وہ شنکر اور ساونت کو آف کر دے اور ان کی لاشیں برقی بھٹی میں جلا کر راکھ کر دے۔ یہ کام ابھی اور اسی وقت ہو جانا چاہئے"...... راگھو دادا نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے شیر سنگھ نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت ضرور تھی کہ راگھو دادا شنکر اور ساونت کی ہلاکت کے

احکامات کیوں دے رہا ہے لیکن وہ راگھو دادا سے کوئی سوال نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ یس باس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"اور سنو۔ راون سے کہنا کہ جب وہ ان دونوں کا کام تمام کر دے تو وہ میرے پاس آ جائے۔ میں نے اسے ایک اہم ذمہ داری سونپنی ہے"...... راگھو دادا نے کہا۔

"یس باس۔ میں کہہ دیتا ہوں"...... شیر سنگھ نے اسی طرح مؤدبانہ انداز میں جواب دیا اور راگھو دادا نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"لو عمران میں نے اپنی طرف آنے والے تمام ثبوت ختم کر دیئے ہیں۔ اب تم لاکھ سر پٹکتے رہو لیکن تم یہ کبھی نہیں جان سکو گے کہ پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو کس نے اور کیوں قتل کرایا ہے"...... راگھو دادا نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سفاکی اور عیاری کی چمک تھی جو اس کے چہرے پر ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

''بڑے تھکے تھکے سے لگ رہے ہیں جیسے میلوں پیدل دوڑ لگاتے ہوئے آئے ہوں''...... سلام و دعا کے بعد بلیک زیرو نے عمران کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا جس پر واقعی تھکاوٹ کے تاثرات نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔

''جس ملک کا سارا نظام ہی بگڑا ہوا ہو۔ سڑکیں تنگ ہوں۔ تیز رفتار گاڑیاں بیل گاڑیاں بنی ہوئی ہوں تو گاڑیوں میں سفر کرنے کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے آدمی میلوں پیدل دوڑ لگا کر ہی آیا ہو''...... عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کراہ کر کہا۔

''میں سمجھا نہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''دانش منزل میں رہنے کے باوجود تم میں اب تک دانش نہیں

آئی تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ سمجھ تو اسی کو آتی ہے جس کے پاس دانش ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جواب میں بلیک زیرو بھی مسکرا دیا۔

''جب آپ دانش منزل میں آتے ہیں تو دانش منزل کی دانش بھی ادھر ادھر ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ ایک جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے اور جب دانش منزل کی دانش ادھر ادھر ہو جائے تو پھر مجھے آپ کی دانش پر ہی دھیان دینا پڑتا ہے''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''تو میں تمہاری نظر میں دانش مند ہوں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری نظر میں تو آپ نجانے کیا کیا ہیں۔ اگر میں نے آپ کو بتانا شروع کر دیا تو صبح سے شام، شام سے رات اور رات سے پھر صبح ہو جائے گی''...... بلیک زیرو نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو بتا دو نا سب کچھ۔ چیف جب مجھ جیسے حقیر فقیر کی تعریف کرے گا تو اس سے میرا امیج اور بڑھ جائے گا۔ ہو سکتا ہے میرا بڑھا ہوا امیج دیکھ کر ہی تنویر کو کچھ شرم آ جائے اور وہ جو میرے راستے کی کنکریٹ کی دیوار بنا ہوا ہے خود ہی شرمندہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے''...... عمران نے کہا تو اس بار بلیک زیرو ہنس پڑا۔

''چیف تو شاید ہی کبھی آپ کی تعریف کرے اور وہ بھی ممبران

کے سامنے۔ آپ کہیں تو میں یہاں اکیلے میں آپ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''لو بھلا اکیلے میں میری تعریف کرنے سے کیا ہو گا۔ مزہ تو تب آئے گا جب تم سب ممبران کے سامنے میری تعریف کرو اور اتنی تعریف کرو کہ سب اٹھ کر تالیاں بجانا شروع کر دیں اور جولیا کا رنگ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو جائے اور وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھنا شروع کر دے کہ میں بے ہوش ہو جاؤں''۔ عمران نے کہا۔

''جولیا کا رنگ تو سرخ ہو جائے گا۔ آپ کی تعریف سن کر تنویر بے چارے کا کیا ہو گا''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کا بھی رنگ بدلے گا البتہ وہ سرخ ہونے کی بجائے لال پیلا ہو جائے گا لیکن چیف کے آگے مجال ہے اس کی جو وہ لال پیلا ہو کر دکھا سکے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو کی ہنسی تیز ہو گئی۔

''تو پھر میں بلاؤں میٹنگ''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''میٹنگ۔ کیوں''...... عمران نے کہا۔

''وہ سب میٹنگ روم میں جمع ہوں گے تب ہی تو میں ان کے سامنے آپ کی تعریف کروں گا''...... بلیک زیرو نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''کہو گے کیا ان سے''...... عمران بھی شاید موڈ میں تھا اس نے

مسکرا کر کہا۔

''کہنا کیا ہے۔ میں صرف انہیں آپ کی اصلیت بتاؤں گا۔ پھر سب نہ صرف آپ کی عزت میں تالیاں بجائیں گے بلکہ آپ کے احترام میں اٹھ کر کھڑے بھی ہو جائیں گے اور تنویر وہ تو شاید آپ کے سامنے سر بھی نہ اٹھا سکے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''مم مم۔ مطلب''...... عمران نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

''یہ کہ اصل ایکسٹو آپ ہیں اور میں تو آپ کے حکم کا غلام ہوں۔ محض ایک کالا زیرو''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے بے اختیار اپنا سر پکڑ لیا۔

''ممبران چیف کو ایک انتہائی ادھیڑ عمر اور سخت گیر انسان سمجھتے ہیں جس کے سینے میں دل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے اگر تم نے ان پر میری حقیقت ظاہر کر دی تو جولیا کو بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ اس انسان کو پسند کرتی ہے جس کے سینے میں دل ہی نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میری ظاہری عمر پر بھی شک کرنا شروع کر دے۔ ایسی صورت میں میری جگہ تنویر کا زیادہ سکوپ بن جائے گا اور آخر میں مجھے ہی تنویر کے حق میں دستبردار ہونا پڑے گا''...... عمران نے کراہ کر کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''اچھا آپ نے بتایا نہیں کہاں سے آئے ہیں اور اس قدر تھکے ہوئے کیوں لگ رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

"جب تھکن اترے گی اور فریش ہو جاؤں گا تو بتا دوں گا۔ تم ایک کپ چائے لا دو تب تک یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ اس تھکے ماندے اور غریب آدمی پر دن دہاڑے گولی کیوں چلائی گئی تھی اور گولی چلانے والا کون تھا"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

"آپ پر گولی چلائی گئی تھی۔ کیا مطلب"...... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"گولی چلانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے میں اپنے ہر دشمن کی آنکھ کا کانٹا بنا ہوا ہوں اور ہر کوئی مجھے اپنی آنکھ سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے اب وہ کون ہے اور میری اس سے کیا دشمنی ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی یا پھر ٹائیگر اس کے بارے میں کوئی سراغ لگا لے تب ہی اس کا کچھ اتہ پتہ مل سکے گا پھر میں اس سے پوچھوں گا کہ بھائی میں نے کب تمہاری دم پر پاؤں رکھا تھا جس کے بدلے میں تم میرے سر میں گولی مارنا چاہتے تھے اور مجھے کنوارا ہی ہلاک کرنا چاہتے تھے"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے بلیک زیرو کو ساری تفصیل بتا دی۔

"کیا یہ واقعہ شہر کے شمالی چوک پر ہوا تھا"...... بلیک زیرو نے پوچھا اس کے لہجے میں قدرے حیرت کا عنصر تھا۔

"ہاں۔ کیوں کیا تم بھی وہیں موجود تھے"...... عمران نے چونک

کر پوچھا۔

"نہیں۔ وہاں ہونے والے واقعے کی رپورٹ ٹی وی پر آ رہی تھی وہ میں نے دیکھی تھی"...... بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"آج کا میڈیا واقعی بہت تیز ہو گیا ہے۔ کہیں کوئی واقعہ ہوا نہیں اور وہ فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے واقعے کو وہ اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ عام آدمی بھی خواہ مخواہ ہراساں ہو جاتا ہے"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپ پر چلائی جانے والی گولی لینڈ کروزر میں کسے لگی تھی"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میرا خدشہ درست تھا۔ گولی لینڈ کروزر میں موجود کسی شخص کو لگ گئی تھی"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں اور وہ شخص موقع پر ہی ہلاک ہو گیا تھا"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کون تھا وہ بے چارہ جو میری جگہ بے موت مارا گیا ہے"۔ عمران نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا غیر ملکی کوچ تھا وہ"...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کوچ"...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ اس کا نام گراہم ڈوساک تھا اور وہ کاسٹریا سے خاص طور پر پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کی کوچنگ کے لئے ہائر کیا گیا تھا۔ وہ پچھلے دو سالوں سے پاکیشیائی ٹیم کی کوچنگ کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور اس کی کوچنگ میں پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کا نہ صرف پوری دنیا میں مورال بلند ہو رہا تھا بلکہ پاکیشیائی ٹیم پہلے سے زیادہ مضبوط اور کھیل کے میدان میں کامیاب ثابت ہو رہی تھی"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میری وجہ سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا ایک اہم ستون گر گیا ہے جو ان کی کامیابیوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا"...... عمران نے اور زیادہ افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ گراہم ڈوساک پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے لئے واقعی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ اس نے پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کی اس قدر سخت اور بہترین ٹریننگ کرنی شروع کر دی تھی کہ پاکیشیا جس کا سورج کرکٹ کی دنیا میں ڈوبتا جا رہا تھا وہ ایک بار پھر طلوع ہو کر ہر طرف اپنا اور ملک کے نام کی روشنی بکھیرنا شروع ہو گیا تھا اور پاکیشیائی عوام جن کے دلوں سے پاکیشیا کرکٹ کی کامیابی کا تصور بھی ختم ہوتا جا رہا تھا۔ پاکیشیا کی کامیابیاں دیکھ کر ان میں ایک بار پھر پاکیشیا کرکٹ کے لئے جوش و جذبہ ابھر آیا تھا اور اس بار جو انٹرنیشنل گیمز ہو رہی ہیں اس میں پاکیشیا نے جس غیر معمولی انداز

میں کامیابیاں حاصل کی ہیں اس سے تو پاکیشیائی عوام کا جوش اور جذبہ جنون کی حد تک جا پہنچا ہے۔ لوگوں میں کرکٹ کا کریز اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ میچ کے دوران لوگ کھانا پینا، سونا جاگنا تک بھول جاتے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اسے کرکٹ کا کریز نہیں کرکٹ کا بخار کہتے ہیں"...... عمران نے منہ بنا کر کہا اور بلیک زیرو ہنس پڑا۔

"جو بھی ہو۔ لوگ کرکٹ کا میچ دیکھنے کے لئے اس حد تک دیوانے ہو جاتے ہیں کہ جب بھی کوئی میچ شروع ہوتا ہے سڑکیں، گلیاں اور بازار ویران ہو جاتے ہیں۔ دن کا میچ ہو تو لوگ کاروبار کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ دفتروں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاضریاں کم ہو جاتی ہیں اور تو اور بڑوں کے ساتھ بچے بھی کرکٹ میچ دیکھنے بیٹھ جائیں تو نہ انہیں سکول جانے کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہوم ورک کرنے کی۔ سب ٹی وی کے آگے بیٹھے رہتے ہیں جیسے کرکٹ میچ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا ہو اور میچ دیکھ دیکھ کر ہی وہ اپنی بھوک پیاس بھی مٹا لیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں میں شعور کب جاگے گا جتنا وہ کرکٹ کا کریز کرتے ہیں اگر اتنا ہی دھیان بچے اپنی پڑھائی پر اور بڑے اپنے کاموں پر دیں تو پاکیشیا دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر سکتا ہے۔ جسے دیکھو وہ کرکٹ کا دیوانہ بنا ہوا ہے۔ چاہے کسی کو کرکٹ کی الف ب کا بھی پتہ نہ ہو پھر بھی وہ ٹی وی سے

چپکا رہتا ہے اور اس وقت تک نہیں اٹھتا جب تک کرکٹ کے میدان میں کرائی جاتے والی پہلی سے آخری گیند تک کا تمام میچ نہ دیکھ لے“..... عمران نے کہا۔

”یہ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ ہر ملک کے عوام کا یہی حال ہے۔ کرکٹ کے جب بھی کوئی ایونٹس ہوتے ہیں لوگوں کے ذہنوں میں یہی سوار ہو جاتا ہے کہ وہ پہلی بال سے لے کر آخری بال تک کا تمام میچ دیکھ سکیں۔ اسی لئے تو میں اسے کرکٹ کا جنون کہتا ہوں اور یہ جنون اس وقت پاکیشیا اور کافرستان میں حد سے زیادہ پایا جاتا ہے خاص طور پر اس وقت پاکیشیائی اور کافرستانی عوام بے حد اپ سیٹ رہتے ہیں جب پاکیشیا اور کافرستان کا کوئی میچ یقینی ہو جائے۔ ایسی صورت میں تو پاکیشیائی اور کافرستانی عوام کی تو اس وقت تک نیندیں تک اُڑی رہتی ہیں جب تک کہ میچ نہ ہو جائے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”آج کل بھی سنا ہے کہ کوئی انٹرنیشنل میچ کھیلے جا رہے ہیں جس میں پاکیشیا کو نمایاں کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ ان دنوں انٹرنیشنل گیمز ہو رہی ہیں۔ ہر چار سال بعد ورلڈ کرکٹ کونسل بورڈ جسے ڈبلیو سی سی کہا جاتا ہے ایک ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کا انعقاد کرتا ہے۔ اس ٹورنامنٹ میں دو گروپس بنائے جاتے ہیں۔ دونوں گروپس میں مخصوص میچ ہوتے ہیں جو

کامیابیاں حاصل کر کے پوائنٹس حاصل کرتے ہیں اور پھر کامیاب ہونے والے ممالک کی ٹیم ان پوائنٹس کی وجہ سے سپر ایٹ پھر کوارٹر فائنل پھر سیمی فائنل اور پھر فائنل تک رسائی حاصل کرتی ہیں۔ فائنل میں جس ملک کی ٹیم کامیاب ہوتی ہے اس ٹیم کو بڑے بڑے انعامات کے ساتھ ورلڈ کپ بھی دیا جاتا ہے جس سے وہ ملک کرکٹ ورلڈ کا چیمپئن بن جاتا ہے۔ ورلڈ چیمپئن کا یہ اعزاز چار سال تک جیتنے والے ملک کے پاس رہتا ہے۔ جو ملک ورلڈ چیمپئن کا اعزاز حاصل کرتا ہے اس ملک کے عوام بھی خود کو ورلڈ چیمپئن تصور کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ورلڈ کپ کی طرح کرکٹ میں اور بھی بہت سے ایونٹس ہوتے ہیں جن کا انعقاد ڈبلیو سی سی ہی کرتا ہے۔ ان میں آج کل ٹونٹی ٹونٹی ورلڈ کپ بھی سرفہرست ہے۔ اب ڈبلیو سی سی نے ایک اور بڑے ایونٹ کا اہتمام کیا ہے۔ اس ایونٹ کا نام سُپر ورلڈ کپ رکھا گیا ہے۔ سُپر ورلڈ کپ بھی چار سال بعد ہونے والے ورلڈ کپ جیسا ہی ہے۔ اس میں بھی آل ورلڈ کرکٹ ٹیمیں کھیلتی ہیں جو دو گروپس میں کھیل کر پوائنٹس حاصل کرتی ہیں اور سُپر ایٹ، کوارٹر فائنل، سیمی فائنل اور پھر فائنل تک پہنچتی ہیں۔ یہ ایونٹ ورلڈ کپ کے سیکنڈ چیمپئن کے لئے کرایا جا رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ورلڈ کپ ہر چار سال بعد ہوتا ہے۔ اب ڈبلیو سی سی نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر دو سال کے بعد وہ اس ورلڈ کپ کا ایک اور ٹورنامنٹ کرائیں گے جو سُپر ورلڈ کپ کے نام سے ہو

گا۔ اس مقابلے میں کامیاب ہونے والے ملک کی ٹیم کو ورلڈ کپ جیسی ہی ٹرافی اور مراعات دی جائیں گی تاکہ اس ملک کا نام اور وقار بلند ہو سکے۔

سُپر ورلڈ کپ پچھلے تین ماہ سے چل رہا ہے۔ اس میں گروپ اے اور گروپ بی کے تحت میچ کھیلے جا رہے ہیں۔ پاکیشیا گروپ اے میں کھیل رہا ہے اور کافرستان گروپ بی کے تحت کھیل رہا ہے۔ دونوں ممالک غیر ملکی ٹیموں کے ساتھ بہترین کھیل کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور کھیل کے میدان میں بعض چھوٹی ٹیموں نے بڑی بڑی ٹیموں کو منہ کے بل گرا کر میچوں کا سیٹ اپ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ کاسٹریا، انگلش ٹیم اور ویسٹ انڈیانا جو کرکٹ کے میدان میں کالی آندھی بن کر اترتی تھی انہیں اس بار چند چھوٹی چھوٹی ٹیموں نے بھی ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ ان ٹیموں کا پاکیشیا اور کافرستان کے ساتھ بھی مقابلہ ہوا تھا۔ تمام ٹیمیں ایک دوسرے سے جیتنے کے لئے اپنا پورا زور لگا رہی تھیں لیکن پاکیشیا اور کافرستان کی ٹیمیں جس انداز میں بہترین کھیل کا مظاہرہ کر رہی تھیں اس سے بڑی بڑی ٹیموں کے حوصلے پست ہوتے جا رہے تھے اور پھر جب پاکیشیا نے کالی آندھی کا رخ موڑا اور کاسٹریا کی پاورفل ٹیم کو پچھاڑا تو اس سے پاکیشیائی عوام کا جوش و جذبہ دیکھنے والا ہو گیا تھا۔ ہر پاکیشیائی کے دل میں یہ جذبات ابھر آئے کہ اس بار جیت پاکیشیا کی ہی ہو گی۔ پاکیشیا جو پچھلی بار ورلڈ کپ میں کافرستان سے سیمی فائنل میں

ہی ہار گئی تھی اس سے پاکیشیائی عوام کے دلوں میں پاکیشیائی ٹیم کے لئے شدید غم و غصہ پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے پاکیشیا کے کرکٹ میچ تک دیکھنے بند کر دیئے تھے۔ انہیں جیسے ہر میدان میں پاکیشیا کی ہار ہی دکھائی دیتی تھی۔ گو کہ بعد میں پاکیشیا نے کئی دوسرے ممالک میں جا کر نمایاں کامیابیاں بھی حاصل کی تھیں لیکن کافرستان سے سیمی فائنل ہارنے کا زخم ہر پاکیشیائی اپنے سینوں پر لئے گھوم رہا تھا انہیں پاکیشیا کی دوسری کسی کامیابی سے کوئی مطلب ہی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن اب جب سُپر ورلڈ کپ کا انعقاد ہوا اور پاکیشیا ٹیم نے بڑی بڑی اور نامور ٹیموں کو میدان میں ریت کی دیوار کی طرح سے گرانا شروع کر دیا تو پاکیشیا کے عوام کے دلوں میں ایک بار پھر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی محبت جاگ اٹھی اور ہر طرف سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم زندہ باد کے نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ ادھر پاکیشیا کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کر رہا تھا ادھر کافرستان بھی دوسری ٹیموں پر اپنی بہترین پرفارمنس کا لوہا منوا رہا ہے۔ پاکیشیا نے سُپر ایٹ مرحلے کے بعد کوارٹر فائنل اور پھر سیمی فائنل بھی جیت لیا ہے اسی طرح گروپ بی میں کافرستان بھی پوائنٹس کے حصول میں سر فہرست رہا ہے جس کے نتیجے میں پاکیشیا اور کافرستان ایک بار پھر فائنل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب چار روز کے بعد فائنل میچ ہونے والا ہے جس میں پاکیشیا اپنے روائتی حریف سے ایک بار پھر سامنا کرنے والا ہے اور ابھی میچ ہونے

میں چار روز باقی ہیں لیکن اس کے باوجود پاکیشیائی اور کافرستانی عوام کے جذبات جنون کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔ ورلڈ کپ کا چیمپئن کافرستان ہے اب پاکیشیائی عوام چاہتے ہیں کہ جس طرح پاکیشیا نے دوسری بڑی ٹیموں کو شکست دی ہے اسی طرح پاکیشیائی کرکٹ ٹیم فائنل میں اپنے روائتی حریف کافرستان کے ساتھ بھی انتہائی جارحانہ انداز میں کھیلے اور ایسا کھیلے کہ کافرستانی ٹیم ان کے سامنے چت ہو جائے اور سپر ورلڈ کپ کا چیمپئن پاکیشیا بن جائے۔ فائنل میچ میں پاکیشیا کی جیت کے لئے ہر چھوٹا بڑا دعائیں مانگ رہا ہے۔ بچے کیا بوڑھے کیا۔ جوان کیا عورتیں بھی دن رات سوتے جاگتے پاکیشیا کی جیت کے خواب دیکھ رہی ہیں اور ان کی بھوک پیاس کے ساتھ نیندیں تک اڑی ہوئی ہیں۔ جن لوگوں نے کبھی مسجدوں کا رخ بھی نہیں کیا تھا وہ بھی پاکیشیائی ٹیم کو جتوانے کے لئے مسجدوں میں گھسے رہتے ہیں۔ نمازیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ مسجدوں، گھروں، گلیوں اور بازاروں میں باقاعدہ دعائیں کرائی جا رہی ہے۔ ہر شخص کا یہ حال ہے کہ اسے دنیا میں کیا ہو رہا ہے اس کی کوئی خبر ہی نہیں ہے جس کو دیکھو وہ بس سپر ورلڈ کپ کا ہی راگ الاپتا دکھائی دیتا ہے اور جو حال پاکیشیا کا ہے اس سے زیادہ برا حال کافرستان کا ہے۔ کافرستان جسے پاکیشیا کی کوئی کامیابی ایک آنکھ نہیں بھاتی وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ پاکیشیا کسی بھی میدان میں ان سے سبقت لے جائے۔ جنگ کا

میدان ہو یا کھیل کا میدان۔ کافرستانی ہر میدان میں پاکیشیا کو شکست سے ہمکنار ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے ان دنوں کافرستان کی بھی معیشت، جیسے اس سپر ورلڈ کپ نے مفلوج کر کے رکھ دی ہے۔ تمام کاروبار بند ہیں۔ سڑکیں، گلیاں بازار خالی ہیں اور کافرستانی عوام جن میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں پاکیشیا کی ہار اور کافرستان کی جیت کے لئے عبادت گاہوں میں اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے اور ان پر چڑھاوے چڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ جیسے اگر کافرستان، پاکیشیا سے ہار گیا تو ان کا ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کسی کو کرکٹ میچ کا فائنل جیتنے کے سوا کسی بات کا کچھ ہوش نہیں ہے“...... بلیک زیرو کہتا چلا گیا۔

”یہ جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ ظاہر ہے میدان میں جب دو ٹیمیں اترتی ہیں تو ان میں ایک کی جیت اور ایک کی ہار تو ہوتی ہی ہے پھر ہار جیت سے لوگوں کی صحت کیوں خراب ہو جاتی ہے۔ جیت دو ٹیموں کے درمیان ہوتی ہے۔ جس ملک کی ٹیم بھی جیتے گی اس کا فائدہ صرف ٹیم کو ہی ہو گا۔ اس سے عوام کا کیا فائدہ ہوتا ہے جو انہیں ہار جیت کا اس قدر کریز ہو جاتا ہے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”دونوں ممالک کے عوام سمجھتے ہیں کہ کرکٹ کا میدان اصل میں میدان جنگ ہے اور اس جنگ میں جو جیتے گا دوسرا ملک اس کا غلام بن جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پاکیشیا کی ٹیم جیتے یا

کافرستان کی اس سے کرکٹ کی دنیا میں تو ضرور نام روشن ہوتا ہے لیکن اس سے نہ تو پاکیشیا کے عوام کو کچھ حاصل ہوتا ہے اور نہ کافرستان کی عوام کو۔ اس جیت یا ہار سے ان کے دن نہیں بدلتے لیکن اس کے باوجود دونوں ممالک کے عوام اپنے اپنے ملک کی ٹیم کی سپورٹ کے لئے دیوانے بنے رہتے ہیں۔ جس سے دونوں ممالک کی ٹیمیں بھی شدید دباؤ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ جس ملک کی ٹیم ہار جائے اس ملک کے عوام کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ اپنی ٹیم کے اپنے ہاتھوں ٹکڑے ہی اُڑا کر رکھ دیں۔ اس لئے ہارنے والی ٹیم جب واپس اپنے ملک جاتی ہے تو ان کی سیکورٹی کے فول پروف انتظامات کئے جاتے ہیں لیکن لوگوں کے جذبات اس وقت تک ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک اگلے میچوں میں ان کے ملک کی ٹیم ایک بار پھر ابھر کر سامنے نہ آ جائے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''مجھے تو یہ کھیل ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا۔ پانچ روزہ، سہ روزہ میچ میں دن رات ٹیمیں ایک دوسرے کے سامنے رہتی ہیں اور ٹھک ٹھک کرنے کے سوا انہیں اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا اور ہماری عوام اس وقت بھی اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں نہ انہیں کسی درد کا احساس ہوتا ہے اور نہ دوا کا۔ ون ڈے میچ میں پچاس پچاس اوور کے میچ ہوتے ہیں اور یہ میچ سارا دن جاری رہتا ہے جس کے لئے لوگوں کے پاس وقت ہی وقت ہوتا ہے۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں

آتا کہ میدان میں دو ملکوں کے کھلاڑی ایک ہی گیند کے پیچھے کیوں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ وہ اپنی اپنی گیند کیوں نہیں لے لیتے کم از کم دونوں ایک گیند کے لئے آپس میں نہ خود لڑیں گے اور نہ ایک دوسرے کے عوام کو لڑنے پر اکسائیں گے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''اب میں کیا کہوں آپ سے''...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''جو مرضی کہہ لو۔ میں بھلا تمہیں کچھ کہنے سے کیسے روک سکتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''میڈیا کاسٹریا کے کوچ کی ہلاکت کی خبر کو بہت اچھال رہا ہے۔ اس سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو جو فرق پڑے گا سو پڑے گا اس کوچ کی ہلاکت کا سن کر پاکیشیائی عوام بھی افسردہ ہو گئی ہے۔ عام تاثر یہی ہے کہ کوچ کو جان بوجھ کر قتل کرایا گیا ہے تاکہ پاکیشیائی ٹیم کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ میدان میں اچھے کھیل کا مظاہرہ نہ کر سکے اور جیت کافرستان کے حصے میں چلی جائے گی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''حیرت ہے ایک کوچ کے ہلاک ہونے پر لوگوں نے کافرستانی ٹیم سے پاکیشیائی ٹیم کی جیت کی امید ہی چھوڑ دی ہے''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ کچھ لوگوں کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ کوچ کو کافرستانی

ایجنٹوں نے ہی ہلاک کیا ہے تاکہ پاکیشیائی ٹیم کا مورال کم ہو جائے اور شکست ان کا مقدر بن جائے“...... بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران برے برے منہ بنانا شروع ہو گیا۔

”ہونہہ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عام کھیل میں جیت حاصل کرنے کے لئے کافرستان اپنے ایجنٹوں کو حرکت میں لے آئے۔ ان کے پاس دوسرے فیلڈ کم ہیں کیا جو وہ اپنے ایجنٹ اب کھیل کے میدانوں میں جھونکنا شروع کر دیں گے“...... عمران نے کہا۔

”ایجنٹوں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن کرکٹ کا کھیل ایک ایسا کھیل بن چکا ہے جس میں عوام اب خون پسینے کی کمائی بھی لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ دونوں ممالک بلکہ وہ ممالک جہاں یہ کھیل ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہو اور جن ممالک کی کوئی کرکٹ ٹیم بھی نہیں ہوتی وہ بھی دوسرے ممالک کو اپنا فیورٹ بنا کر بڑے بڑے جوئے کھیلتے ہیں۔ پاکیشیا اور کافرستان میں اس کا رجحان زیادہ ہے۔ دونوں ممالک کی ٹیموں کو خریدنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بکی ہر طرف سرگرم رہتے ہیں جو ملک فیورٹ ہوتا ہے اس پر اربوں کھربوں کا جوا لگایا جاتا ہے۔ اس میں جس ملک کی بھی جیت ہو بکی دونوں ہاتھوں سے عوام کی خون پسینے کی کمائی لوٹ کر لے جاتے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ کھیلوں میں جوئے کا رجحان واقعی تیزی سے فروغ پا رہا ہے بلکہ کرکٹ کے کھیلوں میں تو عوام کے ساتھ ساتھ حکومتی سطح پر

بھی بڑی بڑی رقمیں لگائی جاتی ہیں۔ جس ملک کی حکومت ہی ایسی ہو تو اس ملک کے عوام کا کیا حال ہو گا“...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”اب بھی یہی حال ہے۔ پاکیشیا اور کافرستانی ٹیمیں فیورٹ بن کر چونکہ فائنل میں پہنچ چکی ہیں اس لئے دونوں ممالک میں وقت سے پہلے ہی بڑے بڑے جوئے کھیلے جا رہے ہیں۔ ان کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک ایک بال پر جوا لگتا ہے اور ہر بال کی ڈلیوری پر جواریوں کے ساتھ ساتھ جوا لگانے والے افراد کی سانسیں بھی ان کے سینوں میں اٹکی رہتی ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”چھوڑو کیا باتیں لے بیٹھے ہو۔ ہم جس معاشرے کا حصہ ہیں اس معاشرے میں برائیاں جس تیزی سے بڑھتی جا رہی ہیں انہیں اسے روکنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو گیا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے نے ایک ہی روش اختیار کر رکھی ہے۔ میں اور تم سوائے باتیں کرنے کے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ یہ اونچی سطح کی باتیں ہیں اور جب اونچی سطح پر بیٹھے ہوئے لوگ ہی اس طرف توجہ نہیں دیتے تو میں یا تم معاشرے کو بھلا کیسے بدل سکتے ہیں۔ میں تو اس معاملے میں پاکیشیا کے عوام کو غلط ہی کہوں گا جو کرکٹ میں دیوانگی کی حد تک کھو چکی ہے جبکہ پاکیشیا کا قومی کھیل ہاکی ہے۔ پاکیشیائی اپنے قومی کھیل کو بھول کر انگلش کھیلوں کے سمندر میں خود کو ڈبوتے جا

رہے ہیں جن سے باہر آنا شاید اب کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے''...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے وہ بلیک زیرو کے اس موضوع سے بیزار ہو گیا ہو۔

''جو بھی ہے۔ دوسرے کھیلوں کی طرح کرکٹ بھی پاکیشیا کے بچوں اور نوجوانوں کا مقبول کھیل بن چکا ہے۔ اب تو ہر طرف بچے بھی گلیوں اور بازاروں میں کرکٹ ہی کھیلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ظاہر ہے بڑوں کو دیکھ کر ہی بچے سبق سیکھتے ہیں انہیں جو سکھایا جائے گا وہی سیکھ کر وہ بڑے ہوں گے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''میرا خیال ہے واقعی آج ہم نے حد سے زیادہ کرکٹ پر بات کر لی ہے۔ اب میں آپ کے لئے چائے بنا کر لے ہی آؤں''۔ بلیک زیرو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے تمہیں کوئی تو اچھا خیال آیا ہے۔ ورنہ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ عوام کی طرح تم پر بھی کرکٹ کا بھوت سوار ہو گیا ہے جسے اتارنے کے لئے مجھے پیر ایکسٹو شاہ کا کوئی چلہ کاٹنا پڑے گا''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ہنستا ہوا آپریشن روم سے نکل گیا اور عمران نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا جیسے وہ بلیک زیرو کی کرکٹ کے موضوع پر کی ہوئی تمام باتیں ذہن سے نکال دینا چاہتا ہو اور اسے کرکٹ میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔

ابھی عمران نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ اچانک کمرے میں سیل فون کی مترنم گھنٹی بجنے لگی۔ عمران نے آنکھیں کھولیں اور پھر اس نے جیب سے سیل فون نکال لیا۔

گھنٹی اس کے سیل فون کی تھی۔ عمران نے ڈسپلے پر دیکھا تو اسے ٹائیگر کا مخصوص نمبر نظر آیا۔ عمران نے کال رسیونگ کا بٹن پریس کیا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔

''لیں علی عمران۔ ایم ایس سی، ڈی ایس سی (آکسن) خالی دماغ کے بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''کون سا ٹائیگر زو کے پنجرے میں بند رہنے والا یا جنگلوں میں دھاڑنے اور شکار پر جھپٹ کر اس کے ٹکڑے اڑا دینے والا''...... عمران نے کہا۔

''میرے پاس آپ کے لئے ایک اہم خبر ہے باس''۔ دوسری طرف سے ٹائیگر نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری شادی سے بھی بڑھ کر کچھ اہم ہے تو بتاؤ''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''وہ گولی آپ کے لئے نہیں بلکہ پاکیشیا کی کرکٹ ٹیم کے کوچ کو ہلاک کرنے کے لئے چلائی گئی تھی''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران بے اختیار چونک پڑا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے

چہرے پر یکلخت حیرت ابھر آئی تھی۔

"کیا مطلب"...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ میں نے تحقیق کی ہے۔ کوچ جس کا نام گراہم ڈوساک ہے کو ٹارگٹ کیا گیا تھا اور اسے کافرستان کے ایک ٹاپ شوٹر نے ہلاک کیا ہے جس کا نام ساونت ہے اور ساونت کا تعلق کافرستان کے ایک کرائم سینڈیکیٹ سے ہے جسے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کہا جاتا ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران کے چہرے پر حقیقتاً حیرت بڑھتی چلی گئی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ کافرستانی بلیک کوبرا سینڈیکیٹ نے ہی گولی چلائی تھی اور ان کا ٹارگٹ پاکیشیائی ٹیم کا کوچ گراہم ڈوساک ہی تھا"...... عمران نے کہا۔

"میں نے آپ کی ہدایات پر اس مقام پر خود جا کر سرچ کیا تھا۔ جہاں گراہم ڈوساک کی گاڑی کھڑی تھی اور جہاں آپ کی کار موجود تھی اسی طرح مشروب بنانے والی کمپنی کی جہاں سیاہ سیڈان موجود تھی وہاں میں نے خصوصی طور پر توجہ دی تھی۔ آپ کی کار اور سیڈان کی ہائٹ تقریباً ایک جیسی تھی جبکہ دونوں گاڑیوں کے مقابلے میں لینڈ کروزر قدرے اونچی تھی۔ میں نے تمام اینگلز کا بخوبی جائزہ لیا ہے۔ سیاہ سیڈان سے جس اینگل سے گولی چلائی گئی تھی وہ گولی سیدھی لینڈ کروزر میں موجود گراہم ڈوساک کے سر میں لگی تھی۔ اگر سیڈان والوں نے آپ کو ٹارگٹ کرنا ہوتا تو ان کا اینگل اور ہوتا

وہ گن کا رخ قدرے نیچے کر کے آپ پر فائر کرتے لیکن گولی آپ کے چہرے کے قریب سے گزری تھی۔ شاید آپ اچانک سیڈان اور لینڈ کروزر کے درمیان میں آ گئے تھے اس لئے سیڈان میں موجود ٹارگٹ کلر نے مخصوص اینگل سے فائر کیا تھا کہ گولی آپ کی بغیر ونڈو والی کار سے آپ کے چہرے کے قریب سے گزرتی ہوئی سیدھی لینڈ کروزر کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے کوچ کو لگے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ گراہم ڈوساک سر میں گولی لگنے سے موقع پر ہی ہلاک ہو گیا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن لینڈ کروزر اور سیاہ سیڈان کے شیشے کلرڈ تھے۔ اگر سیاہ رنگ کی سیڈان سے لینڈ کروزر میں موجود گراہم ڈوساک کو ٹارگٹ کیا گیا تھا تو ٹارگٹ کلر کو یہ کیسے معلوم ہوا ہو گا کہ اس کا ٹارگٹ ہٹ ہوا ہے یا نہیں۔ بغیر تصدیق کئے وہ وہاں سے کیسے جا سکتا تھا"...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

"بلیک کوبرا کے جس ٹارگٹ کلر نے گراہم ڈوساک کو نشانہ بنایا ہے اس نے آنکھوں پر جدید فریم اور گلاسز والا چشمہ لگا رکھا تھا اس چشمے کی وجہ سے وہ بلائنڈ گلاسز میں بھی آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس نے گولی چلائی اور اپنا ٹارگٹ ہٹ ہوتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ آپ کو سیڈان کے پیچھے آتے دیکھ کر وہ پریشان ضرور ہوئے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ کون ہیں اس لئے انہوں نے کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا

تھا۔ مجھے وہ سیڈان مل گئی ہے۔ وہ کار مشروب بنانے والی ایک نجی
کمپنی کی ہے جو آج صبح ہی چوری کی گئی تھی۔ اس کی صرف نمبر
پلیٹ ہی بدلی گئی تھی۔ کار صرف گراہم ڈوساک کو ہلاک کرنے کے
لئے استعمال کرنے کے لئے چوری کی گئی تھی۔ میں نے اس کار کو
بھی چیک کیا تھا۔ اس کار میں بظاہر مجھے کام کی کوئی چیز نہیں ملی تھی
لیکن جب میں نے کار کا خفیہ ٹریکنگ سسٹم چیک کیا تو مجھے اس
سے جو ڈیٹا ملا اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ کار نے آج کی تاریخ
میں کہاں کہاں سفر کیا تھا اور کہاں کہاں رکی تھی۔ جن مقامات پر کار
رکی تھی میں نے وہاں سے معلومات حاصل کیں اور ان دو افراد کے
حلیئے معلوم کر لئے جو کار میں موجود تھے۔ میں نے فوری طور پر ان
کے اسکیچ بنا لئے۔ ٹریکنگ سسٹم سے مجھے جو ڈیٹا ملا تھا اس ڈیٹا سے
مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ سیڈان تقریباً آدھا گھنٹہ گولڈن سینڈ کلب
کے احاطے میں رکی رہی تھی۔ میں نے خاص طور پر گولڈن سینڈ
کلب کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسکیچ لے کر گولڈن
سینڈ کلب چلا گیا۔ گولڈن سینڈ کلب میں مجھے ایک ویٹر کو معاوضہ
دینے پر پتہ چلا کہ ان دونوں کے نام ساونت اور شنکر ہیں جو کلب
کے منیجر سے ملنے آئے تھے۔ کلب کا منیجر کافرستانی نژاد پاکیشیائی
ہے جس کا نام رام لال ہے۔ چنانچہ میں نے رام لال سے ملنے کا
فیصلہ کر لیا۔ رام لال تک پہنچنا میرے لئے بھلا کیا مشکل ہو سکتا
تھا۔ میں نے رام لال سے علیحدگی میں ملاقات کی اور جب میں

نے اس سے شنکر اور ساونت کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے
ان دونوں کے بارے میں بتانے سے صاف انکار کر دیا جس کے
نتیجے میں مجھے رام لال کو آڑے ہاتھوں لینا پڑا۔ اس نے مجھے جو
معلومات فراہم کی ہیں ان کے مطابق شنکر اور ساونت کو خصوصی طور
پر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو ٹارگٹ کرنے کے
لئے بلایا گیا تھا۔ ان دونوں نے کس طرح سے اپنا ٹارگٹ ہٹ کیا
تھا یہ میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ رام لال کے لہجے سے مجھے لگ رہا
تھا کہ وہ مجھ سے اور بھی کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے
یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ ٹارگٹ ہٹ کرنے کے بعد شنکر اور ساونت
کہاں روپوش ہو گئے ہیں اور انہوں نے گراہم ڈوساک کو کیوں
ہلاک کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے مزید معلومات حاصل
کرتا اس نے دانتوں میں چھپا ہوا کیپسول چبا کر خود کو ہلاک کر
لیا۔ مجھے اس بات کی قطعی امید نہیں تھی کہ رام لال جیسے انسان نے
بھی دانتوں میں زہریلا کیپسول چھپا رکھا ہو گا ورنہ میں نے جب
اسے بے ہوش کیا تھا اسی وقت میں اس کے دانتوں سے کیپسول
نکال لیتا“...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

”حیرت کی بات ہے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے غیر ملکی کوچ کو اس
وقت ہلاک کیا گیا ہے جب پاکیشیا اور کافرستان کی ٹیموں کے
درمیان چار دن بعد فائنل میچ کھیلا جانے والا ہے اور کوچ کو ہلاک

کرنے والے کافرستانی ہی تھے۔ اس سے تو یہی لگ رہا ہے کہ کافرستان نہیں چاہتا کہ جیت پاکیشیا کے حصے میں آئے۔ کوچ کو ہلاک کر کے وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے حوصلے پست کرنا چاہتا ہے تاکہ میدان میں اتر کر ٹیم اچھا کھیل نہ پیش کر سکے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ رام لال نے مرنے سے قبل ایک بات اور بھی کہی تھی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کون سی بات''...... عمران نے پوچھا۔

''اس نے کہا تھا کہ کافرستان گریٹ ہے۔ پاکیشیا، کافرستان سے کسی بھی میدان میں آگے نہیں نکل سکتا۔ چاہے وہ جنگ کا میدان ہو یا کھیل کا میدان۔ جس طرح کافرستانی ٹیم نے ورلڈ کپ کے سیمی فائنل میں پاکیشیا کو شکست دی تھی اور پھر فائنل میں مخالف ٹیم کو شکست دے کر ورلڈ کپ اپنے نام کیا تھا اسی طرح سے وہ سُپر ورلڈ کپ بھی کافرستان ہی جیتے گا۔ کافرستان کو شکست دینا پاکیشیا کے لئے مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''وہ کوئی نجومی ہے جو اس نے میچ ہونے سے پہلے ہی پیشن گوئی کر دی ہے۔ میں کرکٹ کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس کھیل میں آخری لمحے تک اس بات کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جیت کس کی ہو گی۔ آخری

لمحات میں بھی پانسہ پلٹ جاتا ہے اور بظاہر جیتی ہوئی ٹیم ہار جاتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ لیکن رام لال نے جس وثوق سے یہ بات کہی تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہونے والا فائنل میچ پہلے سے ہی فکس ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میچ پہلے سے فکس ہوتا ہے۔ میں سمجھا نہیں''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ٹائیگر اسے میچ فکسنگ کے بارے میں تفصیل بتانے لگا کہ کس طرح بکی میچ اپنے حق میں کرنے کے لئے کھلاڑیوں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید لیتے ہیں جو فارم میں ہونے کے باوجود میدان میں ایسا کھیل کھیلتے ہیں جس سے ان کی ٹیم شکست سے دوچار ہو جاتی ہے اور مخالف ٹیم آسانی سے جیت جاتی ہے۔

''کمال ہے۔ ان کھلاڑیوں میں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی جو وہ دولت کے لئے اپنے ملک کا نام اور عزت نیلام کر دیتے ہیں کیا وہ صرف اپنے لئے ہی کھیل رہے ہوتے ہیں انہیں قوم کی امیدوں ان کی امنگوں کا کوئی خیال نہیں ہوتا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں باس۔ اس دور میں محب وطن کوئی کوئی ہوتا ہے ورنہ کھیل تو کیا ہر میدان میں لوگ ملکی وقار اور ملکی سلامتی داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''کیا رام لال کا تعلق بھی ان بکیوں سے ہے جو کھلاڑیوں کو

خرید کر اپنے ملک کے لئے جیت کا تاج زبردستی حاصل کرنا چاہتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے لیکن چونکہ میری اس سے زیادہ بات نہیں ہو سکی تھی اس لئے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی میچ فکسر یا بکی تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تم نے اس کے دفتر کی تلاشی لی تھی"...... عمران نے منہ بنا کر پوچھا۔

"یس باس۔ لیکن وہاں سے مجھے کوئی کام کی چیز نہیں ملی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"شنکر اور ساونت کی تلاش کے لئے تم کیا کر رہے ہو"۔ عمران نے پوچھا۔

"میں انہیں ہر اس جگہ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جہاں ان کے ملنے کا امکان ہو سکتا ہے۔ جیسے ہی مجھے ان کا کوئی کلیو ملا وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں تلاش کرو اور جب وہ مل جائیں تو مجھے بتانا کہ انہوں نے کس کے اشارے پر کوچ کو ٹارگٹ کیا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔ عمران نے اسے چند مزید ہدایات دیں اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

سیل فون آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر سوچ و بچار کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہا تھا کہ سڑک پر جو گولی چلی تھی وہ اس کے لئے نہیں بلکہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کوچ کے لئے چلائی گئی تھی اور کافرستانی ٹارگٹ کلرز نے نہایت آسانی سے اپنا ٹارگٹ ہٹ کر لیا تھا۔

فہیم شہزاد پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا کیپٹن بھی تھا اور اس کا تعلق پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ان کھلاڑیوں سے بھی تھا جسے آل راؤنڈر میں سر فہرست سمجھا جاتا تھا۔ فہیم شہزاد نہ صرف ایک بہترین بلے باز تھا بلکہ اس نے باولنگ کی دنیا میں بھی بے حد نام کمایا تھا اور کم عمر کھلاڑی ہونے کی وجہ سے اس نے بڑی بڑی اور عالمی شہرت یافتہ ٹیموں کے ان کھلاڑیوں کو بھی آؤٹ کرنے میں اپنا بہترین کردار ادا کیا تھا جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک بار میدان میں آ جائیں تو انہیں واپس پویلین میں بھیجنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

فہیم شہزاد لیگ سپنر باؤلر تھا۔ وہ چھوٹے سے سٹپس لے کر بال کو اس قدر خوبصورتی سے گھما کر پھینکتا تھا کہ بلے باز جو بال اپنی جانب سیدھی آتے دیکھ رہا ہوتا تھا بال زمین سے ٹکراتے ہی سوئنگ کر جاتی تھی اور بال یا تو پیچھے موجود وکٹوں کو لگ جاتی تھی یا پھر

بلے باز کے بلے کو ٹچ کرتی ہوئی سیدھی وکٹ کیپر کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی تھی۔

فہیم شہزاد کی باؤلنگ پرفارمنس اس قدر عمدہ تھی کہ تیز رفتار بیٹسمین جن میں پاور ہٹر زیادہ مشہور تھے بال کو زور دار شارٹ لگانے کے چکروں میں فیلڈ میں پھیلے ہوئے کھلاڑیوں میں سے کسی ایک کھلاڑی کے ہاتھوں فوراً کیچ آؤٹ ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ فہیم شہزاد اپنی خوبصورت باؤلنگ سے اب تک کئی کھلاڑیوں کو لیگ بی فور وکٹ یعنی ایل بی ڈبلیو کر کے انہیں واپس جانے پر مجبور کر چکا تھا۔ فہیم شہزاد جس میچ میں شامل ہوتا تھا اس میچ میں مخالف ٹیم کو اس سے بہت کم سکور کرنے کا موقع ملتا تھا جس کی وجہ پہلے کھیلتے ہوئے وہ ٹیم زیادہ سکور پوائنٹ نہیں کر سکتی تھی۔ اسی طرح فہیم شہزاد جب تھرڈ مین یا مڈل آرڈر پر کھیلنے کے لئے آتا تھا تو وہ اس قدر جارحانہ انداز میں اسٹروکس کھیلتا تھا کہ مخالف ٹیم کے کھلاڑی بال کے پیچھے بھاگتے رہ جاتے تھے یا پھر فہیم شہزاد کا کھیلا ہوا اسٹروک سیدھا باؤنڈری لائن کے پار چلا جاتا تھا۔ فہیم شہزاد کے لگائے ہوئے چھکے بھی بے حد جاندار ہوتے تھے۔ وہ کریز لائن سے نکل کر پوری قوت سے بال کو ہٹ کرتا تھا تو بال ہوا میں اچھل کر اس قدر بلندی پر چلا جاتا کہ بعض اوقات اس کا لگایا ہوا چھکا اسٹیڈیم کے باہر چلا جاتا تھا۔

فہیم شہزاد ان دنوں سپر ورلڈ کپ میں نمایاں بیٹسمین اور باؤلر

کے طور پر کھیل رہا تھا اور اس نے دوسرے ممالک کے خلاف کھیل کر بھی اہم فتوحات حاصل کی تھیں سپر ورلڈ کپ میں بھی وہ اپنی بہترین پرفارمنس کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس نے سپر ایٹ مرحلے، کوارٹر فائنل اور سیمی فائنل میں نہ صرف سنچریاں بنائی تھیں بلکہ شاندار باؤلنگ سے بڑی ٹیموں کے بڑے بڑے کھلاڑیوں کو بھی چت کر دیا تھا۔ سیمی فائنل میں پاکیشیا ٹیم کا مقابلہ کالی آندھی سے تھا جس میں فہیم شہزاد نے نہ صرف ٹاپ ون ہنڈرڈ ون سکور کیا تھا بلکہ اپنے پہلے ہی اوور میں تین بالوں پر اپنی پہلی ہیٹ ٹرک بھی بنا لی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام پاکیشیا کے عوام کے دلوں کی دھڑکن بن کر گونجنے لگا تھا۔

فہیم شہزاد کی کپتانی میں اور اس کی بہترین پرفارمنس کی وجہ سے اب دیگر ممالک کے کھلاڑی بھی پریشان رہنے لگے تھے۔ فہیم شہزاد جب بھی کسی بیٹسمین کو بال کرانے کے لئے آتا تھا تو اس کے سامنے موجود کھلاڑی اسے شروع شروع میں بڑے محتاط انداز میں کھیلتا تھا اور پھر جیسے ہی وہ کھل کر کھیلنے کی کوشش کرتا تھا تو وہ یا تو ایل بی ڈبلیو ہو جاتا تھا یا پھر گراؤنڈ میں موجود کسی کھلاڑی کے ہاتھوں کیچ آؤٹ ہو جاتا تھا۔

ان دنوں پاکیشیا میں سپر ورلڈ کپ کے فائنل کا زور و شور تھا۔ سپر ورلڈ کپ چونکہ ایشیا میں کرایا جا رہا تھا اس لئے کچھ میچ کافرستان اور کچھ پاکیشیا کی میزبانی میں بھی کرائے جا رہے تھے

اور یہ پاکیشیا کی خوش قسمتی تھی کہ سپر ورلڈ کپ کا فائنل میچ پاکیشیا میں ہی کرایا جا رہا تھا۔ جس کا انعقاد پاکیشیا کے دل ہارٹ سٹی کے سب سے بڑے اسٹیڈیم، قدسی اسٹیڈیم میں کرایا جا رہا تھا۔

جس طرح پاکیشیا کا ہر شہری سپر ورلڈ کپ کا فائنل دیکھنے اور اسے جیتنے کے لئے بے تاب تھا اسی طرح سے فہیم شہزاد کے اہل خانہ اور اس کے عزیز و اقارب بھی اس میچ کا بے قراری سے انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ اس تاریخی میچ میں فہیم شہزاد کی بہترین پرفارمنس دیکھ سکیں جو دوسرے تمام میچوں سے یقیناً زیادہ بہترین اور عمدہ ہو گی۔

فہیم شہزاد شادی شدہ تھا۔ اس کی دو سال قبل شادی ہوئی تھی اور اس کی ایک بیٹی تھی جو اپنے باپ کی لاڈلی تھی۔ فہیم شہزاد اپنی بیٹی جس کا نام عائشہ تھا کو اپنی کامیابی کی وجہ سمجھتا تھا۔ جب سے اس کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی تھی اسے نہ صرف زیادہ سے زیادہ کھیلنے کے مواقع مل رہے تھے بلکہ اسے ناقابل یقین کامیابیاں بھی حاصل ہو رہی تھیں جس کی وجہ سے اسے کرکٹ کی دنیا کا درخشاں ستارہ سمجھا جاتا تھا اور وہ عوام کے ہر طبقے میں بے حد مقبول ہو چکا تھا۔

سپر ورلڈ کپ چونکہ پاکیشیا میں تھا اس لئے پاکیشیائی ٹیم بھی پاکیشیا میں تھی اور اپنے گھروں میں ہی قیام کر رہی تھی۔ ٹیم مقررہ وقت پر قدسی اسٹیڈیم پہنچ جاتی تھی اور پھر وہ اپنے کوچ کراہم

ڈوساک کی نگرانی میں پریکٹس کرتی تھی۔

گراہم ڈوساک بہترین کوچ ہونے کے ساتھ ساتھ ٹیم کے ہر ممبر کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ رکھتا تھا اور وہ انہیں باؤلنگ، فیلڈنگ اور بیٹنگ کے تمام گُر سکھاتا تھا۔ اگر اس کی ٹیم کا کوئی ممبر کسی بھی فیلڈ میں لوز نظر آتا تو وہ اسے خود ٹرینڈ کرنے کی کوشش کرتا تھا اور اس کھلاڑی کو اس نہج تک لے آتا تھا کہ وہ میدان میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے اور ٹیم کا مورال بلند کرنے میں اہم کردار ادا کر سکے۔

غیر ملکی ہونے کے باوجود گراہم ڈوساک پاکیشیائی ٹیم کے لئے نہایت نرم گوشہ رکھتا تھا اور وہ جس انداز میں پاکیشیائی ٹیم کو پریکٹس کراتا تھا اس کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ پاکیشیائی ٹیم سُپر ورلڈ کپ میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکے اور سُپر ورلڈ کپ کی ٹرافی جیت سکے۔ فہیم شہزاد سمیت ٹیم کا ہر ممبر گراہم ڈوساک کی بے حد عزت کرتا تھا اور اس کی ہر بات حکم سمجھ کر مانتا تھا جس کی وجہ سے ان سب کو ہی گراہم ڈوساک سے بے پناہ اُنسیت ہو گئی تھی۔ جس طرح ٹیم کے ممبران گراہم ڈوساک سے خوش تھے اسی طرح گراہم ڈوساک بھی اپنی ٹیم کے ممبران کی کارکردگی سے مطمئن اور مسرور تھا۔ اس نے اب تک جو پریکٹس کرائی تھی اسے یقین تھا کہ پاکیشیائی ٹیم دوسری بڑی ٹیموں کی طرح سُپر ورلڈ کپ کے فائنل میں کافرستانی ٹیم کو بھی آسانی سے شکست دے دے گی اور اس

فائنل میں جیت کا سہرا پاکیشیائی ٹیم کے ہی سر پر سجے گا۔

فہیم شہزاد اپنے گھر میں ہی موجود تھا۔ اسے گراہم ڈوساک کی ناگہانی ہلاکت کی خبر مل چکی تھی۔ ٹیم کے ہر ممبر کی طرح فہیم شہزاد بھی گراہم ڈوساک کی ہلاکت پر افسردہ تھا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے سر سے اس کے شفیق باپ کا سایہ ہٹ گیا ہو کیونکہ گراہم ڈوساک ٹیم میں سب سے زیادہ اسے ہی پسند کرتا تھا اور اسے اپنے بیٹے کا ہی درجہ دیتا تھا۔

فہیم شہزاد کو اس بات کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ گراہم ڈوساک کو اس طرح سے دن دہاڑے، گولی مار کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ جب اسے اطلاع ملی تو وہ سکتے میں آ گیا تھا اور پھر جب تک اس نے سرد خانے میں جا کر گراہم ڈوساک کی لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لی اس وقت تک اسے چین ہی نہ آیا۔ گراہم ڈوساک کی لاش دیکھ کر فہیم شہزاد دہاڑیں مار مار کر رونا شروع ہو گیا تھا۔ وہاں متعلقہ انتظامیہ کے ساتھ ٹیم کے سلیکٹرز، ٹیم منیجمنٹ کے دوسرے عہدے دار اور تقریباً تمام کھلاڑی موجود تھے ان سب کا حال بھی فہیم شہزاد سے مختلف نہیں تھا لیکن فہیم شہزاد تو گراہم ڈوساک کی لاش سے لپٹ لپٹ کر یوں رو رہا تھا جیسے حقیقت میں گراہم ڈوساک اس کا باپ ہو اور وہ اپنے باپ کی لاش دیکھ کر صدمے سے پاگل ہو گیا ہو۔

اس کے ساتھیوں نے بمشکل اسے سنبھالا تھا۔ گراہم ڈوساک

چونکہ کاسٹریائی تھا اس لئے اس کی لاش سفارتی تعلقات کے تحت بڑے اعزاز و احترام سے کاسٹریا بھجوائی جا رہی تھی۔

دو دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک متعلقہ ادارے گراہم ڈوساک کے قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے تھے جس سے عوامی حلقوں میں پولیس اور انتظامیہ کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جا رہا تھا اور بعض عوامی حلقے تو سڑکوں پر نکل آئے تھے اور ہر طرف یہی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ گراہم ڈوساک کو ہلاک کرانے میں صرف اور صرف کافرستان کا ہاتھ ہے۔ لوگوں کا پولیس اور متعلقہ انتظامیہ پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ان قاتلوں کو پکڑ کر بے نقاب کریں جنہوں نے گراہم ڈوساک کو ہلاک کیا تھا۔

فہیم شہزاد ٹی وی لاؤنج میں افسردہ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ ایک نجی چینل گراہم ڈوساک کے پس منظر کی فلم دکھا رہا تھا جس میں گراہم ڈوساک کا سابقہ دور اور پھر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی کوچنگ کے لئے خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا تھا۔ جب ٹی وی سکرین پر گراہم ڈوساک کی تصویر دکھائی دیتی تھی فہیم شہزاد کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں۔

فہیم شہزاد لاؤنج میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ملازم وہاں آیا اور اس نے فہیم شہزاد کو سلام کر کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک کارڈ اس کی جانب بڑھا دیا۔

”جناب یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں“...... ملازم نے

بڑے ادب سے کہا تو فہیم شہزاد نے اس سے کارڈ لے لیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔

”سیٹھ الیاس۔ اوہ ہاں۔ انہوں نے تو آج مجھ سے ملنے آنا تھا۔ کہاں ہیں وہ“...... فہیم شہزاد نے چونک کر کہا۔

”میں نے انہیں گیسٹ روم میں بٹھا دیا ہے جناب“...... ملازم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جا کر کوئی مشروب سرو کرو تب تک میں تیار ہو کر آتا ہوں“...... فہیم شہزاد نے کہا تو ملازم نے اثبات میں سر ہلایا اور واپس چلا گیا۔ فہیم شہزاد نے سامنے میز پر پڑا ہوا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کیا اور ریموٹ واپس میز پر رکھ کر وہ ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹی وی لاؤنج سے باہر جاتا اسی وقت اس کے ڈیڈی اندر آ گئے۔ جو ایک نامور ڈاکٹر تھے۔

فہیم شہزاد نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مسکرا کر نہ صرف اس کے سلام کا جواب دیا بلکہ آگے بڑھ کر بڑے محبت بھرے انداز میں اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

”تمہاری آنکھیں سرخ ہیں لگتا ہے ابھی تک تم گراہم ڈوساک کے لئے افسردہ ہو“...... ڈاکٹر شہزاد نے کہا۔

”جی ڈیڈی۔ میں ٹی وی پر ان کا پس منظر دیکھ رہا تھا ان کی ہمارے لئے محبت اور پاکیشیا کے لئے جو نیک خواہشات تھیں وہ

میرے لئے ہی نہیں بلکہ ہر پاکیشیائی کے لئے بھی مقدم تھیں۔ ان کا چہرہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو لاکھ روکنے کے باوجود آنسو نکل ہی آتے ہیں“...... فہیم شہزاد نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

”گراہم صاحب کاسڑیائی ہونے کے باوجود واقعی پاکیشیا کے لئے بے حد نیک جذبات رکھتے تھے۔ انہوں نے پاکیشیا کے لئے جو کچھ بھی کیا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے۔ ان کی خدمات کو کرکٹ کی دنیا میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ لیکن بیٹا یہ بھی یاد رکھو کہ جو اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن لوٹ کر جانا بھی ہوتا ہے۔ کون کب اور کس طرح سے اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اس کے بارے میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی جان سکتا ہے۔ جانے والا تو چلا جاتا ہے لیکن وہ اپنے پیچھے غم اور یادوں کا ایک طویل سلسلہ چھوڑ جاتا ہے۔ جانے والے اپنے ہوں یا پرائے۔ قربت کی وجہ سے ان کے اچانک چلے جانے سے دل میں گہرے زخم آ جاتے ہیں لیکن جس طرح سے وقت جسمانی زخموں کو بھر دیتا ہے اسی طرح سے دل کے زخم بھی بھر جاتے ہیں۔ گراہم صاحب کی میں بھی دل سے عزت کرتا ہوں انہوں نے تمہیں جو لاڈ پیار دیا ہے وہ شاید کسی اور کھلاڑی کو نہیں دیا ہو گا اسی لئے تمہیں ان کے جانے کا سب سے زیادہ دکھ ہے۔ لیکن بیٹا یہ مت بھولو کہ گراہم ڈوساک نے تمہیں جس مقام تک پہنچایا ہے وہ ان

کی بہترین محنت اور محبت کا ثمر ہے۔ آج تم جس مقام پر کھڑے ہو اس میں سب سے زیادہ محنت گراہم صاحب کی ہی ہے انہوں نے تمہیں ایک پودے کی طرح سے سینچا ہے اور تمہیں ایک ایسا تناور اور پھلدار درخت بنا دیا ہے جو دوسروں کو سایہ بھی دیتا ہے اور پھل بھی۔ گراہم ڈوساک نے جو توقعات تم سے وابستہ کر رکھی تھیں وہ شاید دوسرے کھلاڑیوں کے لئے نہیں تھیں۔ انہوں نے تمہیں ہر میدان میں اترنے کی صلاحیتوں سے روشناس کرایا ہے۔ میری جب بھی ان سے بات ہوتی تھی وہ تمہاری بے حد تعریف کرتے تھے اور یہی کہتے تھے کہ اگر پاکیشیا کو سپر ورلڈ کپ میں کامیابی ملی تو وہ صرف فہیم شہزاد ہی مرہون منت ہو گی۔ تم نے اب تک دوسرے میچوں میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ فائنل میں تم اس سے زیادہ بہتر کھیل کا مظاہرہ کرو گے اور پاکیشیا کو یقینی جیت سے ہمکنار کرو گے جس سے نہ صرف ان کا بلکہ میرا اور پوری قوم کا بھی تم جیسے ہیرو کے لئے سر فخر سے بلند ہو جائے گا۔ وہ تو چلے گئے ہیں لیکن انہوں نے تمہیں جو ٹریننگ اور تمہیں جو درس دیئے ہیں وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی رہیں گے۔ بیٹا میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم گراہم ڈوساک کو دل سے نکال دو۔ ایسا سوچنا بھی مت۔ البتہ میں تم سے یہ ضرور کہوں گا کہ گراہم ڈوساک کو جس نے بھی اور جس ناپاک مقصد کے لئے بھی ہلاک کیا ہے تم اس سے بدلہ لو۔ تم گراہم ڈوساک کے بیٹوں جیسے تھے۔ تم بھلے ہی گراہم ڈوساک کے

قاتلوں تک نہ پہنچ سکو لیکن تمہیں گراہم ڈوساک کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر پاکیشیا کے لئے کھیلنا ہے۔ پاکیشیا کے عوام کے لئے کھیلنا ہے اور ان کے لئے جیتنا بھی ہے۔ تمہارا کھیل اور تمہاری جیت ان قاتلوں کے لئے بہترین بدلہ ثابت ہو گی جو پاکیشیا کو جیت سے دور رکھ کر خود آگے نکلنے کے لئے انتہائی اقدام کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے۔ تم گراہم ڈوساک کی یادوں کو اپنے دل میں ضرور بسا کر رکھو لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہیں ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا بھی ہے اور پاکیشیا کے لئے جیت بھی حاصل کرنی ہے۔ تمہاری یہ جیت پاکیشیا کی جیت ہو گی۔ میری جیت ہو گی اور یہ جیت گراہم ڈوساک کی بھی ہو گی جنہوں نے تمہیں تراش کر ایک نایاب اور دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا بنا دیا ہے۔ اس لئے بیٹا اپنے دل میں غم اور دکھوں کے بادلوں کو جگہ نہ بنانے دو اور اپنا حوصلہ اور اپنی سوچ کو مثبت بنا کر میدان میں جانے کی تیاری کرو جہاں تمہاری اور تمہاری ٹیم کی جیت کی راہ میں پورا پاکیشیا آنکھیں بچھائے بیٹھا ہے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کیپٹن ہونے کی وجہ سے اب ساری ذمہ داری تم پر ہے بیٹا۔ تمہیں نہ صرف خود کو سنبھالنا ہے بلکہ اپنی ٹیم کو بھی حوصلہ دینا ہے کہ وہ فائنل میں اپنی پوری توجہ، ہمت اور حوصلے سے کھیل سکے اور پاکیشیا کو جیت سے ہمکنار کر سکے۔ میں پھر کہوں گا کہ تمہیں یہ جیت اپنے یا میرے لئے نہیں بلکہ پاکیشیا اور گراہم

ڈوساک جیسے مخلص اور باکردار انسان کے لئے حاصل کرنی ہے جو ہر حال میں سپر ورلڈ کپ پاکیشیا میں دیکھنا چاہتا تھا''...... ڈاکٹر شہزاد نے فہیم شہزاد کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بڑے مدبرانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈیڈی۔ میں سر گراہم کے قاتلوں سے ان کی ہلاکت کا بدلہ ضرور لوں گا۔ اگر انہیں ہلاک کرنے میں واقعی کافرستان کا ہاتھ ہے تو میں ان کے کھلاڑیوں کے سامنے ڈٹ جاؤں گا اور باؤلنگ، فیلڈنگ اور بیٹنگ کا جارحانہ انداز اختیار کر کے انہیں ایسی شکست دوں گا کہ انہیں یہ شکست زندگی بھر نہیں بھولے گی۔ میں سر گراہم کی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنی جان لڑا دوں گا اور اس وقت تک میدان سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ پاکیشیا ٹیم جیت نہیں جاتی''...... فہیم شہزاد نے پر اعتماد اور بڑے ٹھوس لہجے میں کہا تو ڈاکٹر شہزاد نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''ویٹس گریٹ۔ میں اپنے بیٹے سے اسی بات کی توقع کر رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم جیسا فرمانبردار میرا بیٹا ہے۔ میں اللہ کے حضور دعا کروں گا کہ اللہ ہر ایک کو تم جیسا نیک، صالح اور فرمانبردار بیٹا نصیب کرے۔ خوش رہو بیٹا۔ آج اگر میرا سر فخر سے بلند ہے تو وہ صرف تمہاری وجہ سے ہے۔ جب لوگ مجھے فہیم شہزاد کا باپ کہہ کر پکارتے ہیں تو فخر سے میرا سر بلند ہو جاتا ہے اور میرا

سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔ جب تم سُپر ورلڈ کپ جیت کر آؤ گے تو میں شاید خوشی سے مر ہی جاؤں گا''...... ڈاکٹر شہزاد نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ ڈیڈی آپ صبح صبح منہ سے ایسی منحوس بات نہ کریں۔ میں پہلے ہی سر گراہم کا دکھ برداشت نہیں کر پا رہا ہوں اوپر سے آپ ایسی باتیں کر کے مجھے اندر سے اور کمزور کر رہے ہیں''...... فہیم شہزاد نے کہا تو ڈاکٹر شہزاد بے اختیار ہنس پڑے۔

''تم کہیں جا رہے تھے کیا''...... ڈاکٹر شہزاد نے پوچھا۔

''جی ہاں ڈیڈی۔ صبح مجھے ملٹی نیشنل کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر سیٹھ الیاس کا فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی تھی وہ ملنے آئے ہیں اور گیسٹ روم میں میرا انتظار کر رہے ہیں میں ان سے ہی ملنے جا رہا تھا''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''سیٹھ الیاس۔ کیوں۔ وہ تم سے کیوں ملنے آئے ہیں''۔ ڈاکٹر شہزاد نے چونک کر کہا۔

''معلوم نہیں۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ وہ صرف کچھ دیر کے لئے مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جس انداز میں انہوں نے مجھ سے بات کی تھی میں انہیں انکار نہیں کر سکا تھا۔ اس لئے میں نے انہیں یہیں آنے کا کہہ دیا تھا''...... فہیم شہزاد نے جواب دیا۔

''دیکھ لو بیٹا۔ فائنل میں اب صرف دو روز باقی ہیں۔ ان دو روز میں تم ان جیسے سیٹھوں سے دور ہی رہو تو اچھا ہے۔ تم نہیں جانتے یہ سیٹھ لوگ کس نیچر کے ہوتے ہیں۔ میچ سے پہلے ان کا اس طرح ملنے آنا خالی از علت نہیں ہو سکتا''...... ڈاکٹر شہزاد نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں ڈیڈی۔ آپ کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ ان جیسے سیٹھ تو کیا اگر دوسرے ملکوں کی بڑی کمپنیوں کے مالک بھی آ کر مجھے خریدنے کی کوشش کریں گے تو انہیں سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ میں ملک وقوم کے لئے کھیلتا ہوں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں جسے نہ بکنا آتا ہے اور نہ جھکنا''...... فہیم شہزاد نے ڈاکٹر شہزاد کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''میں جانتا ہوں۔ میرا بیٹا دھن دولت کے پیچھے بھاگنے والا نہیں ہے لیکن پھر بھی میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ ایسے لوگوں کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دو تو بہتر ہو گا۔ ان لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا ملاقات کو ہی یہ ایشو بنا کر پروپیگنڈا کھڑا کر سکتے ہیں۔ یہ میں اس لئے بھی کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی ٹیم کے کیپٹن ہو اور پاکیشائی عوام کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے میڈیا کی بھی آنکھیں تم پر ہی لگی ہوئی ہیں۔ تمہاری ذرا سی غفلت تمہارے سارے کیریئر پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ تم نے اتنی محنت اور جدو جہد سے نام اور عزت

کمائی ہے اگر میڈیا کے ہاتھ کچھ لگ گیا تو وہ رائی کا پہاڑ بنا کر تمہاری ساری شہرت کو لمحے میں سیلاب میں بہا دیں گے اس لئے خود پر انگلی اٹھانے کا کسی کو کوئی موقع ہی نہ دو''...... ڈاکٹر شہزاد نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں ڈیڈی میں آپ جیسے محبّ وطن اور ایماندار باپ کا بیٹا ہوں۔ میں اپنی جان دے دوں گا لیکن اپنا کیریئر کبھی داؤ پر نہیں لگنے دوں گا اور قوم کو مجھ پر اور مجھے اپنی قوم پر پورا اعتماد ہے اگر میرے خلاف کوئی جھوٹا پروپیگنڈا کھڑا کیا گیا تو میں اس کے تانے بانے کھیل کے میدان میں بکھیر کر رکھ دوں گا''...... فہیم شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر شہزاد ایک بار پھر اس کے کاندھے تھپتھپانے لگے۔

''اگر کہو تو میں چلوں تمہارے ساتھ۔ دیکھتا ہوں کہ وہ تم سے کیوں ملنا چاہتا ہے''...... ڈاکٹر شہزاد نے کہا۔

''نہیں ڈیڈی۔ میں اسے خود ہی ڈیل کرلوں گا۔ آپ کا کلینک جانے کا وقت ہے۔ آپ جائیں۔ مریض آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کا کام ڈسٹرب ہو''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''اوکے۔ تم کہتے ہو تو میں چلا جاتا ہوں لیکن بہرحال محتاط رہنا''...... ڈاکٹر شہزاد نے کہا تو فہیم شہزاد نے ان کو تسلی دی اور پھر وہ ٹی وی لاؤنج سے نکلتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ تیار ہو کر گیسٹ

روم میں آ گیا جہاں ایک ادھیڑ عمر مگر لمبا تڑنگا سیٹھ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر مشروب کے گلاس اور جگ رکھا تھا اور سیٹھ کے پیروں کے پاس ایک بڑا سا بریف کیس بھی پڑا ہوا تھا۔

فہیم شہزاد کو آتے دیکھ کر سیٹھ اٹھا اور وہ بڑی گرمجوشی سے فہیم شہزاد سے بغل گیر ہو گیا۔ فہیم شہزاد نے بھی اپنے مہمان کی حیثیت سے اس کا گرمجوشی کا خیر مقدم کیا تھا۔

''میری آپ سے ملنے کی بے حد خواہش تھی فہیم صاحب۔ آپ تو اس ملک کے ہیرو ہیں۔ آپ جیسے ہیرو سے مل کر مجھے کس قدر خوشی ہو رہی ہے اس کا شاید آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے''۔ سیٹھ الیاس نے انتہائی مسرور لہجے میں کہا۔

''یہ آپ کی قدر دانی ہے جناب۔ ورنہ ہم کس قابل''...... فہیم شہزاد نے کہا تو سیٹھ الیاس بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہ آپ کی کسر نفسی ہے فہیم صاحب ورنہ آپ کیا ہیں یہ میں بھی جانتا ہوں اور پاکیشیا کی پوری قوم بھی جنہیں آپ جیسے عظیم سپوت پر فخر ہے جو کامیابی کے جھنڈے گاڑ کر ملک و قوم کا سر فخر سے بلند کرتے ہیں''...... سیٹھ الیاس نے کہا۔

''فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... فہیم شہزاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''پاکیشیا کے عظیم سپوت سے ہم اپنی خدمت کرائیں یہ کیسے ہو

سکتا ہے جناب۔ خدمت تو ہم جیسے لوگ کرتے ہیں اور وہ بھی آپ جیسے عظیم اور بڑے کھلاڑیوں کی''...... سیٹھ الیاس نے مسکراتے ہوئے کہا تو فہیم شہزاد بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں''...... فہیم شہزاد نے اس کی جانب حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سمجھ جائیں گے جناب۔ جب میں آپ کو سمجھاؤں گا تو آپ سب سمجھ جائیں گے''...... سیٹھ الیاس نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قدموں کے قریب پڑا ہوا بریف کیس اٹھایا اور اسے میز پر رکھ دیا۔

''یہ آپ کے لئے ہے''...... سیٹھ الیاس نے بریف کیس فہیم شہزاد کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

''میرے لئے۔ کیا ہے اس میں''...... فہیم شہزاد نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''آپ خود ہی کھول کر دیکھ لیں جناب''...... سیٹھ الیاس نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا اس کی مسکراہٹ اب قدرے بدل گئی تھی اب یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی مسکراہٹ میں انتہائی پراسراریت، مکاری اور عیاری چھپی ہوئی ہو۔

''سوری۔ جب تک آپ بتائیں گے نہیں اس وقت تک میں اس بریف کیس کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا''...... فہیم شہزاد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے جناب۔ تکلف نہ کریں۔ ایک بار اسے کھول کر تو دیکھیں''...... سیٹھ الیاس نے کہا۔

''نہیں۔ میں نے کہا ہے نا کہ جب تک آپ مجھے بتائیں گے نہیں کہ اس بریف کیس میں کیا ہے میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا اور آپ کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ یہ بریف کیس آپ میرے لئے کیوں لائے ہیں''...... فہیم شہزاد نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ بریف کیس اور سیٹھ الیاس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ بریف کیس میں کیا ہو سکتا ہے اور سیٹھ الیاس کے دل میں کیا ہے جس کی وجہ سے اس کا موڈ آف ہوتا جا رہا تھا۔

''اچھا چلیں۔ اگر اسے آپ نہیں کھولنا چاہتے تو اسے میں آپ کے لئے کھول دیتا ہوں''...... سیٹھ الیاس نے کہا اور پھر اس نے بریف کیس اپنی طرف کھینچا اور اس کے دونوں سائیڈ کے لاک کھول کر اس کا ڈھکن اٹھا دیا۔ بریف کیس کا ڈھکن اٹھا کر سیٹھ الیاس نے مسکراتے ہوئے بریف کیس کا رخ فہیم شہزاد کی جانب کر دیا اور بریف کیس میں موجود ڈالروں کی گڈیاں دیکھ کر فہیم شہزاد کا منہ بن گیا۔

''کیا مطلب۔ کیا ہے یہ سب''...... فہیم شہزاد نے اس بار بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

''لگتا ہے آپ کی بینائی کمزور ہے۔ بریف کیس میں ڈالر ہیں

اس سے دس گنا زیادہ ہوگا''......سیٹھ الیاس نے فہیم شہزاد کے لہجے کا برا منائے بغیر کہا۔

''ہونہہ۔ تو آپ مجھے خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں''......فہیم شہزاد نے غرا کر کہا۔

''ارے نہیں فہیم شہزاد صاحب۔ ہم جیسے چھوٹے لوگ آپ جیسے بڑے کھلاڑیوں کو خریدنے کی کہاں ہمت رکھتے ہیں۔ ہم تو آپ کے قدر دان ہیں اور آپ کو بس انعام دینا چاہتے ہیں''......سیٹھ الیاس نے اسی انداز میں کہا۔

''اس انعام کے بدلے میں مجھے کرنا کیا ہوگا''......فہیم شہزاد نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے غرا کر کہا۔

''کچھ بھی نہیں''......سیٹھ الیاس نے کہا۔

''کچھ بھی نہیں۔ کیا مطلب''......فہیم شہزاد نے حیران ہو کر کہا۔

''آپ پہلے یہ رقم قبول تو کریں پھر آپ کو مطلب بھی بتا دیا جائے گا اتنی بھی کیا جلدی ہے''......سیٹھ الیاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سیٹھ صاحب آپ میری برداشت کا امتحان لے رہے ہیں۔ اگر آپ مجھے یہ سوچ کر رقم دینا چاہتے ہیں کہ آپ مجھے خرید لیں گے اور میں وہی کروں گا جو آپ چاہیں گے تو آپ کی یہ سوچ قطعی طور پر غلط ہے۔ میں محبّ باپ کا محب وطن بیٹا ہوں۔ میں مر تو سکتا ہوں لیکن نہ بک سکتا ہوں اور نہ اپنے ملکی وقار کا کسی سے

سودا کر سکتا ہوں۔ میں آپ سے نہایت عاجزی سے درخواست کر رہا ہوں آپ پلیز اپنا یہ بریف کیس اٹھائیں اور یہاں سے چلے جائیں۔ ورنہ''......فہیم شہزاد نے کہا۔

''یہ ورنہ بہت خطرناک ہوتا ہے فہیم صاحب۔ اسے آپ اپنی زبان پر نہ ہی لائیں تو اچھا ہے''......سیٹھ الیاس نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں''......فہیم شہزاد نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''آپ کے ورنہ کہنے سے تو کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر میں نے ورنہ کہہ دیا تو بہت کچھ ہو جائے گا اور میں چاہتا ہوں کہ ورنہ تک بات نہ ہی پہنچے تو آپ کے اور میرے حق میں اچھا ہوگا''......سیٹھ الیاس نے کہا اور فہیم شہزاد ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کا چہرہ یکلخت غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

''شٹ اپ یو نانسنس۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو''......فہیم شہزاد نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور سیٹھ الیاس ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''ابھی تو میں نے دھمکی کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا ہے''۔ سیٹھ الیاس نے کہا۔

''اٹھو۔ فوراً اٹھو یہاں سے اور ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں ابھی سیکورٹی والوں کو بلاؤں گا اور وہ تمہیں اٹھا کر

میری رہائش گاہ سے باہر پھینک دیں گے۔ میں تم جیسے بک میکرز کو ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا''...... فہیم شہزاد نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ یکلخت سرخ ہو گیا تھا اور اسے غصے میں دیکھ کر سیٹھ الیاس ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بریف کیس بند کیا اور اسے لاک لگا دیا۔

''کم از کم یہ تو جان لیتے کہ میں یہاں آیا کیوں تھا''...... سیٹھ الیاس نے فہیم شہزاد کی جانب دیکھتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''تمہارا تعلق ان بک میکرز سے ہے جو کھلاڑیوں کو خرید کر انہیں اپنے کھیل اور ملک سے غداری کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ تم چاہتے ہو کہ میں تم سے رقم لے لوں اور تمہارا غلام بن جاؤں۔ کرکٹ کے میدان میں میرا کھیل تمہارے اشاروں کا محتاج ہو اور تم مجھے اور مجھ جیسے کھلاڑیوں کو دی ہوئی رقم کے بدلے میں جوئے پر لگی ہوئی رقموں سے کروڑوں ڈالرز کما سکو۔ میں تم جیسے جواریوں کو بخوبی جانتا ہوں سیٹھ الیاس۔ اب جاؤ یہاں سے''...... فہیم شہزاد نے غصیلے اور نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم غلط سمجھ رہے ہو کپتان صاحب۔ میں جواری یا بک میکر نہیں ہوں''...... سیٹھ الیاس نے زہریلے انداز میں مسکرا کر کہا۔

''ہونہہ۔ اگر تم جواری یا بک میکر نہیں ہو تو کون ہو اور مجھے

کیوں خریدنا چاہتے ہو''...... فہیم شہزاد نے منہ بنا کر کہا۔

''میں محب وطن ہوں اور میں یہ سب کچھ اپنے وطن کے لئے کر رہا ہوں''...... سیٹھ الیاس نے کہا اور فہیم شہزاد ایک بار پھر چونک پڑا۔

''اپنے ملک کے لئے۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا تم......'' فہیم شہزاد کہتے کہتے رک گیا۔

''تم بالکل ٹھیک سمجھے ہو کپتان صاحب۔ میں پاکیشیائی نہیں ہوں۔ میرا تعلق کافرستان سے ہے اور میں یہ سب کچھ کافرستان کے لئے کر رہا ہوں''...... سیٹھ الیاس نے کہا اور فہیم شہزاد کے چہرے پر سے ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔

''تت۔ تت۔ تم کافرستانی ہو۔ مگر تمہارا نام''...... فہیم شہزاد نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''ہم نام سے نہیں اپنے کام سے پہچانے جاتے ہیں اور میں نے اگر تمہیں اپنا کام اور اپنی پہچان بتا دی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے''...... سیٹھ الیاس نے اسی انداز میں کہا۔

''ہونہہ۔ تم جو کوئی بھی ہو اچھی طرح کان کھول کر سن لو۔ میں بکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تمہاری دال یہاں نہیں گلے گی۔ اب تمہارے لئے یہی بہتر ہو گا کہ تم جس طرح آئے ہو اسی طرح واپس چلے جاؤ ورنہ میں پولیس کو کال کر کے تمہیں رشوت دینے کے الزام میں گرفتار بھی کروا سکتا ہوں''...... فہیم شہزاد نے اور زیادہ

غصے میں آتے ہوئے کہا۔ یہ جان کر کہ اس کے سامنے کافرستانی بیٹھا ہوا ہے فہیم شہزاد کا خون کھول اٹھا تھا۔

"میں یہاں سے جانے کے لئے نہیں آیا ہوں کپتان صاحب"...... سیٹھ الیاس نے کہا۔ اس بار اس کے لہجے میں زہریلے ناگ کی سی کاٹ تھی۔

"جانے کے لئے نہیں آئے ہو۔ کیا مطلب"...... فہیم شہزاد نے کہا۔ اسی لمحے سیٹھ الیاس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بھاری دستے والا ریوالور چمک رہا تھا۔ سیٹھ الیاس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر فہیم شہزاد کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سیٹھ الیاس کی جانب دیکھنا شروع ہو گیا۔ سیٹھ الیاس کے چہرے پر اچانک انتہائی سفاک اور درندگی آمیز سنجیدگی اُمڈ آئی تھی۔

ڈور بیل کی گھنٹی بجی تو سلیمان جو کچن میں لنچ تیار کر رہا تھا برے برے منہ بنانا شروع ہو گیا۔

"ہونہہ۔ فلیٹ میں جان کھانے کے لئے صاحب کی موجودگی کم ہے کیا، جو اب کوئی اور بھی میرا سر کھانے کے لئے آ گیا ہے"۔ ڈور بیل کی آواز سن کر سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ دیگچی میں مرغ بھون رہا تھا۔ ڈور بیل کی آواز سننے کے باوجود اس نے دیگچی سے چمچ نہیں نکالا تھا۔ اس نے اپنے کان یوں لپیٹ لئے تھے جیسے اس نے ڈور بیل کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ ڈور بیل ایک بار پھر بجی تو دوسرے کمرے میں موجود عمران کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ناہنجار خانساماں۔ اپنے کانوں سے روئی نکالو اور ڈور بیل کی آواز سنو"...... عمران نے چیخ کر کہا لیکن اس نے عمران کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری بار پھر بیل بج اٹھی تب بھی سلیمان کے

کانوں پر جوں نہ رینگی تو عمران ایک بار پھر چیخ اٹھا۔

''سلیمان۔ جناب عالم فاضل سلیمان پاشا صاحب کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا سلیمان پھر بھی خاموش رہا۔ عمران نے ایک دو بار پھر اسے پکارا لیکن سلیمان جیسے واقعی عمران کی آواز سن ہی نہیں رہا تھا تب عمران غصے سے جھنجھلاتا ہوا اور زور زور سے زمین پر پاؤں مارتا ہوا کچن میں آ گیا۔

''تو تم یہاں ہو''...... عمران نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں خانساماں ہوں اور خانساماں ہمیشہ کچن میں ہی ہوتا ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''خانساماں کے بچے۔ تمہیں میری اور ڈور بیل کی آواز سنائی نہیں دی تھی''...... عمران نے اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ جب میں اپنے لئے لنچ بنا رہا ہوتا ہوں تو میں اپنے کان بند رکھتا ہوں''...... سلیمان نے جواب دیا۔

''تو اب تم میری آواز کیسے سن رہے ہو''...... عمران نے کہا۔

''میں نے کب کہا ہے کہ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں میں تو آپ کی باتوں کے جواب دے رہا ہوں''...... سلیمان نے ڈھٹائی سے کہا اور اس کا جواب سن کر عمران غرا کر رہ گیا۔

''باہر جا کر دیکھو کون ہے۔ اگر کوئی قرض مانگنے والا ہوا تو اسے باہر سے ہی ٹرخا دینا اور کہنا کہ صاحب پچھلے کئی سالوں سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ آٹھ دس سال بعد جب لوٹیں گے تو وہ سارا حساب بے باق کر دیں گے وہ بھی اس صورت میں جب صاحب کی شادی کسی اچھے اور رئیس خاندان کی کسی رئیس زادی سے ہو جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''یہ سب آپ خود باہر جا کر کیوں نہیں کہہ دیتے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''میں اگر باہر گیا تو قرض لینے والے مجھے ہی اٹھا کر لے جائیں گے پھر وہ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک مجھ سے محنت مشقت کروا کر مجھ سے قرض کا ایک ایک پیسہ وصول نہیں کر لیتے''...... عمران نے کہا۔

''قرض دینے والے مجھے جانتے ہیں آپ کو نہیں۔ اگر میں باہر گیا تو وہ مجھے رسیوں سے باندھ کر لے جائیں گے اور پھر وہ مجھ سے محنت مشقت نہیں کروائیں گے بلکہ مجھے الٹا لٹکا کر ماریں گے بھی اور پھر میرا دل گردے بلکہ تمام اعضاء نکال کر انہیں بیچ کر اپنا سارا قرض مع سود وصول کر لیں گے اس لئے بہتر ہو گا کہ آپ جا کر دیکھیں کہ باہر کون ہے۔ اگر کوئی میرا پوچھے تو اسے کہہ دیں کہ میں حج کرنے گیا ہوا ہوں''...... سلیمان نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"حج وہ بھی سال کے شروع کے مہینے میں ابھی تو ذی الحج آنے میں کئی ماہ باقی ہیں"...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔ بیل چوتھی بار بجی تھی لیکن وہ دونوں اپنی نوک جھونک میں مصروف تھے جیسے انہیں بیل بجنے اور بیل بجانے والے سے کوئی مطلب ہی نہ ہو۔

"آپ جیسے کنجوس صاحب اگر کسی ملازم کو حج پر بھیجیں گے تو اس کے لئے ہوائی جہاز یا بحری جہاز کا ٹکٹ تو خرید کر دیں گے نہیں۔ مجھ جیسے ملازموں کو حج پر جانے کے لئے پرانے دور کی طرح کسی خچر، اونٹ یا گھوڑے پر ہی جانا پڑے گا۔ جب تک خچر، اونٹ یا گھوڑا وہاں پہنچائے گا اس وقت تک حج بھی شروع ہو چکا ہو گا"...... سلیمان نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ گھوڑے کی بجائے میں تمہیں خچر پر ہی بھجوانے کا کہہ دیتا ہوں۔ اس سے تمہیں حج پر جانے کے لئے واقعی کئی ماہ پہلے نکلنا پڑے گا۔ ویسے تم لنچ کے لئے بنا کیا رہے ہو"...... عمران نے کہا۔

"کچھ خاص نہیں۔ بینگن کا بھرتہ بنا رہا ہوں۔ کھائیں گے آپ"...... سلیمان نے کہا۔

"بینگن کا بھرتہ۔ لیکن خوشبو تو چکن کی آ رہی ہے"...... عمران نے ہوا میں خوشبو سونگھتے ہوئے کہا۔

"وہ میں نے بھرتے میں چکن کیوب ڈالا ہے اس کی خوشبو

ہے"...... سلیمان نے کہا۔

"چلو جو بھی ہے۔ تمہارے ہاتھوں اگر زہر ملا کھانا بھی بنا ہو گا تو میں وہ بھی کھا لوں گا بینگن کے بھرتے کی کیا بات ہے"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کسی دن ایسا ہی کروں گا۔ آپ کے کھانے میں زہر ملا دوں گا تاکہ آپ جیسے کنجوس صاحب سے میری جان ہی چھوٹ جائے اور میں سکون کی زندگی جی سکوں"...... سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اس کی بڑبڑاہٹ اتنی تیز تھی کہ عمران نے سن لی تھی۔

"کیا کرو گے"...... عمران نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ آپ جائیں اپنے کمرے میں۔ میں دیکھتا ہوں کہ باہر کس کی انگلیوں میں خارش ہو رہی ہے"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لینا اگر سوپر فیاض ہوا تو اس کے ہاتھوں کی خارش تمہاری درگت بنانے سے ہی ختم ہو گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ سوپر صاحب میری کیا درگت بنائیں گے۔ میں اگر ان کی درگت بنانے پر اتر آیا تو ان کے سر کے بال بھی اتار کر بیچ کھاؤں گا"...... سلیمان نے کہا اور عمران ہنستا ہوا واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ سلیمان نے چولہے کی آنچ کم کی اور

بڑبڑاتا ہوا بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

عمران سٹنگ روم میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اسے دروازہ کھلنے اور ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

''ٹائیگر اور یہاں''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اسے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر اسے ٹائیگر کمرے میں داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔

''جنگل میں گوشت کھانے کے لئے کوئی شکار نہیں ملا تھا تمہیں جو یہاں چلے آئے ہو اور وہ بھی میرا شکار کرنے''...... سلام دعا کے بعد عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''باس ایک بری خبر ہے''...... ٹائیگر نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم سے کسی اچھی خبر کی امید بھی کہاں کی جا سکتی ہے۔ جب بھی آتے ہو بری ہی خبریں لاتے ہو۔ انڈر ورلڈ میں رہنے والوں کی پاس اچھی خبریں کہاں سے ہو سکتی ہیں''...... عمران نے کہا۔

''کل پاکیشیا اور کافرستان کا فائنل میچ ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کون سا میچ۔ کبڈی کا یا فری اسٹائل ریسلنگ کا''...... عمران نے اپنے مخصوص موڈ میں آتے ہوئے کہا اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

''میں سپر ورلڈ کپ کے کرکٹ میچ کی بات کر رہا ہوں باس''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو تم مجھ سے براہ راست میچ دیکھنے کی اجازت لینے کے لئے آئے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں باس۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو ہرانے کی پوری تیاری کر لی گئی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو ہرانے کی تیاری کر لی گئی ہے۔ کیا مطلب۔ کیا ٹیم کی ہار جیت کا فیصلہ میچ سے پہلے ہی کر لیا جاتا ہے''...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

''یس باس۔ جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ بعض میچ فکس ہوتے ہیں اور یہ میچ زیادہ تر بکی کھلاڑیوں یا پھر ٹیم کے منیجر کو خرید کر کراتے ہیں۔ اور......'' ابھی ٹائیگر نے اتنا ہی کہا تھا کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔

''ایک منٹ۔ اب میرے سامنے بکیوں اور جوئے کا راگ الاپنا شروع نہ کر دینا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو ہلاک کرنے کے لئے کافرستان سے جو دو شوٹر آئے تھے ان کا کیا ہوا ہے۔ کچھ پتہ چلا ہے ان کا۔ کس نے بھیجا تھا انہیں اور انہوں نے خاص طور پر ٹیم کے کوچ کو ہی کیوں ٹارگٹ کیا تھا''...... عمران نے کہا۔

''میں یہی سب کچھ آپ کو بتانے کے لئے آیا ہوں باس۔ پاکیشیا کے خلاف ایک بھیانک اور انتہائی گھناؤنی سازش کی جا رہی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سازش۔ کس سازش کی بات کر رہے ہو''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر کی سنجیدگی دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو فائنل میں ہرانے کی سازش''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''ہونہہ۔ کرکٹ ایک کھیل ہے۔ اس کھیل میں کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے اس سے کسی کو کیا فرق پڑتا ہے اور ٹیم کو ہرانے کے لئے کسی سازش کا جال کیسے بُنا جا سکتا ہے''...... عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کافرستان سُپر ورلڈ کپ میں ہر حال میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے باس اور پاکیشیا کی کرکٹ ٹیم اس وقت نہ صرف فارم میں ہے بلکہ ان میں اس قدر جوش و جذبہ پایا جا رہا ہے کہ کافرستان تو کیا فائنل میں اگر ان کے مدمقابل کاسڑیائی ٹیم یا کالی آندھی بھی اتر آئے تو وہ ان کا بھی زور شور سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور ان سے بھی جیت سکتے ہیں۔ اس بات کا کافرستان کو شدت سے احساس ہے۔ جس طرح پاکیشیائی عوام پاکیشیا کو جیتتا دیکھنا چاہتے ہیں اسی طرح کافرستانی عوام بھی اس بات کی خواہش رکھتی ہے کہ ورلڈ کپ کی طرح سُپر ورلڈ کپ میں بھی جیت انہی کی ہو اور کافرستانی ٹیم پاکیشیا کے میدان میں پاکیشیا کو شکست دے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ان کے ایسا سوچنے سے کیا وہ جیت جائیں گے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''وہ یہ جیت زبردستی حاصل کرنا چاہتے ہیں باس۔ اسی لئے تو انہوں نے ایک مربوط پلاننگ کی ہے۔ ان کی اگر یہ پلاننگ کامیاب ہوگئی تو پاکیشیا ایک بار پھر کافرستان سے شکست کھا جائے گا اور کافرستانی ٹیم شان سے سُپر ورلڈ کپ کا سہرا سجا کر یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ اس کے لئے کافرستان کے ایک خطرناک کرائم سینڈیکیٹ نے حکومت سے ایک معاہدہ کیا ہے اور اپنے اس معاہدے کے تحت خفیہ طور پر پاکیشیا پہنچ گیا ہے۔ یہ کرائم سینڈیکیٹ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا ہی ہے جنہوں نے پاکیشیا کرکٹ کے غیر ملکی کوچ کو ٹارگٹ کیا تھا۔ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا باس جو خود کو بلیک کوبرا کہتا ہے اور جس کا اصلی نام راگھو دادا ہے اپنے ایک بڑے گروپ کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے اور وہ کافرستانی حکام کی ایماء پر ہر ممکن طریقے سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے خلاف سازش کر رہا ہے کہ پاکیشیائی ٹیم کو فائنل میچ میں شکست ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا ہے کہ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کافرستانی حکومت کی ایماء پر یہاں آیا ہے اور کافرستانی حکومت کو بھلا اس سے کیا فائدہ ہو گا کہ ان کی ٹیم ہر حال میں جیت جائے''...... عمران نے کہا۔

"پاکیشیا میں کچھ عرصہ قبل ایک گینگ ہوا کرتا تھا جو پرنس گینگ کہلاتا تھا۔ اس گینگ کا سربراہ خود کو وائٹ پرنس کہتا تھا۔ وائٹ پرنس اور اس کا گینگ منشیات، اسلحہ اور انسانی سمگلنگ کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے غیر قانونی دھندے کرتا تھا۔ میں نے وائٹ پرنس اور اس کے گینگ کے بارے میں جب معلومات حاصل کیں تو مجھے پتہ چلا کہ یہ گینگ کافرستانی گینگ ہے جو پاکیشیا میں اپنے پنجے گاڑنے کی کوشش کر رہا تھا جب مجھے اس کے بارے میں انفارمیشن ملی تو میں نے اس کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا تھا اور انڈر ورلڈ میں راستہ بناتا ہوا اس گینگ تک پہنچ گیا تھا۔ وائٹ پرنس چونکہ خفیہ رہنے کی کوشش کرتا تھا اس لئے مجھے اس تک پہنچنے کے لئے اس کے گینگ میں شامل ہونا پڑا اور پھر میں نے اس کے گینگ میں شامل ہو کر غیر محسوس انداز میں اس گینگ اور اس کے غیر قانونی دھندوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا۔

وائٹ پرنس اپنے ہوتے والے نقصان کی وجہ سے بے حد پریشان تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے گینگ کو کون نقصان پہنچا رہا ہے۔ پھر میں نے گینگ میں کچھ ایسا کرنا شروع کر دیا کہ وائٹ پرنس کو شک ہونے لگا کہ اس کے گینگ کو باہر سے کوئی نہیں بلکہ اس کے آدمیوں میں سے ہی کوئی غداری کر رہا ہے۔ اس نے پہلے تو خاموشی سے غدار کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس کی دال نہ گلی تو اس نے اپنے گینگ کے تمام افراد کو

ایک جگہ اکٹھا ہونے کا حکم دے دیا۔ وہ اپنے گینگ کے ہر فرد سے خود بات کرنا چاہتا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے گینگ میں کوئی کالی بھیڑ داخل ہو چکی ہے جو اس کے دھندوں اور اس کے گینگ کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے شمالی علاقے میں موجود ایک پرانے قلعے میں گینگ کے افراد کو بلایا تھا۔ جب سب وہاں پہنچ گئے اور میں بھی وہاں گیا تو تھوڑی دیر کے بعد وہاں وائٹ پرنس خود آ گیا۔ میں اسے وہاں ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا میرا ارادہ تھا کہ میں ایک بار وائٹ پرنس کو دیکھ لوں اور جب وہ واپس جائے تو میں اس کا تعاقب کروں یا وہ جس گاڑی میں آیا ہو اس گاڑی میں ایسی ڈیوائس لگا دوں تاکہ وہ جہاں بھی جائے مجھے اس کا پتہ ٹھکانہ معلوم ہو جائے۔ اس کام کے لئے مجھے گینگ کے افراد سے الگ رہنا پڑا تھا اور میں فورٹ میں ایک خفیہ جگہ چھپ گیا تھا۔ وائٹ پرنس کو دیکھ کر میں خاموشی سے خفیہ جگہ سے نکل کر اس طرف گیا جہاں وائٹ پرنس کی مخصوص گاڑی موجود تھی۔ میں نے اس کی گاڑی کے نیچے ایک سرچ ڈیوائس لگا دی۔ میرا کام ہو چکا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ اب مجھے وہاں سے نکل جانا چاہئے لیکن ابھی میں وہاں سے نکلنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پرنس گینگ کے ایک مخالف گینگ نے اولڈ فورٹ میں موجود وائٹ پرنس اور اس کے گینگ پر دھاوا بول دیا۔ پرنس گینگ نے جس تیزی سے دارالحکومت میں اپنے پنجے گاڑے تھے

اس سے کئی مقامی گینگز میں کھلبلی سی مچ گئی تھی جس سے انہیں شدید نقصان پہنچ رہا تھا اور ان میں سے بہت سے گینگ، پرنس گینگ کے خلاف ہو گئے تھے وہ اسی تاک میں لگے رہتے تھے کہ پرنس گروپ کبھی ایک ساتھ ہو اور وائٹ پرنس سامنے آئے تو وہ ان پر وار کر کے اس گینگ کو مکمل طور پر ختم کر دیں۔ اس مقصد کے لئے شاید مخالف گینگ کا کوئی اور آدمی بھی پرنس گینگ میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے شاید اپنے بڑوں کو گینگ کے اولڈ فورٹ میں جمع ہونے اور وائٹ پرنس کے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ ابھی وائٹ پرنس کو وہاں آئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اولڈ فورٹ میں پہلے سے چھپے ہوئے دوسرے کسی گینگ نے وائٹ پرنس اور اس کے گینگ پر حملہ کر دیا۔ ان کا حملہ اس قدر اچانک اور اس قدر شدید تھا کہ گینگ اور وائٹ پرنس کو کسی بھی طرح سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس حملے میں وائٹ پرنس بھی شدید زخمی ہو گیا تھا۔ شدید زخمی حالت میں وہ کسی نہ کسی طرح سے بچتا ہوا اپنی گاڑی تک آ پہنچا تو میں نے فوراً اس کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور گاڑی اس کے پاس لے گیا۔ میں نے اسے پکار کر بتایا کہ میں اس کے گینگ کا آدمی ہوں تو وہ بھاگ کر گاڑی میں آ گیا اور میں اسے وہاں سے نکال کر لے گیا۔ مخالف گینگ کے آدمیوں نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے جلد ہی ان سے چھٹکارا پا لیا تھا۔

وائٹ پرنس کا سارا گینگ ختم ہو چکا تھا۔ وائٹ پرنس بھی شدید زخمی تھا اسے چھ گولیاں لگی تھیں اور وہ کسی بھی وقت ہلاک ہو سکتا تھا لیکن میں اسے فوری طور پر اپنے ایک خفیہ ٹھکانے پر لے گیا اور میں نے اس کا آپریشن کر کے اس کے جسم سے ساری گولیاں نکال دیں اور اس کا وہیں علاج کر کے اس کی جان بچا لی۔ وائٹ پرنس ایک تو کافرستانی تھا دوسرا وہ جو انسانیت کو تباہ کرنے والے گھناؤنے دھندوں میں ملوث تھا مجھے تو اسی وقت اس جیسے خطرناک مجرم کو ہلاک کر دینا چاہئے تھا لیکن وہ مجھے جس طرح زخمی حالت میں ملا تھا میرے ضمیر نے اسے ہلاک کرنے سے روک دیا تھا اور میں نے انسانیت کے ناطے اس کی جان بچا لی تھی۔ جب وائٹ پرنس کو ہوش آیا اور اسے معلوم ہوا کہ میں نے اس کی جان بچائی ہے تو وہ میرا بے حد احسان مند ہوا اور میں نے اسے واضح طور پر بتا دیا کہ میں اس کے گینگ کا ممبر نہیں ہوں اور میرا تعلق پاکیشیا کی ایک خفیہ ایجنسی سے ہے۔ میں نے بھی اس تک پہنچنے اور اس کے گینگ کو ختم کرنے کی پلاننگ کر رکھی تھی لیکن مجھ سے پہلے دوسرا کرائم گینگ ہی میرا کام کر گیا تھا اور میں نے اس کی جان محض انسانیت کے ناطے بچائی ہے۔ یہ سب کچھ جان کر بھی وائٹ پرنس میرا اس قدر احسان مند ہو گیا تھا کہ اس نے اسی وقت اپنے تمام غیر قانونی کام بند کرنے اور خود کو پاکیشیا فورس کے سامنے سرنڈر کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ میں چاہتا تو اسے آسانی سے فورس کے

حوالے کر سکتا تھا لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں سچائی دیکھ لی
تھی اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی نئی زندگی ملنے کی خوشی
میں اپنے تمام غیر قانونی دھندے ختم کر دے گا اور اگر اسے ایک
بار واپس اپنے ملک جانے کا موقع مل جائے تو وہ وہاں بھی کوئی
غلط کام نہیں کرے گا اور نئے سرے سے عزت کی روٹی کمائے گا۔
اس کی باتیں سن کر میرا دل پسیج گیا تھا اور جب وہ ٹھیک ہو گیا تو
اس نے خود کو مجھے ایک بار پھر سرنڈر کرنے کا کہا تو میں اسے خفیہ
ٹھکانے سے نکال لایا اور بارڈر پر لے جا کر نہ صرف اسے آزاد کر
دیا بلکہ اسے بارڈر کراس کرنے میں اس کی مدد بھی کی۔ جس سے
وہ میرا اور زیادہ احسان مند ہو گیا تھا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا
تھا کہ مجھے جب بھی اس کی مدد کی ضرورت ہو گی وہ سر کے بل
میرے پاس پہنچ جائے گا اور وقت پڑنے پر وہ میرے لئے اپنی
جان بھی دے دے گا اور یہ کہ اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا
اسے ہر صورت میں پورا کرے گا اور تمام غیر قانونی کاموں کو خیر
باد کہہ کر نئی اور شریفانہ زندگی بسر کرے گا۔

باس میں جس وائٹ پرنس کے بارے میں آپ کو بتا رہا ہوں
اس سے میں اکثر رابطوں میں رہتا تھا۔ وہ مجھے کافرستانی انڈر ورلڈ
کی خبریں دیتا تھا جس سے مجھے معلوم ہو جاتا تھا کہ پاکیشیا کے
انڈر ورلڈ کے لئے کافرستان کیا کر رہا ہے اور اس کے کون کون
سے سینڈیکیٹ یہاں کام کر رہے ہیں۔ وائٹ پرنس نے وہاں جا

کر واقعی اپنا وعدہ نبھایا تھا اور اس نے تمام غیر قانونی اور غیر اخلاقی
کام کرنے چھوڑ دیئے تھے۔ اس نے کافرستان کے دارالحکومت میں
اپنا ایک عظیم الشان ہوٹل بنا لیا تھا۔ وائٹ پرنس کو بھی اور لوگوں کی
طرح کرکٹ میچ دیکھنے کا ازحد شوق تھا۔ عام میچ ہوں، ٹونٹی ٹونٹی
کے میچ، ورلڈ کپ کے میچ ہوں یا پھر کوئی سیریز کھیلی جا رہی ہو وہ
کوئی ایک میچ بھی مس نہیں کرتا تھا اور جب تک میچ جاری رہتا تھا
وہ دوسرے کسی کام کی طرف دھیان ہی نہیں دیتا تھا۔ وائٹ پرنس
نے چونکہ دارالحکومت میں سیون سٹار ہوٹل بنایا تھا اس لئے اس کے
ہوٹل میں اعلیٰ طبقے کے افراد ہی آتے تھے جن میں اہم سیاسی
شخصیات کے ساتھ غیر ملکی اور تمام کھیلوں کے سٹارز بھی شامل ہوتے
تھے۔

وائٹ پرنس نے ویسے تو تمام غیر قانونی دھندے چھوڑ دیئے
تھے لیکن اس نے سیون سٹار ہوٹل اپنے جرائم کی دنیا سے اکٹھی کی
ہوئی دولت سے بنایا تھا اس لئے اسے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ جس
دن حکومت اور ایجنسیوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ پرنس سینڈیکیٹ اس کا
تھا اور وہ ہی وائٹ پرنس ہے تو پھر حکومت نہ صرف اس سے اس کا
سب کچھ چھین لے گی بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے سلاخوں کے پیچھے
دھکیل دیا جائے گا۔ اس لئے اس نے اپنے ہوٹل کے تمام کمروں
میں خفیہ کیمرے اور آواز ریکارڈ کرنے والے آلات لگا رکھے تھے
تاکہ وہ ہوٹل میں آنے والے سیاسی اور با اثر افراد کے بارے میں

خفیہ معلومات اپنے پاس جمع کر کے رکھ سکے تا کہ وقت آنے پر وہ ان معلومات کی بنیاد پر خود کو برے وقت سے بچا سکے۔ ریکارڈنگ کا یہ کام وہ نہایت خفیہ طور پر کرتا تھا۔ ایک دن اس کے ہوٹل میں ایک با اثر سیاسی شخصیت اور کافرستانی کرکٹ ٹیم کے منیجر اور ٹیم کا کیپٹن آ گئے۔ وہ تینوں وائٹ پرنس سے ڈیلنگ کر کے ہوٹل کے خفیہ راستوں سے وہاں آئے تھے۔ خفیہ راستوں سے آنے کے بارے میں انہوں نے سیکورٹی رسک کا بہانہ بنایا تھا لیکن ان کے ساتھ جو چوتھی شخصیت تھی اسے دیکھ کر وائٹ پرنس چونک پڑا تھا۔ وہ اس شخص کو بخوبی جانتا تھا۔ وہ شخص راگھو دادا تھا جو کافرستان کے ایک بڑے اور انتہائی خطرناک سینڈیکیٹ کا سربراہ تھا جو بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے نام سے کافرستان میں دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

سیاسی شخصیت کے ساتھ کرکٹ ٹیم کے منیجر اور کیپٹن کا ہونا تو کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن ان تینوں کے ساتھ راگھو دادا جو بلیک کوبرا تھا، کو دیکھ کر وائٹ پرنس کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اس نے سیاسی شخصیت کے کہنے پر ان کے لئے خفیہ تہہ خانے میں خفیہ میٹنگ کا اہتمام کیا تھا۔ ان تمام افراد کے آنے سے پہلے اس نے اس کمرے میں کیمرے اور خفیہ آلات لگا دیئے تھے تا کہ وہ ان سب کو نہ صرف لائیو دیکھ سکے اور ان کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ ان کی باتیں ریکارڈ بھی کر سکے اور باس پھر اس نے ان چاروں افراد

کی باتیں سنیں تو وہ دنگ رہ گیا۔ وہ چاروں پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کو شکست دینے کے لئے میٹنگ کر رہے تھے اور ایک ایسی پلاننگ کر رہے تھے کہ پاکیشائی ٹیم کے مقابلے میں کافرستانی ٹیم کو ہر حال میں کامیابی ملے اور کافرستانی ٹیم فائنل گیم میں پاکیشیا سے ہر صورت میں کامیابی کے ڈنکے بجاتے ہوئے واپس آئے۔ انہیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ پاکیشیائی کرکٹ ٹیم اس وقت بہترین پرفارمنس دکھا رہی ہے اور پچھلے تمام میچ جیت کر وہ اپنے گروپ میں پہلے نمبر پر پہنچ چکی ہے اور چونکہ اب ان کا مقابلہ روائتی حریف سے ہے اس لئے وہ اس میچ کو جیتنے کے لئے بھرپور تیاریوں میں مصروف ہے۔ پاکیشیا ٹیم کا مورال اور ان کا جوش و جذبہ اس قدر زیادہ ہے کہ کافرستانی ٹیم کا ان سے ٹکر کا مقابلہ ہونے کی توقع ہے اور اس مقابلے میں کافرستانی ٹیم شاید ہی پاکیشیائی باؤلرز اور بیٹسمینوں کا سامنا کر سکیں۔ کافرستان میں عوام کی طرف سے اس میچ کو جیتنے کے لئے انا کا مسئلہ بنایا جا رہا ہے جس کی وجہ سے حکومت شدید دباؤ میں ہے اور حکومت کو ایسے آثار دکھائی دے رہے ہیں کہ اگر اس بار کافرستانی ٹیم پاکیشیا کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہو گئی تو عوام غیظ و غضب کا پیکر بن کر سڑکوں پر آ جائے گی اور کافرستانی عوام کا یہ سیلاب نہ صرف کافرستانی ٹیم کو بہا کر لے جائے گا بلکہ حکومت وقت کے لئے بھی شدید مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر اپوزیشن

پارٹیاں برسر اقتدار آنے کی کوشش کریں اس لئے کافرستانی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو ہر صورت میں شکست سے دوچار کرے گی تاکہ کافرستانی ٹیم کا مورال بھی پوری دنیا میں نمایاں رہے اور کافرستانی حکومت پر بھی عوام کا عتاب نہ آئے۔ اس لئے حکومتی نمائندگان میں کئی خفیہ میٹنگز کی گئی تھیں اور ان میٹنگز میں یہی فیصلہ کیا گیا تھا کہ کافرستانی ٹیم کے کیپٹن اور منیجر کو بلا کر ان پر دباؤ بڑھایا جائے کہ وہ ایسی حکمت عملی اختیار کریں کہ پاکیشیا کے میدان میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم ان کے سامنے ریت کی دیوار کی طرح گر جائے۔ حکومت کا جو نمائندہ ٹیم کے منیجر، کیپٹن اور کوبرا سے وائٹ پرنس ہوٹل میں میٹنگ کر رہا تھا اس نے حکومتی نمائندگان کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کی یگانگت اور ان کی ٹیم کا مورال ختم نہیں کیا جائے گا کافرستانی ٹیم کا ان سے جیتنا ناممکن ہے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی نہ صرف فارم میں ہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ یک جُٹ ہو کر رہتے ہیں اور ان کی ٹریننگ کاسٹریا کا کوچ گراہم ڈوساک کر رہا ہے جس نے اپنے ذاتی تجربوں سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ایک ایک کھلاڑی کو کندن بنا دیا تھا اور انہیں زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔ اس سیاسی شخصیت کا کہنا تھا کہ کافرستانی ٹیم پاکیشیا کے مقابلے میں اسی صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے جب گراہم ڈوساک جیسے تجربہ کار کوچ کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی

منیجمنٹ کو خرید لیا جائے اگر وہ بکنے کے لئے تیار ہوں تو۔ اگر منیجمنٹ ہاتھ نہ آئے تو پاکیشیا کے ان کھلاڑیوں کے ساتھ کچھ ایسا کیا جائے کہ وہ فائنل میں میدان میں اترنے کے باوجود اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکیں اور شکست ان کا مقدر بن جائے۔ اس سیاسی شخصیت نے اس کام کے لئے سرکاری ایجنسیوں کو پاکیشیا بھیجنے اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے حوصلے توڑنے کے مشورے دیئے تھے لیکن حکومتی اہلکار اس معاملے میں سرکاری ایجنسیوں کو آگے لانے کے لئے رضامند نہیں ہو رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر پاکیشیا میں کافرستان کی کسی ایجنسی کی موجودگی کا انکشاف ہو گیا اور پاکیشیا کو یہ علم ہو گیا کہ کافرستان، پاکیشیا سے محض ایک کرکٹ میچ جیتنے کے لئے اس قدر کھڑاک کر رہا ہے تو پاکیشیا کے ہاتھ ایک ایسا ایشو آ جائے گا جس کی وجہ سے وہ کافرستان کو پوری دنیا میں بدنام کر سکتا ہے۔ جس پر اس سیاسی شخصیت نے حکومت کے نمائندوں سے کہا تھا کہ اگر اس کام کے لئے حکومت کسی سرکاری ایجنسی کو آگے نہیں لانا چاہتی تو یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ خود کافرستانی ٹیم کے منیجر اور کیپٹن سے بات کرے گا اور وہ ایک ایسے سینڈیکیٹ کو جانتا ہے جسے اگر پاکیشیا بھیج دیا جائے تو وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم تو کیا پاکیشیا کی کسی بھی سرکاری ایجنسی کے بھی بخیئے ادھیڑ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اس سیاسی شخصیت نے حکومت کو اپنے مضبوط دلائل سے قائل کر لیا تھا اس لئے پاکیشیا سے کرکٹ میچ جیتنے

کا ٹاسک اس سیاسی شخصیت کو دے دیا گیا جس نے بلیک کوبرا سے
رابطہ کیا اور پھر اس نے بلیک کوبرا کو پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے خلاف
سازش تیار کرنے کا حکم دے دیا۔ بلیک کوبرا کٹر کافرستانی تھا اس
نے بھی یہ ٹاسک ہنسی خوشی قبول کر لیا تھا اور پھر اس نے بلیک کوبراء
کافرستانی ٹیم کے منیجر اور کیپٹن سے مل کر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے
خلاف منصوبہ بندی کرنی شروع کر دی۔ ان کی منصوبہ بندی ایسی
تھی جس پر عمل کر کے وہ آسانی سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو پاکیشیا
کے میدان میں ہی شکست دے سکتے ہیں اور پاکیشیا ٹیم کے باؤلرز
اور بیٹسمین کافرستانی باؤلرز اور بیٹسمینوں کا کسی طور پر سامنا نہیں کر
سکتے تھے''...... ٹائیگر نے یہ سب کہا اور خاموش ہو گیا۔ عمران
خاموشی سے یہ ساری تفصیل سن رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی ٹائیگر
کی بات ٹوکنے یا اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''ہونہہ۔ تو اس کھیل کو کافرستانی سرکاری سطح پر رانگ دے سے
جیتنے کے چکروں میں ہیں''...... عمران نے ساری تفصیل سن کر غصے
سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ اس کے لئے اس سرکاری شخصیت کی ایماء پر بلیک
کوبرا پاکیشیا پہنچ گیا ہے اور اس نے یہاں آ کر اپنا کام بھی شروع
کر دیا ہے۔ اسی کے کہنے پر ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو ہلاک
کیا گیا ہے اور اب بلیک کوبرا پاکیشیا کے کھلاڑیوں کو خریدنے کی
کوشش کر رہا ہے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کئی ایسے کھلاڑی ہیں جو

دولت کی چمک میں ملک کی عزت فروخت کرنے سے بھی گریز نہیں
کریں گے اور جو بکنے اور جھکنے سے انکار کر دیں گے انہیں بلیک
کوبرا نے اپنے مخصوص انداز میں کور کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔
وائٹ پرنس پاکیشیا اور کافرستان میں ہونے والا میچ دیکھنے
خصوصی طور پر یہاں آیا ہے۔ میں مختلف کلبوں اور ہوٹلوں میں شنکر
اور ساونت کو تلاش کر رہا تھا تو اتفاق سے میری اس سے ملاقات
ہو گئی۔ مجھے دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا اور مجھے یہ سب بتانے کے
لئے خصوصی طور پر اپنے روم میں لے گیا۔ جب اس نے میرے
سامنے یہ سب انکشافات کئے تو میں حیران رہ گیا تھا۔ میں نے اس
سے کافرستان کی اس سیاسی شخصیت کے بارے میں پوچھنے کی لاکھ
کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا
تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے یہ سب بتا کر اپنے احسان کا
بدلہ اتارنا چاہتا ہے اگر میں چاہوں تو پاکیشیا ٹیم کو کافرستانی ٹیم سے
اس انداز میں ہارنے سے بچانے کی کوشش کر سکتا ہوں اور یہ تب
ہی ممکن ہے کہ میں کسی طرح سے پاکیشیا میں موجود بلیک کوبرا کو
ٹریس کر لوں۔ ایک بار وہ ہاتھ آ گیا تو پاکیشیا کی ٹیم کے خلاف کی
جانے والی سازش کھل کر میرے سامنے آ جائے گی۔ اس نے کہا تھا
کہ وہ چونکہ کافرستانی ہے اس لئے وہ خود بھی یہی چاہتا ہے کہ ورلڈ
کپ کی طرح سپر ورلڈ کپ میں بھی کافرستان کامیابی حاصل
کرے۔ لیکن یہ کامیابی انہیں اپنے بل بوتے پر حاصل کرنی ہو گی

نہ کہ سازش کے جال بچھا کر اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں کو خرید کر یا انہیں نقصان پہنچا کر۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ کافرستانی ہونے کے ناطے وہ مجھے اس سیاسی شخصیت کے بارے میں نہیں بتائے گا اور اس نے مجھ سے یہ وعدہ بھی لیا ہے کہ اس سلسلے میں کسی بھی سطح پر اس کا نام نہیں آئے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہونہہ وہ سیاسی شخصیت وزیر ثقافت کے سوا اور کس کی ہو سکتی ہے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''میرا بھی یہی اندازہ ہے باس''...... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے بارے میں، میں نے بھی بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہ سینڈیکیٹ سفاکی، بربریت اور بے رحمی میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اپنا مقصد پانے کے لئے وہ لاشوں کے پشتے بھی لگا سکتے ہیں اور راگھو داوا جو بلیک کوبرا کہلاتا ہے حقیقت میں کسی زہریلے کوبرا سے کم نہیں ہے جس کا کاٹا پانی بھی نہیں مانگتا''۔ عمران نے کہا۔

''تب پھر ہمیں اپنی ٹیم کو ان سے بچانے کے لئے کچھ کرنا ہو گا باس۔ میں مانتا ہوں کہ کھیل، کھیل ہی ہوتا ہے اور اس میں ایک کی جیت اور ایک کی ہار ہوتی ہے لیکن سازش سے کسی بھی ملک کی ٹیم کو ہرایا جائے یہ تو بہت غلط بات ہے۔ اگر کافرستانی ٹیم خود کو سپر پاور

کہتی ہے تو پھر اسے اپنی کارکردگی اور اپنی ہمت سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنی کوششوں سے جیت حاصل کرنی چاہئے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پلاننگ کیا ہے ان کی''...... عمران نے پوچھا۔

''کوبرا نے کافرستانی سیاسی شخصیت، ٹیم کے کپتان اور منیجر کے سامنے جو پلاننگ بتائی تھی اس کے تحت وہ پہلے تو ٹیم مینجمنٹ اور کھلاڑیوں کو خریدنے کی کوشش کرے گا۔ جو بک جائیں گے وہ ان کی منشاء کے مطابق ہی کھیلیں گے اور جو بکنے سے انکار کر دیں گے اس کے لئے کوبرا نے انہیں ہراساں کرنے، ان کے خاندان کو یرغمال بنانے کے ساتھ ساتھ انہیں سپیشل ڈوز دینے کا سوچا ہے۔ سپیشل ڈوز کیا ہے اس کے بارے میں بلیک کوبرا نے کوئی بات نہیں کی تھی البتہ اس نے اتنا ضرور کہا تھا کہ جن کھلاڑیوں کو سپیشل ڈوز دی جائے گی وہ بھی ان کھلاڑیوں کی طرح ہی کھیلیں گے جو ان کے خریدے ہوئے ہوں گے اور وہ زیادہ دیر میدان میں نہیں ٹک سکیں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''مطلب۔ وہ ان کھلاڑیوں کو ڈرگز دینے کی کوشش کر سکتے ہیں''...... عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ایسا ممکن ہے۔ اگر وہ کھلاڑیوں کو میدان میں جانے سے پہلے ڈرگز دے دیں گے تو اس سے کھلاڑیوں کو وقتی طور پر تو شاید کچھ اثر نہ ہو لیکن کچھ دیر کے بعد ان کے اعصاب جواب

دے دیں گے اور وہ میدان میں کھل کر نہیں کھیل سکیں گے۔ نہ باؤلر لائن آف لینتھ پر باؤلنگ کرا سکیں گے اور نہ فیلڈر اپنی فیلڈنگ پر دھیان دے سکیں گے اور بیٹسمینوں کو تو شاید اپنی طرف آتی ہوئی گیند دکھائی ہی نہ دے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”کون کون سے کھلاڑی فائنل میں کھیل رہے ہیں“...... عمران نے پوچھا تو ٹائیگر نے اسے ان کھلاڑیوں کے نام بتانے شروع کر دیئے جو سپر ورلڈ کپ کا فائنل کھیلنے جا رہے تھے۔

”تمہارے خیال میں ان میں سے کتنے کھلاڑی بک سکتے ہیں اور کتنے کھلاڑیوں کو بلیک کوبرا ڈرگز یا دوسرے طریقوں سے فیلڈ میں جانے پر نقصان پہنچا سکتا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”چار کھلاڑی تو ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انہیں آسانی سے خریدا جا سکتا ہے۔ جبکہ چھ کھلاڑی جن میں باؤلرز بھی ہیں اور بیٹسمین بھی۔ ان میں ان کا کیپٹن بھی شامل ہے وہ ایسے ہیں جو میری نظر میں کم از کم بک نہیں سکتے ہیں۔ انہیں اپنے طور پر کھلانے کے لئے خاص طور پر بلیک کوبرا کو کام کرنا پڑے گا۔ پہلے تو وہ ان کھلاڑیوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور پھر وہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے اور انہیں کون سی سپیشل ڈوز دیتا ہے اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا“۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تو کیا تمہارے خیال میں ان کھلاڑیوں پر نظر رکھ کر انہیں

بلیک کوبرا سے بچایا جا سکتا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”یس باس۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن ہمارے پاس وقت بہت کم ہے صرف آج کا دن اور آج کی رات باقی ہے۔ کل فائنل ہے اور اگر ہم نے بلیک کوبرا کو نہیں پکڑا تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وائٹ پرنس کے کہنے کے مطابق بلیک کوبرا پچھلے چار روز سے یہاں ہے اور اس کا چار روز سے یہاں ہونے کا مطلب ہے کہ اس نے اب تک اپنی پلاننگ پر پوری طرح سے عمل کر لیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے ٹیم کے تمام پلیئر اب تک اس کی مٹھی میں آ گئے ہوں اور اب وہی ہو گا جو بلیک کوبرا اور کافرستانی چاہتے ہیں اسی لئے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو پاکیشیا میں ہی ہرانے کی پوری تیاری کر لی گئی ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”پھر تمہارے خیال میں ٹیم کو اس سازش سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ جو کھلاڑی فائنل میچ کھیل رہے ہوں انہیں ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے کھلاڑیوں کو کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح بلیک کوبرا اور کافرستانیوں کے عزائم خاک میں مل جائیں گے۔ جن کھلاڑیوں کے لئے انہوں نے ہاتھ پاؤں مارے ہوں گے ان کی جگہ دوسرے کھلاڑی آ جائیں گے تو وہ میدان میں کیا کر سکیں گے“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”لگتا ہے باس کہ آپ کو کرکٹ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ جس میچ کے لئے ٹیم کو سلیکٹ کیا جاتا ہے اس

میچ میں صرف وہی کھلاڑی کھیلتے ہیں جن کے نام پہلے سے ہی اناؤنس کئے گئے ہوں۔ ہر میچ میں کھیلنے والے کھلاڑیوں کے نام پہلے سے ہی اناؤنس کرنے پڑتے ہیں۔ ان میں چند ایکسٹرا کھلاڑی بھی ہوتے ہیں لیکن وہ صرف اس صورت میں میدان میں آ سکتے ہیں جب کھیل کے میدان میں کوئی زخمی ہو جائے تو وہ رنر کے طور پر ایک بیٹسمین کی مدد کر سکتا ہے یا پھر زخمی فیلڈر کی جگہ لے سکتا ہے۔ لیکن وہ ایکسٹرا کھلاڑی نہ تو بیٹسمین کے طور پر میدان میں اتر سکتے ہیں اور نہ ہی باؤلر کے طور پر''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کرکٹ کے معاملے میں مجھے واقعی زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ کرکٹ کے میدان میں بیس بائیس کھلاڑی ہوتے ہیں جو ایک گیند کے لئے پاگلوں کی طرح دوڑیں لگا رہے ہوتے ہیں۔ گرمی ہو یا سردی وہ سارا سارا دن ایک ہی گیند کو مارتے رہتے ہیں اور اس کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''اگر آپ کہیں تو میں آپ کو کرکٹ کی تھوڑی بہت انفارمیشن دے سکتا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں رہنے دو۔ جب مجھے اس کھیل میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے تو مجھے اس کی انفارمیشن حاصل کر کے کیا کرنا ہے''...... عمران نے کہا۔

''پھر آپ بتائیں۔ پاکیشیا کو کافرستانی ٹیم سے شکست سے

بچانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے''...... ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

''اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ راگھو دادا کو ٹریس کیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے سارے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو ختم کر دیا جائے لیکن جس طرح ہر ادارے میں کالی بھیڑیں ہوتی ہیں اسی طرح کھیل کے میدان میں بھی ان کالی بھیڑوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ آج کل کے کھلاڑی تو شروع شروع میں اپنی ہمت اور طاقت کا لوہا منواتے ہیں اور پھر جب وہ ہیروز کے رینک میں آ جاتے ہیں تو پھر ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی ان کی بڑھ چڑھ کر بولی لگائے اور وہ دولت کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اس منزل پر پہنچ جائیں جہاں سے وہ صرف اپنے مفاد کے لئے زندہ رہ سکیں اور اپنی اور اپنے خاندان کی خوشیاں خرید سکیں۔ انہیں ملکی وقار۔ ملکی عزت اور عوامی جذبے کی نہ کوئی قدر ہوتی ہے اور نہ کوئی فکر۔ جو ٹیم میدان میں اترتی ہی ہارنے کے لئے ہے وہ بھلا جیت کا تمغہ کیسے حاصل کر سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''میں مانتا ہوں باس۔ لیکن کھلاڑیوں میں ایسے کھلاڑی بھی تو ہوتے ہیں جو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ ملک اور اپنی عوام کے لئے کھیلتے ہیں۔ جس سے ملک کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان میں ٹیم کا کیپٹن فہیم شہزاد اور دوسرے کھلاڑیوں میں اسلم انصاری، ہاشم کلیم، ناصر عباس اور شیراز جیسے کھلاڑی بھی ہیں جن

کے بارے میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ جب بھی میدان میں آتے ہیں تو ان کے شاندار کھیل سے ملک اور قوم کو کامیابیاں ہی ملتی ہیں۔ اگر ہم ان گنے چنے کھلاڑیوں کو ہی بلیک کوبرا جیسے شیطان سے محفوظ رکھ لیں تو مجھے یقین ہے کہ دوسرے میچوں کی طرح پاکیشیا کرکٹ ٹیم سازشوں کے باوجود آسانی سے کافرستانی ٹیم کا مقابلہ بھی کر سکتی ہے اور فائنل جیت بھی سکتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ایسا صرف تم کہہ رہے ہو۔ اگر ان کھلاڑیوں کے سامنے ڈالرز اور یورو کے بنڈل رکھے جائیں تو ان کا بھی ایمان ڈولنے میں دیر نہیں لگے گی۔ نہیں ٹائیگر ہمیں اس معاملے میں صرف ایک مخصوص حد تک رہنا ہوگا۔ تم بلیک کوبرا کو ٹریس کرنے کی کوشش کرو۔ میں چیف سے بات کرتا ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی بلیک کوبرا کو تلاش کرے گی۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم میدان میں کیا کرتی ہے اور کیسا کھیل پیش کرتی ہے یہ ان پر ہی چھوڑ دو۔ البتہ بلیک کوبرا نے جن کھلاڑیوں کو خریدنے کی کوشش کی ہوگی یا انہیں ہراساں کرنے کی کوشش کی ہوگی ان تک ہم یہ پیغام پہنچا دیں گے کہ وہ بلیک کوبرا کا خوف اپنے دلوں سے نکال دیں اور اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بے فکری سے کھیلیں تاکہ ان کی جیت پاکیشیا اور پاکیشیائی عوام کی جیت بن جائے''۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یس باس۔ میں بلیک کوبرا کو تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر

رہا ہوں۔ میں نے چند مخبروں کو بھی اس کام پر لگا دیا ہے۔ جیسے ہی مجھے اس کے بارے میں کوئی انفارمیشن ملے گی تو میں آپ کو بتا دوں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اتنا سب کچھ جاننے کے باوجود عمران اس معاملے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ اس لئے اس نے اس موضوع پر عمران سے مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ابھی بیٹھو۔ سلیمان لنچ بنا رہا ہے گو کہ وہ اپنے حصے میں سے شاید ہی مجھے کچھ دے لیکن تمہاری موجودگی میں ہو سکتا ہے کہ اسے کچھ احساس ہو جائے اور وہ میرے لئے بچا کھچا ہی لے آئے۔ اگر وہ بچا کھچا لے آیا تو اس میں سے دو چار نوالے تم بھی لے لینا''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

''نو باس۔ میں لنچ کر کے آیا تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم اچھے ہو بھائی جسے باہر سے ہی لنچ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور ایک میں ہوں۔ مجھے لنچ کے وقت ناشتہ ملتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب تک سلیمان مجھے نہ گھر کے نہ گھاٹ کے دشمن اناج کے جیسے فقرے سنا سنا کر میرے کان نہ پکا دے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر ہنس پڑا۔

''اوکے باس۔ میں چلتا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے اسے سلام کیا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''جاتے جاتے سلیمان سے کہہ دینا کہ وہ دروازہ بند کر کے لاک لگا دے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا پھر اسے باہر کی طرف جاتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر دروازہ کھلا اور عمران نے جیسے ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنی اسی لمحے اچانک مشین گن چلنے کی تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ٹائیگر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

ٹائیگر کی چیخ کے ساتھ سلیمان کی بھی تیز چیخ سنائی دی تھی۔ مشین گن ایک لمحے کے لئے گرجی تھی پھر جیسے ہی مشین گن چلنے کی آواز ختم ہوئی اسی لمحے اچانک عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے بیرونی دروازے سے کوئی چیز اندر کی جانب پھینک دی گئی ہو۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی جانب لپکا۔ ابھی وہ دروازے کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک زور دار دھماکہ ہوا اور عمران بری طرح سے اچھل کر پیچھے جا گرا۔ جیسے کسی دیو نے اسے اٹھا کر پوری قوت سے پیچھے اچھال دیا ہو۔ اس کا سر زور سے زمین سے ٹکرایا۔ نیچے گرتے ہی عمران کو اپنے دماغ میں مزید خوفناک دھماکے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور پھر تیز گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک کمرے کی چھت اس پر آ گری ہو۔

ریوالور دیکھ کر فہیم شہزاد کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور وہ بڑی گھبرائی ہوئی نظروں سے سیٹھ الیاس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سیٹھ الیاس نے ریوالور نکال کر بڑے اطمینان سے دوسری جیب سے ایک سائیلنسر نکالا اور اسے ریوالور پر لگانا شروع کر دیا تھا۔

''تت۔ تت۔ تم نے یہ ریوالور کیوں نکالا ہے''...... فہیم شہزاد نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''میں سوچ رہا تھا کہ تم میری دی ہوئی رقم لے کر خوش ہو جاؤ گے اور مجھے تم سے کوئی زور زبردستی نہیں کرنی پڑے گی۔ لیکن تم پر محب وطنی کا ضرورت سے زیادہ ہی بخار چڑھا ہوا ہے اور یہ بخار کیسے اتارنا ہے یہ میں بخوبی جانتا ہوں''...... سیٹھ الیاس نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا تم مجھے ہلاک کرو گے''...... فہیم شہزاد نے غصے اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ضرورت پڑنے پر میں یہ بھی کر سکتا ہوں''...... سیٹھ الیاس نے اس بار غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن کیوں۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو اور تم ہو کون''...... فہیم شہزاد نے بے چین اور انتہائی خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں سیٹھ الیاس نہیں ہوں۔ میرا تعلق کافرستانی سینڈیکیٹ سے ہے اور اس سینڈیکیٹ کا میں دوسرا بڑا جلاد ہوں''...... سیٹھ الیاس نے کہا۔

''جج۔ جج۔ جلاد''...... فہیم شہزاد نے ہکلا کر کہا۔

''ہاں۔ میرا نام راما نند ہے لیکن کافرستان میں مجھے دوسرے تمام گینگز، سینڈیکیٹس اور سرکاری ایجنسیاں جلاد کے طور پر جانتے ہیں ایک ایسے جلاد کے طور پر جو اپنے دشمن کی بوٹیاں اڑا کر گٹر میں بہا دیتا ہے''...... سیٹھ الیاس نے کہا اور اس کی بات سن کر فہیم شہزاد جیسا سیدھا سادا کھلاڑی لرزہ براندام ہو گیا اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا تھا۔

''تت۔ تت۔ تم جو کوئی بھی ہو مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم نے اگر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو تم بھی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔ باہر سیکورٹی موجود ہے۔ تمہارے ساتھ میں اگر گیسٹ روم سے باہر نہ گیا تو وہ تمہیں باہر جانے کا کوئی موقع نہیں دیں گے''...... فہیم شہزاد نے کہا اور سیٹھ الیاس جو راما نند تھا

بے اختیار ہنس پڑا۔

''کس سیکورٹی کی بات کر رہے ہو''...... راما نند نے ہنستے ہوئے کہا۔

''باہر جو مسلح گارڈز موجود ہیں انہیں حکومت نے خاص طور پر میری حفاظت پر ہی مامور کر رکھا ہے''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''کر رکھا ہے نہیں کر رکھا تھا کہو''...... راما نند نے اسی انداز میں کہا۔

''تھا۔ کیا مطلب''...... فہیم شہزاد نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں یہاں اکیلا ہی آیا ہوں''...... راما نند نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے تو یہی بتایا گیا تھا کہ تم یہاں اکیلے ہی آئے ہو''...... فہیم شہزاد نے کہا تو راما نند کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ اور زیادہ زہریلی ہو گئی۔

''ہونہہ۔ تمہاری رہائش گاہ پر اس وقت میرا ہولڈ ہے مسٹر فہیم شہزاد۔ اس رہائش گاہ میں تمہارے جتنے بھی ملازمین اور سیکورٹی گارڈز موجود تھے ان سب کی جگہ میرے آدمی لے چکے ہیں۔ تمہارے ملازمین اور گارڈز کی لاشیں اب شاید گٹروں میں پڑی ہوں۔ اس گھر میں تم ہو، تمہارے گھر والے ہیں یا پھر میں اور میرے ساتھی''...... راما نند نے کہا تو فہیم شہزاد کے رہے سہے

اوسان بھی خطا ہو گئے۔

''نن۔نن۔نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میرے اتنے ملازمین کی جگہ تمہارے ساتھی کیسے لے سکتے ہیں اور گارڈز۔ ان کی بھی تعداد دس ہے۔ وہ مسلح تھے پھر تمہارے آدمیوں نے کیسے ان پر قابو پایا ہو گا۔ یہ ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے کپتان صاحب۔ خاص طور پر مجھ جیسا جلاد جب کسی مشن پر نکلتا ہے تو اپنے پورے لاؤ لشکر اور انتظام کر کے ہی نکلتا ہے۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو جاؤ باہر جاؤ اور خود ہی دیکھ لو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ باہر نکلتے ہی گارڈز تم پر گنیں تان لیں گے اور اگر تم دو منٹ میں یہاں واپس نہ آئے تو گارڈز کی مشین گنوں سے نکلنے والی گولیوں سے تمہارا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی سن لو کہ میرے جن ساتھیوں نے اس رہائش گاہ پر قبضہ کر رکھا ہے انہوں نے تمہارے اہل خانہ کو بھی یرغمال بنایا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں اس گھر میں تمہارا باپ ڈاکٹر شہزاد۔ تمہاری ایک بوڑھی ماں۔ دو بہنیں، ایک بھائی اور تمہاری بیوی اور ایک بچی ہیں جو اب بھی یہیں ہیں لیکن وہ سب اس وقت میرے آدمیوں کے نشانے پر ہیں۔ اگر تم نے اندر جانے کی کوشش کی تو میرے ساتھی انہیں فوراً گولی مار کر ہلاک کر دیں گے۔ ان سب کے پاس بھی سائیلنسر لگی گنیں ہیں جن سے گولی چلنے کا کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ تمہارے اپنے

موت کے گھاٹ صرف تمہاری وجہ سے ہی اتریں گے اس لئے رہائشی حصے کی طرف جانے کی کوشش نہ کرنا اور باہر جا کر محض ایک راؤنڈ لگا کر یہاں واپس آ جانا تاکہ میں تم سے اپنی بات مکمل کر سکوں''...... راما نند نے کہا اور اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں اور بیوی بچی کے یرغمال بننے کا سن کر فہیم شہزاد کے ہوش اُڑ گئے اس کے جسم میں واضح طور پر تھرتھراہٹ دکھائی دینا شروع ہو گئی تھی۔

''جاؤ۔ جاؤ۔ باہر جاؤ اور باہر کا ایک راؤنڈ لگا کر آؤ۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر دوستوں کی طرح بات کریں گے''...... راما نند نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو فہیم شہزاد تیزی سے مڑا اور بھاگتے ہوئے انداز میں باہر نکلتا چلا گیا۔ فہیم شہزاد کے باہر جاتے ہی راما نند نے جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور اس پر نمبر پریس کرنے لگا۔ نمبر پریس ہوتے ہی اس نے کالنگ کا بٹن آن کر دیا۔

''یس سر''...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کیا پوزیشن ہے''...... راما نند نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہاں مکمل طور پر ہمارا ہولڈ ہے جناب۔ ہم نے تمام گارڈز اور ملازمین کو ہٹا دیا ہے۔ گھر کے تمام افراد ہمارے قبضے میں ہیں اور وہ سب ایک کمرے میں موجود ہیں۔ ہمارے تین آدمی ان یرغمالوں کے سروں پر موت بن کر کھڑے ہیں اگر ان میں سے کسی

نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو اسے اسی وقت اُڑا دیا جائے گا''...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''گڈ شو۔ ان سب کے سیل فون اپنے قبضے میں لے لئے ہیں تم نے''...... راما نند نے پوچھا۔

''یس سر۔ سب کے سیل فون ہمارے پاس ہیں اور ہم نے وقتی طور پر ان کے سوئچڈ آف کر دیئے ہیں اور گھر کی لینڈ لائن بھی کاٹ دی گئی ہے۔ باہر موجود ہمارے گارڈز الرٹ ہیں اگر اس طرف کوئی آیا تو وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکے گا''۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

''ٹھیک ہے۔ تم پانچ منٹ کے بعد ڈاکٹر شہزاد کو گیسٹ روم میں لے آنا تاکہ میں اس کے بیٹے سے فائنل ڈیل کر سکوں اگر وہ مان گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اس پر سپیشل ڈوز والا ہی عمل کرنا پڑے گا''...... راما نند نے کہا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ میں ڈاکٹر شہزاد کو لے آتا ہوں''۔ دوسری طرف سے اس کے ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسے باندھ کر اور اس کا منہ بند کر کے لانا۔ میں نہیں چاہتا کہ لان سے گزرتے ہوئے وہ چیخنا چلانا شروع کر دے اور ہمسائے اس کی چیخیں سن لیں''...... راما نند نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں جناب۔ اس کے حلق سے چیخ تو کیا ہلکی سی آواز بھی نہیں نکل سکے گی''...... اس کے ساتھی نے جواب دیا۔

''او کے''...... راما نند نے کہا اور اس نے کال ڈسکنکٹ کر دی۔ جیسے ہی اس نے کال ڈسکنکٹ کی اسی لمحے فہیم شہزاد بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آ گیا اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔ راما نند کو دیکھ کر وہ دروازے پر ہی ٹھٹھک گیا اور اس کی جانب انتہائی خوف اور ترحم بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

''آؤ۔ اندر آ جاؤ''...... راما نند نے کہا اور فہیم شہزاد ڈرے ڈرے انداز میں اندر آ گیا۔

''بیٹھو''...... راما نند نے کہا وہ بدستور صوفے پر بیٹھا ہوا تھا فہیم شہزاد کو اٹھتے اور باہر جاتے دیکھ کر بھی وہ نہیں اٹھا تھا۔

''تت۔ تت۔ تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ کیا چاہتے ہو تم مجھ سے''...... فہیم شہزاد نے کہا۔ اس پر خوف اور گھبراہٹ کا ایسا غلبہ تھا کہ وہ کھڑا بدستور کانپ رہا تھا۔

''پہلے اطمینان سے بیٹھ جاؤ''...... راما نند نے بڑے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''میں کہہ رہا ہوں بیٹھ جاؤ''...... راما نند نے اس بار اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ فہیم شہزاد بے اختیار بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''اب تو تمہیں میری بات کا یقین آ گیا ہو گا کہ باہر موجود گارڈز تمہاری حفاظت کرنے والے گارڈز نہیں ہیں بلکہ تمہاری موت

کے روپ میں باہر موجود ہیں''...... راما نند نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ان سب نے ان گارڈز کی وردیاں پہن رکھی ہیں جو یہاں پہلے سے موجود تھے لیکن ان کی شکلیں مختلف ہیں اور باہر نکلتے ہی انہوں نے مجھ پر گنیں تان لی تھیں''...... فہیم شہزاد نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم نے رہائشی حصے کی طرف جانے کی کوشش تو نہیں کی''۔ راما نند نے پوچھا۔

''نن۔نن۔نہیں''...... فہیم شہزاد نے اسی انداز میں کہا۔

''گڈ۔ اگر تم یہ غلطی کرتے تو تمہارے گھر کے افراد بے موت مارے جاتے''...... راما نند نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

''ان سب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔تم ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو''...... فہیم شہزاد نے مدافعانہ لہجے میں بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ایک منٹ۔ ابھی بتاتا ہوں''...... راما نند نے اپنی ریسٹ واچ دیکھ کر کہا ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن کا رخ فہیم شہزاد کی جانب کر دیا۔ اسی لمحے دروازے سے دو نوجوان ایک کرسی اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ کرسی پر فہیم شہزاد کے والد ڈاکٹر شہزاد رسیوں سے بری طرح سے بندھے ہوئے تھے اور ان کے منہ پر بھی ٹیپ چڑھا ہوا تھا تاکہ وہ منہ سے کوئی آواز نہ نکال

سکیں۔ قدموں کی آواز سن کر فہیم شہزاد نے پلٹ کر دیکھا اور پھر جیسے ہی اس نے کرسی پر بندھے اپنے باپ کو دیکھا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ کیا۔ تم نے میری ڈیڈی کو اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے''...... فہیم شہزاد نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

راما نند نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تو وہ ڈاکٹر شہزاد والی کرسی اٹھائے اندر آگئے اور انہوں نے کرسی کمرے کے وسط میں رکھ دی۔ فہیم شہزاد آنکھیں پھاڑے اپنے ڈیڈی کی جانب دیکھ رہا تھا جو خود کو رسیوں سے آزاد کرانے کے لئے بری طرح سے مچل رہے تھے۔ فہیم شہزاد اپنے باپ کی طرف بڑھا تو راما نند نے ریوالور کی نال اس کی طرف کر دی۔

''وہیں رک جاؤ۔ اگر آگے بڑھے تو گولی مار دوں گا''...... راما نند نے غرا کر کہا اور فہیم شہزاد کے قدم وہیں رک گئے اور وہ خوف بھری نظروں سے اپنے باپ کی جانب دیکھنے لگا۔

''کمرے کا دروازہ بند کر دو اور کمرے میں وائس سکر مشین آن کر دو''...... راما نند نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ان میں سے ایک نے اپنی جیب سے ایک چھوٹے سائز کی مشین نکالی جس پر ایک راڈ سا لگا ہوا تھا۔ اس شخص نے راڈ کھینچ کر باہر نکالا اور مشین کا ایک بٹن پریس کیا تو راڈ میں سے چند پتیاں سی نکلیں اور چھتری بن کر مشین پر پھیل گئیں ساتھ

ہی مشین سے ٹوں ٹوں کی آواز نکلنے لگی تو اس شخص نے مشین کے دو اور بٹن پریس کر دیئے۔ جیسے ہی اس نے مشین کے بٹن پریس کیئے راڈ پر لگی چھتری کسی راڈار کی طرح آہستہ آہستہ گھومنے لگی اور دوسرے لمحے فہیم شہزاد کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے کانوں میں ہلکی ہلکی سی سیٹیاں سی بجتی شروع ہو گئی ہوں اسے اپنے اردگرد کی آواز بے حد دھیمی ہوتی اور کمرے کا ماحول بھاری بھاری سا ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ نوجوان نے مشین کمرے کی سائیڈ میں رکھی ہوئی ایک ٹیبل پر رکھ دی اور پھر وہ ڈاکٹر شہزاد کی کرسی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرا نوجوان پہلے سے ہی وہاں کھڑا تھا۔

''بیٹھ جاؤ کپتان صاحب''...... راما نند نے فہیم شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا جو بدستور کھڑا خوف اور بے بسی سے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔ میں نہیں بیٹھوں گا۔ پہلے تم بتاؤ تم نے میرے ڈیڈی کو اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے''...... فہیم شہزاد نے اس بار خود کو کنٹرول کرتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''مجھ سے سوال مت کرو۔ میں یہاں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے لئے نہیں آیا ہوں''...... راما نند نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''تو پھر تم چاہتے کیا ہو۔ آخر تم کچھ بتا بھی تو نہیں رہے ہو''...... فہیم شہزاد نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سب بتاتا ہوں۔ یہ بتاؤ اگر تمہیں اپنے کیریئر یا پھر اپنے باپ میں سے کسی ایک کو چننا پڑے تو تم کیا چنو گے''...... راما نند نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب''...... فہیم شہزاد نے ایک بار پھر ہکلا کر کہا۔

''تمہارے باپ کی طرح تمہارا سارا خاندان اس وقت میرے رحم و کرم پر ہے۔ یہاں ابھی صرف تمہارے باپ کو لایا گیا ہے۔ اگر تم میری بات مان لو گے تو اپنے خاندان کے باقی افراد کے ساتھ ساتھ تم اپنے باپ کی زندگی بھی بچا لو گے ورنہ میں تمہارے باپ کو تمہاری آنکھوں کے سامنے بے رحمی سے ہلاک کروں گا اس کے بعد تمہارے بھائی کو یہاں لایا جائے گا۔ بھائی کے بعد بہنوں کو پھر تمہاری بیوی اور پھر تمہاری معصوم سی بچی کی باری آئے گی۔ مجھے دیکھنا یہ ہو گا کہ تمہاری محب وطنی کس کس کی لاش دیکھ کر قائم رہتی ہے۔ ان میں سے کوئی تو ایسا ہو گا جس کی تم لاش دیکھنا نہیں چاہو گے اور مجھ سے ڈیلنگ کے لئے تیار ہو جاؤ گے''...... راما نند نے کہا تو فہیم شہزاد کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر راما نند کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس کی باتوں کو گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں پاکیشیا کے لئے کھیلنا چھوڑ دوں''...... فہیم شہزاد نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے رک

رک کر کہا۔

''اوہ نہیں۔ میں بھلا ایسا کیوں چاہوں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم کھیلو۔ ضرور کھیلو لیکن''...... راما نند نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑتے ہوئے کہا۔

''لیکن۔ لیکن کیا''...... فہیم شہزاد نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر شہزاد کے منہ پر ٹیپ لگی ہوئی تھی لیکن وہ بھی غور سے فہیم شہزاد اور راما نند کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے وہ بھی راما نند کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

''لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس طرح نہ کھیلو جس طرح کھیلتے ہو۔ تم آل راؤنڈر ہو اور تم ٹیم میں آخری نمبروں پر پاور پلے کے طور پر کھیلتے ہو۔ آخری نمبروں پر آنے کے باوجود تم پاور پلے سے بظاہر ہاری ہوئی ٹیم کو جیت کی بلندیوں تک کھینچ کر لے جاتے ہو اور بعض اوقات تو قطعی طور پر ہاری ہوئی ٹیم بھی تمہاری وجہ سے یقینی جیت حاصل کر لیتی ہے۔ تم نے پچھلے چند میچوں میں جو کارکردگی دکھائی ہے اس سے تمہارے حوصلے اور زیادہ بلند ہو گئے ہیں اور تم اب پاور پلے پر ہی زیادہ کھیلنا پسند کرتے ہو۔ اس کے علاوہ تم نے باؤلنگ میں بھی کمال کی حد تک مہارت حاصل کر رکھی ہے۔ کسی بھی ملک کا بڑے سے بڑا اور تجربہ کار سے تجربہ کار کھلاڑی بھی جب تک تمہاری باؤلنگ کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تم اسے یا تو ایل بی ڈبلیو کر دیتے ہو یا پھر وہ کھلاڑی کسی دوسرے کھلاڑی کے

ہاتھوں کیچ آؤٹ ہو جاتا ہے اور عام کھلاڑی تو تمہاری بال ڈھونڈتے رہ جاتے ہیں جو سوئنگ ہو کر سیدھی وکٹوں میں جا لگتی ہے۔ جب سے تم باؤلنگ کے میدان میں آئے ہو تب سے سُپر ورلڈ کپ کی سیریز میں شاید ہی ایسی کوئی ٹیم ہو جس نے دو سو سے زائد رنز بنائے ہوں۔ تمہاری ایوریج بھی کم ہوتی ہے اور ہر میچ میں زیادہ سے زیادہ وکٹیں بھی تم ہی حاصل کرتے ہو۔ پہلے تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ ان میچوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے ہم نے تمہیں چھیڑنے یا تمہیں روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن اب سوال ہمارے ملک کافرستان کا ہے۔ اس کافرستان کا جس نے ہمیشہ جیتنا سیکھا ہے۔ کسی بھی حال میں اور کسی بھی صورت میں۔ ہم کافرستان کے عوام میں سے ہیں جو کافرستان کو کسی بھی میدان میں شکست کھاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے خاص طور پر اس وقت جب کافرستان کا مقابلہ پاکیشیا سے ہو۔ گو کہ تمہاری ٹیم کی طرح ہماری ٹیم کا بھی مورال بے حد بلند ہے اور ہماری ٹیم کے کھلاڑی بھی ٹکر کی چوٹ دینے والوں میں سے ہیں لیکن جب بھی پاکیشیا اور کافرستان کا مقابلہ ہوتا ہے تو ہماری ٹیم کے کھلاڑی عوامی دباؤ میں آ جاتے ہیں اور جب بھی کوئی کھلاڑی کسی دباؤ میں آ کر کھیلنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی کارکردگی میں نمایاں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسے ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ کہیں وہ جلد آؤٹ ہو کر پویلین میں واپس نہ چلا جائے اس لئے یا تو وہ محتاط ہو کر کھیلتا ہے

جس سے رنز سکور کرنے میں وقت ہوتی ہے یا پھر وہ غلط اسٹروکس
لگانے کی وجہ سے آؤٹ ہو جاتا ہے۔ ایک نامور کھلاڑی اگر جلد
آؤٹ ہو کر پویلین واپس لوٹ جائے تو پھر اس کے پیچھے دوسرے
کھلاڑیوں کی بھی لائن لگ جاتی ہے اور جیسے جیسے کھلاڑی آؤٹ
ہوتے جاتے ہیں ٹیم کے حوصلے اتنے ہی پست ہوتے جاتے ہیں
اور پھر جب پاور پلے کی باری آتی ہے تب تک یا تو اوورز ختم ہو
رہے ہوتے ہیں یا ٹارگٹ اسکور اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے تیز
سے تیز کھیلنے کے باوجود ٹیم شکست سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اس
لئے ہم نے اپنی ٹیم کو حوصلہ دیا ہے اور ہم نے اپنی ٹیم سے وعدہ کیا
ہے کہ وہ پاکیشیا کے میدان میں اس عزم سے اتریں کہ ہر حال
میں جیت انہی کی ہو گی۔ پاکیشیا ٹیم کو ان کے لئے ہم ایسا بنا دیں
گے کہ وہ کسی بھی طور پر ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گی۔ فائنل
میں نہ تو پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی باؤلنگ پرفارمنس بہتر ہو گی نہ فیلڈنگ
پرفارمنس۔ وہ نہ تو اپنی کسی مہارت کا نمونہ پیش کر سکیں گے اور نہ
ان کی بیٹنگ لائن اس قدر مضبوط ہو گی کہ وہ زیادہ رنز اسکور کر سکیں
یا مخالف ٹیم کے بنائے ہوئے رنز کا تعاقب کر کے کامیابی حاصل
کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہی میں اور میرے ساتھی یہاں موجود
ہیں۔ ہم نے تمہاری ٹیم کے منیجر اور دوسرے کھلاڑیوں سے بھی
رابطے کئے تھے۔ ان میں سے کچھ نے تو ہماری دی ہوئی دولت
وصول کر کے ہمیں اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ کافرستان کے

مقابلے پر زیادہ دیر کریز پر نہیں رکیں گے اور نہ ہی وہ اپنی لائن
آف لینتھ پر باؤلنگ کرائیں گے اگر کافرستان ٹاس جیت کر پہلے
بیٹنگ کرے گا تو وہ انہیں ٹاپ اسکور کرنے کا موقع فراہم کریں گے
اور اگر کافرستان ٹاس نہیں جیتتا تو پھر پاکیشیا کرکٹ ٹیم اتنا اسکور
بنائے گی جسے کافرستانی ٹیم بیس تیس اوور میں ہی مکمل کر لے گی۔
جس طرح سے تمہاری ٹیم کے باقی افراد نے ہمیں یقین دہانی کرائی
ہے اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی ہماری بات مان جاؤ اور ہم
سے منہ مانگی رقم لے لو اور پھر تم کھیل کے میدان میں ماہر ترین
باؤلر بن کر جاؤ یا پاور پلے پر کھیلو لیکن کھیلو گے تم ویسا ہی جیسا ہم
چاہیں گے۔ تمہیں صرف ہمارے کہنے پر ہی کھیلنا ہو گا''...... راما نند
رکے بغیر مسلسل بولتا چلا گیا۔

''ہونہہ۔ تو تم مجھ سے رانگ پلے کرانا چاہتے ہو تاکہ ہم فائنل
میں اچھے کھیل کا مظاہرہ نہ کریں اور تمہارے ملک کی ٹیم جیت
جائے''...... فہیم شہزاد نے غرا کر کہا۔

''ہاں۔ تم اسے رانگ پلے بھی کہہ سکتے ہو''...... راما نند نے
اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہاری ٹیم پاکیشیا کرکٹ ٹیم سے خائف
ہے اور اس میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔ انہیں
فائنل میں اپنی شکست یقینی نظر آ رہی ہے جس کی وجہ سے وہ
ہمارے ساتھ رانگ پلے کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے تم جیسے

کرمنل کو بھیج کر ہمیں ڈرانا، دھمکانا اور خریدنا شروع کر دیا ہے''......فہیم شہزاد نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

''شٹ اپ۔ یو نانسنس۔ ہماری ٹیم کے حوصلے بہت بلند ہیں اور ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کھیل کے میدان میں تمہاری ٹیم کو بھیانک شکست دے سکیں۔ ہماری ٹیم میں بہترین باؤلروں اور بیٹسمینوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ کھیل کے میدان میں وہ تمہارے چھکے چھڑانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہم عوامی جذبات کی وجہ سے مجبور ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ کسی بھی وجہ سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ہاتھوں کافرستانی کرکٹ ٹیم ایک رن سے بھی ہار جائے۔ ہماری حکومت اور ہماری عوام ہر صورت میں کافرستان کی جیت چاہتی ہے۔ جس طرح کافرستان پہلے ہی عالمی چیمپئن ہے اسی طرح سپر ورلڈ کپ میں بھی کافرستان ہی عالمی چیمپئن بنے گا۔ ہم ٹیم کی نہیں کافرستانی عوام کی نمائندگی کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ سمجھے تم''......راما نند نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

''یہ تو سراسر زیادتی ہے کہ کھیل کے میدان کو بھی تم جیسے لوگ سیاست اور ملکی انا کا مسئلہ بنا دیتے ہیں۔ اس طرح جیت کر کافرستان کیا خاک جیتے گا۔ میں تو کہتا ہوں کہ کافرستان کی زبردستی کی حاصل کی ہوئی جیت، عام شکست سے بھی بدترین شکست ہو گی''......فہیم شہزاد نے کہا۔

''ہمیں اپنا فلسفہ مت سمجھاؤ مسٹر فہیم شہزاد اور اب کام کی بات کرو۔ میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کیا تم ہمارے ساتھ ڈیل کرنے کے لئے تیار ہو یا پھر میں تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے ڈیڈی کو ختم کر دوں''...... اس بار راما نند نے انتہائی خونخوارانہ انداز میں کہا اور فہیم شہزاد پریشانی کے عالم میں اپنے بندھے ہوئے باپ کی جانب دیکھنے لگا جنہوں نے بندھے ہونے کے باوجود زور زور سے انکار میں سر ہلانا شروع کر دیا تھا جیسے وہ فہیم شہزاد سے کہہ رہے ہوں کہ وہ اس کی بات ماننے سے انکار کر دے۔

''مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دے سکتے ہو''......فہیم شہزاد نے بے چینی کے عالم میں کہا جیسے واقعی فوری طور پر فیصلہ کرنے میں اسے مشکل ہو رہی ہو۔

''کتنا وقت چاہتے ہو''......راما نند نے پوچھا۔

''کم از کم آج رات تک کا مجھے وقت دو۔ میں تمہیں کل اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا''......فہیم شہزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ابھی کھیل شروع ہونے میں دو دن باقی ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں کل تک کا وقت دے دیتا ہوں۔ لیکن''......راما نند نے کہا اور ایک بار پھر لیکن کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر مکاری اور شیطانیت آمیز مسکراہٹ عود کر آئی تھی۔

''لیکن کیا''......فہیم شہزاد نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

''اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ اس ایک رات میں تم ہمارے خلاف کچھ کر لو گے اور متعلقہ اداروں سے رابطہ کر لو گے تو اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ ہم ہر وقت یہاں تمہارے پاس ہی رہیں گے۔ تم سے ڈیل ہو گئی تب بھی اور اگر تم سے ڈیل نہ ہوئی تب بھی۔ میں اور میرے ساتھی فائنل گیم کے ختم ہونے تک تمہارے اور تمہاری فیملی کے ساتھ رہیں گے اور اگر تم نے ہمیں دھوکہ دینے یا ہم سے کوئی کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو پھر تمہاری فیملی کا ایک فرد بھی زندہ نہیں بچے گا''...... راما نند نے کہا اور فہیم شہزاد نے غصے اور بے بسی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

''مطلب۔ تم ہر وقت ہمارے سروں پر سوار رہو گے''...... فہیم شہزاد نے غصے اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہاں۔ ہم ہر وقت سائے کی طرح تمہارے اور تمہاری فیملی کے ساتھ رہیں گے''...... راما نند نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم اس رہائش گاہ میں کیسے رہ سکتے ہو یہاں عوامی نمائندے بھی آتے ہیں۔ میرے عزیز اور فرینڈز بھی اور دوسرے کھلاڑیوں کے ساتھ ٹیم مینجمنٹ کے افراد بھی۔ میں انہیں تمہارے بارے میں کیا بتاؤں گا''...... فہیم شہزاد نے پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''یہ تمہاری صوابدید پر ہے۔ لیکن میں اور میرے ساتھی تمہارے مہمان ہیں اور ہم ایسے مہمان ہیں جنہیں تم بن بلائے مہمان بھی

کہہ سکتے ہو۔ میری اور میرے ساتھیوں کی نگاہیں ہر وقت تم پر اور تمہارے اہل خانہ پر لگی رہیں گی اگر تم نے یا تمہارے کسی فیملی ممبر نے ذرا سی بھی ہوشیاری کی تو اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا''۔ راما نند نے کہا۔

''تو کیا اب تم میرے ڈیڈی کو چھوڑ دو گے''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''نہیں۔ تمہارا باپ ضرورت سے زیادہ تیز ہے۔ یہ تمہارے فیصلے میں رکاوٹ بن سکتا ہے اس لئے یہ یہاں اسی حال میں رہے گا اور میرے یہ دو آدمی ہر وقت اس کے سر پر موت کے فرشتے بن کر سوار رہیں گے تاکہ یہ کچھ ایسا نہ کر سکے جو بعد میں اس کے لئے تمہارے اور تمہاری فیملی کے باقی افراد کے لئے خطرناک نتائج کا باعث بن جائے''...... راما نند نے کہا۔

''لیکن ڈیڈی تو روز کلینک جاتے ہیں اور ان کے کئی مریض یہاں بھی ان سے ملنے آتے ہیں''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''انہیں کہہ دینا کہ تمہارے ڈیڈی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے یا وہ بیرون ملک چلے گئے ہیں۔ تم یا تمہارے گھر کے افراد جو مرضی بہانہ لگا دیں لیکن ڈاکٹر شہزاد کی ہم خصوصی میزبانی کے لئے یہیں رہیں گے''...... راما نند نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''لیکن ڈیڈی خود بھی دل کے مریض ہیں۔ اگر انہیں وقت پر کھانا یا میڈیسن نہ دی جائے تو ان کی حالت بھی خراب ہو جاتی

ہے اور......'' فہیم شہزاد نے کہنا چاہا۔

''ان کے کھانے پینے اور دوا دارو کی تم فکر نہ کرو۔ یہ سب ہم کر لیں گے۔ ہم وقت پر انہیں کھانا بھی دے دیں گے اور دوا بھی''...... راما نند نے مسکراتے ہوئے کہا اور فہیم شہزاد نے غصے، پریشانی اور خوف کے باعث اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ اور اس کی ساری فیملی ان کافرستانیوں کے جال میں بری طرح سے پھنس چکی تھی۔ اس کی رہائش گاہ میں تمام ملازمین اور گارڈز کی جگہ کافرستانی مجرم موجود تھے جو کچھ بھی کر سکتے تھے اور فہیم شہزاد جانتا تھا کہ اس کی ایک ذرا سی غلطی بھی اس کی فیملی کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی تھی اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ایسا کام کرے گا جس سے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے۔ لیکن بہرحال اس کے لئے ابھی اسے کوئی چانس دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اسے لاٹھی کمزور اور سانپ زیادہ طاقتور نظر آ رہا تھا جو خونخوار بھی تھا اور زہریلا بھی۔

فون کی گھنٹی سن کر راگھو دادا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

''یس''...... اس نے ناگ کی طرح پھنکارتی ہوئی اپنی مخصوص آواز میں کہا۔

''شیر سنگھ بول رہا ہوں باس''...... دوسری جانب سے شیر سنگھ کی آواز سنائی دی۔

''ہاں بولو۔ کیا بات ہے''...... راگھو دادا نے اسی انداز میں کہا۔

''ریڈ سائٹ سے راون آپ سے ملنے آیا ہے باس''...... شیر سنگھ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے میرے پاس بھیج دو''...... راگھو دادا نے کہا اور ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحوں کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا نوجوان جس نے جینز اور

سیاہ جیکٹ پہن رکھی تھی اندر آ گیا۔ اس نوجوان کا چہرہ لمبا تھا اور اس کی ٹھوڑی ہتھوڑے جیسی دکھائی دے رہی تھی۔

نوجوان نے کمرے میں داخل ہو کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں راگھو دادا کو سلام کیا۔

''آؤ۔ بیٹھو''...... راگھو دادا نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا تو راون مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور راگھو دادا کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تمہاری مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ تم کوئی خاص خبر لائے ہو''۔ راگھو دادا نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ بہت خاص خبر ہے''...... راون نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو بتاؤ۔ کیا خاص خبر ہے''...... راگھو دادا نے کہا۔

''ہم نے میدان مار لیا ہے باس۔ پاکیشیا ٹیم مینجمنٹ کے ساتھ ہم نے چار کھلاڑیوں کو خرید لیا ہے۔ ہم نے انہیں بھاری معاوضے دیئے ہیں۔ اب وہ میدان میں ویسا ہی کھیل پیش کریں گے جیسا ہم چاہیں گے اور جن کھلاڑیوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا تھا انہیں ہم نے دوسرے طریقوں سے اپنے بس میں کیا ہے۔ ان میں پانچ کھلاڑی ایسے ہیں جو کسی بھی صورت میں ہمارے قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ انہیں ہمیں سپیشل ڈوز سے اپنے قابو میں کرنا پڑا ہے۔ ان دو روز میں ہم نے انہیں سپیشل ڈوز کا ایسا عادی بنا دیا

ہے کہ وہ جب تک ڈوز نہ لے لیں انہیں قرار ہی نہیں آتا۔ اب آپ جیت بس اپنی جھولی میں ہی سمجھیں۔ کافرستانی ٹیم کو اب شکست دینا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا ہے''...... آنے والے نوجوان راون نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اور وہ فہیم شہزاد جو ٹیم کا کیپٹن ہے۔ اس کا کیا ہوا ہے وہ بھی خود کو بہت محب وطن سمجھتا ہے اور اپنا کھیل ملک و قوم کی امانت سمجھتا ہے۔ اس کے بارے میں تو یہی کہا جاتا ہے کہ وہ بکنے والے کھلاڑیوں میں سے نہیں ہے''...... راگھو دادا نے کہا۔

''فہیم شہزاد کو راما نند نے سنبھال رکھا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے گھر میں گھس گیا ہے اور اس نے فہیم شہزاد کے ساتھ اس کے تمام گھر والوں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ فہیم شہزاد نے واقعی رقم لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا باپ بے حد ایماندار اور محب وطن ہے وہ فہیم شہزاد کو کسی طور پر ملک سے غداری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا اس لئے راما نند نے اسے ان سب سے الگ کر رکھا ہے۔ آج فہیم شہزاد نے راما نند کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا ہے۔ اگر وہ آسانی سے مان گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر راما نند اسے بھی سپیشل ڈوز سے اپنے قابو میں کرے گا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ فہیم شہزاد سپیشل ڈوز کے بغیر میدان میں جائے اور وہ ہماری منشاء کے مطابق کھیلے تاکہ کسی کو شک نہ ہو کہ وہ جان بوجھ کر دوسری ٹیم کو جیتنے کا موقع دے رہا ہے گو کہ کسی کو سپیشل ڈوز کے بارے میں

کچھ پتہ تو نہیں چلے گا لیکن ہم کیپٹن سمیت دو تین کھلاڑیوں کو نارمل رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ کافرستانی ٹیم کے سامنے کچھ تو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں''...... راون نے کہا۔

''گویا اب کیپٹن سمیت پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے تمام کھلاڑی ہماری مٹھی میں ہیں''...... راگھو دادا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ہماری جیت اب صرف اس ایک دن اور ایک رات کی دوری پر ہے۔ کل کا سورج پاکیشیائیوں کے لئے انتہائی منحوس ثابت ہو گا اور کافرستان میں طلوع ہونے والا سورج کافرستانیوں کے لئے خوشیوں کی ایسی بہار لائے گا جس سے ہر کافرستانی کا سر کافرستانی کرکٹ ٹیم کی کامیابی سے فخر سے بلند ہو جائے گا اور کافرستان ورلڈ کپ کی طرح سپر ورلڈ کپ میں بھی چیمپئن بن کر دنیا میں نام روشن کر دے گا''...... راون نے کہا۔

''گڈ نیوز۔ ریئلی گڈ نیوز۔ تم نے یہ سب بتا کر میری طبیعت خوش کر دی ہے''...... راگھو دادا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پاکیشیا کی عوام کو کل کے فائنل گیم میں ہونے والی شکست برسوں یاد رہے گی اور اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم برسوں تک کافرستانی ٹیم بلکہ دوسرے ملک کی بھی کسی ٹیم کے سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکے''...... راون نے کہا۔

''کل ہمارا مشن پورا ہو جائے گا اور ہم یہاں سے اپنی کامیاب ہونے والی ٹیم کے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ

میں یہاں جس مقصد کے لئے آیا تھا میرا وہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور میں یہاں سے جاتے ہوئے کافرستانی عوام کے لئے ٹیم کی کامیابی کی شکل میں ایک بہت بڑا انعام لے کر جا رہا ہوں۔ جیت کا انعام''...... راگھو دادا نے کہا۔

''یس باس۔ کافرستانی کرکٹ ٹیم کی کامیابی واقعی ہر کافرستانی کے لئے انعام سے کم نہیں ہے جو انہیں صرف ہماری وجہ سے ملے گا''...... راون نے کہا۔

''بہرحال۔ یہ سارا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے لیکن مجھے عمران اور اس کے ساتھی ٹائیگر کے بارے میں کافی فکر لاحق ہو رہی ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق عمران اور ٹائیگر کو یہ رپورٹ مل چکی ہے کہ بلیک کوبرا پاکیشیا میں موجود ہے اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے خلاف سازش میں مصروف ہے تاکہ فائنل گیم میں پاکیشیا کو ہر صورت میں شکست دی جا سکے''...... راگھو دادا نے موضوع بدلتے ہوئے کہا تو راون بے اختیار چونک پڑا۔

''میں سمجھا نہیں آپ کس عمران اور ٹائیگر کی بات کر رہے ہیں باس''...... راون نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ عمران جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور ٹائیگر اس کا شاگرد ہے جو انڈر ورلڈ کو ڈیل کرتا ہے۔ عمران کا شاگرد ہونے کی وجہ سے وہ بھی انتہائی زیرک اور نہایت خطرناک افراد میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انڈر

ورلڈ میں ہونے والی خفیہ سے خفیہ سرگرمیوں کی بھی بو سونگھ لیتا ہے اور کرائم کرنے والے ہر مجرم کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے اور ان کے ساتھ شامل ہو کر نہ صرف اندر ہی اندر سے ان کی جڑیں کاٹتا رہتا ہے بلکہ وہ اپنی کوششوں سے اب تک بڑے بڑے سینڈیکیٹس اور بڑے بڑے کرائم ماسٹرز کو بھی قبروں میں پہنچا چکا ہے''۔ راگھو دادا نے کہا۔

''آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے کہ عمران اور اس کے شاگرد کو ہمارے یہاں آنے کی خبر مل چکی ہے اور یہ کہ ہم پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے خلاف کام کر رہے ہیں''...... راون نے اسی طرح سے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''یہ غلطی شنکر اور ساونت سے ہوئی تھی۔ جنہیں ٹیم کے کوچ گراہم ڈوساک کو ٹارگٹ کرنے کا ٹاسک دیا گیا تھا''...... راگھو دادا نے کہا اور پھر اس نے ساونت اور شنکر کی حماقت کے بارے میں بتانا شروع کر دیا کہ کس طرح اچانک ان کی ویگن اور گراہم ڈوساک کی لینڈ کروزر کے درمیان عمران کی کار آ گئی تھی اور ساونت کو عمران کی کار کے اندر سے ہی مخصوص اینگل پر گراہم ڈوساک پر فائر کرنا پڑا تھا۔

''اوہ۔ اسی لئے آپ نے انہیں فوری طور پر آف کرنے اور ان کی لاشیں برقی بھٹی میں جلانے کا مجھے حکم دیا تھا''...... راون نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہاں چونکہ میں نیا ہوں اس لئے میں نے یہاں سیٹ اپ بنانے کے لئے کافی کام کیا تھا اور اس کے لئے مجھے لوکل سینڈیکیٹس اور جرائم پیشہ تنظیموں سے بھی رابطہ رکھنا پڑا تھا۔ ان کے ذریعے اب جو مجھے معلومات مل رہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عمران کا شاگرد ٹائیگر انتہائی زور و شور سے شنکر اور ساونت کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ شنکر اور ساونت نے گو کہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑا تھا اور وہ سڑک پر رش کا فائدہ اٹھا کر عمران جیسے انسان کو بھی ڈاج دے کر نکل گئے تھے لیکن انہوں نے غلطی یہ کی تھی کہ وہ چوری شدہ کار میں اس ٹریکنگ سسٹم کو آف نہیں کر سکے تھے جس سے گاڑی کی لوکیشن کا آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا تھا۔ ٹائیگر نے اس ٹریکنگ سسٹم سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ کار کہاں کہاں رکی تھی۔

شنکر اور ساونت چونکہ ٹاپ شوٹر تھے اور انہیں شوٹنگ کے لئے مخصوص چشمے اور سائیلنسر لگا مخصوص ریوالور چاہئے تھا اس لئے میں نے انہیں گولڈن سینڈ کلب میں موجود رام لال کے پاس بھیج دیا تھا جو گراہم ڈوساک کو ہلاک کرنے میں ان کی معاونت بھی کر سکتا تھا۔ رام لال نے انہیں تمام سہولیات دی تھیں اور انہیں ٹارگٹ تک پہنچنے میں کافی مدد بھی دی تھی۔ رام لال کے آدمیوں نے ہی وہ بلیو ویگن چوری کی تھی جسے شنکر اور ساونت نے ٹارگٹ کلنگ کے لئے استعمال کرنا تھا۔ رام لال کے آدمی کار گولڈن سینڈ کلب میں

لے گئے تھے جہاں سے کچھ دیر بعد شنکر اور ساونت کار لے کر نکل آئے تھے۔ کار چونکہ گولڈن سینڈ کلب کے احاطے میں رکی تھی اس لئے اس کا ڈیٹا کار میں موجود خفیہ ٹریکنگ سسٹم میں آ گیا تھا۔ ٹائیگر اس ٹریکنگ سسٹم کی وجہ سے رام لال تک پہنچ گیا اور پھر اس نے رام لال پر تشدد کر کے اس سے چند معلومات حاصل کر لیں۔ رام لال نے اسے زیادہ تو نہیں بتایا تھا لیکن اس نے ٹائیگر کو جو کچھ بھی بتایا تھا اس سے ہمارے بارے میں اور ہمارے مشن کے بارے میں ٹائیگر کو بہت کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ میں نے عمران کی نگرانی کے لئے سینڈیکیٹ کا ایک آدمی لگا رکھا تھا جو ہر وقت عمران کے فلیٹ پر نظر رکھتا تھا اور عمران کی ایکٹیوٹیز چیک کرتا تھا لیکن اس کے کہنے کے مطابق عمران اس معاملے میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہا تھا وہ ہر وقت فلیٹ میں ہی موجود رہتا تھا اور فلیٹ سے کم ہی باہر آتا تھا۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ ٹائیگر کے ساتھ کافرستان کے ایک خاص آدمی کو دیکھا جا رہا ہے جو کرائم کی دنیا میں بے حد مشہور تھا۔ اس شخص کا تعلق پرنس سینڈیکیٹ سے تھا جس کا وہ وائٹ پرنس کہلاتا تھا۔ مجھے اس کے اصل نام کا تو پتہ نہیں چلا ہے لیکن میں نے اس شخص کے بارے میں جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق وائٹ پرنس کا سینڈیکیٹ پاکیشیا میں ہی ختم کر دیا گیا تھا اور جب وہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھا تو اس کی جان عمران کے شاگرد ٹائیگر نے ہی بچائی تھی جس کا وائٹ پرنس معترف اور

احسان مند ہو گیا تھا اور اس کے کہنے پر وائٹ پرنس نے اپنا سینڈیکیٹ مکمل طور پر ختم کر دیا تھا اور جب ٹائیگر نے اسے بحفاظت کافرستان پہنچا دیا تو وائٹ پرنس نے کافرستان میں بھی آ کر اپنے تمام غیر قانونی دھندے چھوڑ دیئے تھے اور اس نے غیر قانونی دھندوں سے حاصل کی ہوئی رقم سے کافرستان میں ایک سیون سٹار ہوٹل بنا لیا تھا۔ بہرحال میرے لئے وائٹ پرنس یا ٹائیگر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ انہیں جب ایک ساتھ دیکھا گیا تو میں نے اپنے ایک ساتھی کو ان دونوں کی باتیں سننے کا حکم دے دیا۔ وہ دونوں ایک ریسٹورنٹ کے ایک کیبن میں چلے گئے تھے۔ جہاں وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میرے ساتھی نے ریسٹورنٹ کے ایک ویٹر کے ذریعے ان کے دیئے ہوئے آرڈر کے ساتھ ایک انتہائی حساس مائیکرو فون کیبن میں پہنچا دیا تھا جو بال جیسا باریک اور لمبائی میں بھی زیادہ نہیں تھا۔ ویٹر نے ٹائیگر اور وائٹ پرنس کا آرڈر سرو کرتے ہوئے مائیکرو فون وہیں گرا دیا تھا۔ انتہائی چھوٹا ہونے کے باوجود مائیکرو فون چونکہ انتہائی جدید اور حساس تھا اس لئے اس کے ذریعے میرا ساتھی باہر بیٹھ کر ان کی تمام باتیں سن سکتا تھا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ وائٹ پرنس نے ٹائیگر کو ہمارے بارے میں اور ہماری تمام پلاننگ کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ میرے آدمی نے وائٹ پرنس کے بارے میں مجھے انفارم کیا ہے کہ وائٹ پرنس وہی آدمی ہے جس کے ہوٹل میں،

میں نے وزارت ثقافت اور کافرستانی ٹیم کے کیپٹن اور منیجر کے ساتھ خفیہ میٹنگ کی تھی۔ ہم چاروں کو ایک ساتھ دیکھ کر وائٹ پرنس چونک پڑا تھا اور چونکہ اس نے ہی ہماری میٹنگ کا ارینج کیا تھا اس لئے اس نے میٹنگ روم میں ہماری باتیں سننے اور ریکارڈ کرنے کا بھی انتظام کر لیا تھا جس کی وجہ سے ہماری ساری پلاننگ وائٹ پرنس کو معلوم ہوگئی تھیں۔ وائٹ پرنس کافرستانی نژاد ہے وہ بھی کرکٹ کا شیدائی اور کافرستان کا خیر خواہ ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ کافرستانی ٹیم فائنل میچ میں چیٹنگ کرنے کی بجائے اپنے ہمت اور اپنی کوششوں سے جیت حاصل کرے اور چونکہ ٹائیگر نے اس کی جان بچائی تھی اس لئے اس نے ٹائیگر کو بلیک کوبرا اور اس کی پلاننگ کے بارے سب کچھ بتا کر اپنے احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کی تھی“...... راگھو داس نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا وائٹ پرنس نے ٹائیگر کو کافرستانی منسٹر کے بارے میں بھی بتا دیا تھا کہ اس سازش میں کافرستانی حکومت بھی شامل ہے“...... راون نے کہا۔

”کافرستانی حکومت اس سازش میں شامل ہے اس کے بارے میں تو وائٹ پرنس نے ٹائیگر کو بتا دیا تھا لیکن اس نے منسٹر کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ٹائیگر کو کھیل کی سازش کے بارے میں تو بتا سکتا ہے لیکن اس کھیل کو خراب کرنے میں کافرستان کی کون کون سی سیاسی شخصیات شامل ہیں ان

کے بارے میں وہ انہیں کچھ نہیں بتائے گا اور نہ ہی اس نے ٹائیگر کو ان کے بارے میں کچھ بتایا تھا لیکن بہرحال اس نے ٹائیگر کو ہمارے بارے میں اور ہماری پلاننگ کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بھی غلط کیا ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ ہی نہیں بلکہ کافرستان کے ساتھ بھی غداری کی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھی جو ٹائیگر اور وائٹ پرنس کی نگرانی پر مامور کر دیئے گئے تھے انہیں حکم دیا کہ وہ وائٹ پرنس کو اٹھا کر سپیشل پوائنٹ پر لے آئیں۔ اس غدار کو تو میں اپنے ہاتھوں سے سزا دوں گا۔ البتہ دوسرا آدمی جو ٹائیگر کی نگرانی پر مامور تھا اور وہ سائنسی آلات سے ٹائیگر کا تعاقب کر رہا تھا اس نے مجھے بتایا ہے کہ ٹائیگر، وائٹ پرنس سے ملنے کے بعد عمران سے ملنے اس کے فلیٹ کی جانب جا رہا ہے۔ مجھے اس بات کی بے حد فکر تھی کہ ہماری ساری پلاننگ کے بارے میں عمران کو معلومات مل جائیں گی۔ میرا ساتھی جو ٹائیگر کی نگرانی کر رہا تھا وہ ٹائیگر سے کافی فاصلے پر تھا اس لئے وہ راستے میں ٹائیگر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا اور میں بھی اپنے کسی ساتھی کو ٹائیگر اور عمران کی نظروں میں نہیں آنے دینا چاہتا تھا اس لئے میں نے پاکیشیا میں پہلے سے موجود بلیک سینڈیکیٹ کے باس سے بات کی تھی جو میرا دوست ہے۔ اس کا نام ہردیال سنگھ ہے۔ لیکن وہ یہاں کا بہت بڑا راسکل ہے۔ جسے یہاں سب بلیک گھوسٹ کے نام سے جانتے ہیں۔ جو یہاں ہر قسم کے مجرمانہ کام کرتا ہے۔ اس نے

اپنے کئی گروپس بنا رکھے ہیں جو اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ میں
نے اسے عمران اور ٹائیگر کے بارے میں بتایا تو اس نے مجھ سے
وعدہ کیا کہ وہ ابھی اپنے ایک گروپ کو بھیج دے گا اور عمران اور
اس کے ساتھی کو اس کے فلیٹ میں ہی زندہ جلانے کا انتظام کر
دے گا تاکہ اس کا کانٹا ہمیشہ کے لئے نکل جائے۔ اس نے مجھے
بتایا تھا کہ اس کے پاس ایم فورٹی بم ہیں جن سے نکلنے والی آگ
عمارت کے اندر ایسی تباہی لائے گی جس سے کسی بھی صورت میں
بچا نہیں جا سکتا۔ ایم فورٹی کی گیس سے بننے والی آگ چند ہی
لمحوں میں ہر چیز کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ میں نے بلیک گھوسٹ
سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ عمران اور ٹائیگر کو ہلاک کر دے تو میں
اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔ بلیک گھوسٹ نے اپنے ایک خاص
گروپ کو بلا کر اسی وقت عمران اور اس کے شاگرد ٹائیگر کی ہلاکت کا
ٹاسک دے دیا تھا۔ بلیک گھوسٹ نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے
اپنے سب سے فعال اور انتہائی خطرناک اور تیز رفتار ساتھیوں کو یہ
ٹاسک دیا ہے جو ہر صورت میں اپنا کام کر کے ہی واپس آئیں
گے۔ میرا جو آدمی عمران کے فلیٹ کی نگرانی کر رہا تھا اس نے ابھی
کچھ دیر پہلے مجھے بتایا ہے کہ اس نے وہاں چار بدمعاش ٹائپ
افراد کو دیکھا تھا جنہوں نے عمران کے فلیٹ پر اچانک حملہ کر دیا
تھا۔ دوسری منزل پر جاتے ہی وہ بلڈنگ کی دوسری منزل پر موجود
فلیٹ نمبر دو سو کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ

دروازہ توڑ کر یا اسے بم سے اڑا کر اندر جاتے انہیں ایک ملازم
کے ساتھ ٹائیگر فلیٹ سے باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا تو بلیک گروپ کے
ایک آدمی نے فوراً ان پر فائرنگ کر دی۔ ٹائیگر اور ملازم ٹائپ
آدمی کو کئی گولیاں لگی تھیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے اور پھر بلیک
گروپ نے وہیں سے فلیٹ کے اندر ایم فورٹی بم پھینک دیا۔ جس
سے فلیٹ میں زبردست دھماکے کے ساتھ آگ لگ گئی تھی۔ ایم
فورٹی بم فلیٹ میں پھینکتے ہی بلیک گروپ کے چاروں افراد وہاں
سے نکل بھاگے تھے کیونکہ وہاں بے شمار فلیٹ تھے اور فلیٹس کے مکین
انہیں پکڑ سکتے تھے اس لئے کارروائی پوری ہوتے ہی وہ ایک لمحے
کے لئے بھی وہاں نہیں رکے تھے۔ میرا ساتھی جو اب بھی وہاں
موجود ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ چاروں بدمعاش ٹائپ افراد
نے دروازے پر ہی ٹائیگر اور عمران کے ملازم کو گولیاں مار کر ہلاک
کر دیا ہے اور انہوں نے فلیٹ میں جو ایم فورٹی بم پھینکا تھا اس
سے فلیٹ کے اندر آگ بھی لگ گئی ہے۔ جس سے عمران بھی جل
کر راکھ بن گیا ہو گا کیونکہ آگ لگنے کے باوجود فلیٹ سے ابھی
کوئی باہر نہیں آیا ہے اور اگر عمران زندہ ہوتا تو وہ آگ سے بچنے
کے لئے ضرور فلیٹ سے نکل کر باہر آ جاتا''...... راگھو دادا نے کہا۔
''اگر عمران اور ٹائیگر ہلاک ہو چکے ہیں تو پھر مسئلہ کیا ہے۔ یہ
تو اچھا ہوا ہے کہ عمران اور ٹائیگر کو سب کچھ معلوم ہونے کے
باوجود ہمارے خلاف کام کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا ہے ورنہ واقعی

عمران تو وہ انسان ہے جو بھوت کی طرح کسی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس وقت تک اس کی جان نہیں چھوڑتا جب تک کہ وہ اسے قبر تک نہ پہنچا دے''...... راون نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ عمران اور ٹائیگر ہلاک ہو چکے ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کہیں ٹائیگر نے اپنی اور وائٹ ٹائیگر کی باتیں ریکارڈ نہ کر لی ہوں۔ میرے ساتھی کو اتنا موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ اندر جا کر حالات کا جائزہ لے سکے اور نہ ہی وہ اب فلیٹ میں جا سکتا ہے۔ اگر وہ ریکارڈر وہاں ہوا اور وہ ایم فورٹی بم سے لگی ہوئی آگ میں جلنے سے بچ گیا تو اس ریکارڈر سے پاکیشیا سیکرٹ سروس پر بھی تمام راز عیاں ہو جائیں گے اور اگر اس معاملے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کود پڑی تو وہ ٹیم کی منیجمنٹ کے لئے فوری اقدامات کر سکتی ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف یہاں بے حد سٹرونگ حیثیت رکھتا ہے اس کے حکم سے کرکٹ کی ساری ٹیم کو کسی بھی وقت بدلا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہماری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی۔ ہم نے اب تک ٹیم کے جن کھلاڑیوں پر کام کیا ہے وہ ایک طرف ہو جائیں گے اور ان کی جگہ ٹیم میں دوسرے کھلاڑی آ جائیں گے۔ وہ کون ہوں گے ان کے بارے میں کھیل شروع ہونے سے پہلے بھی اعلان کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم ان کھلاڑیوں سے اپنے مفاد حاصل نہیں کر سکیں گے جس کی وجہ سے ہمیں اور کافرستانی ٹیم کو شدید مشکلات کا سامنا

کرنا پڑ سکتا ہے۔ پاکیشیا میں ایسے بہت سے کھلاڑی موجود ہیں جو ٹیم منیجمنٹ کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے ٹیم سے باہر ہیں ورنہ ان کھلاڑیوں میں بھی اتنا ٹیلنٹ ہے کہ وہ فائنل میچ ناقابل تسخیر کافرستانی ٹیم کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو سکیں''...... راگھو داوا نے کہا۔

''اوہ واقعی پھر تو ہمارا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا ایسی صورت حال میں تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے''...... راون نے بھی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹائیگر نے وائٹ پرنس سے کی ہوئی باتیں ریکارڈ کی ہوں لیکن وہ کافی دیر سے عمران کے فلیٹ میں موجود تھا۔ اس نے عمران کو جب ساری صورتحال سے آگاہ کیا ہو گا تب عمران نے یقینی طور پر چیف ایکسٹو سے رابطہ کیا ہو گا اور اس نے چیف ایکسٹو کو سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے پاکیشیا میں ہونے اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو زبردستی ہرانے کے لئے ہماری پلاننگ کا علم ہونے پر چیف ایکسٹو اپنی ٹیم کو بھی حرکت میں لا سکتا ہے اور اب تو ہم نے باقاعدہ عمران اور اس کے شاگرد پر حملہ کیا ہے جس کی وجہ سے چیف ایکسٹو اور اس کی ٹیم ہمارے خلاف فوراً اٹھ کھڑی ہو گی اور ہمیں تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ ان کا مجھ تک پہنچنا تو ناممکن ہے لیکن میرا ذہن اس بات پر پھنسا ہوا ہے کہ عین آخری لمحات میں اگر کھیل کے میدان

میں ان تمام کھلاڑیوں کو ڈراپ کر کے ان کی جگہ نئے کھلاڑیوں کو آگے لایا گیا تو کیا ہوگا''...... راگھو دادا نے کہا۔

''کافرستان کے عوام، پاکیشیا سے ہار کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کرسکیں گے باس۔ ہمیں یہ میچ ہر حال میں جیتنا ہے۔ جیت کے سوا کافرستانی عوام کو کول ڈاؤن رکھنے کا ہمارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں ہے''...... راون نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''اسی لئے تو میں تم سے یہ سب ڈسکس کر رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ ایسی صورتحال میں ہمیں ایسا کیا کرنا چاہئے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے''...... راگھو دادا نے کہا۔

''اس کا تو مجھے پھر ایک ہی حل نظر آتا ہے''...... راون نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''کیا''...... راگھو دادا نے اس کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کہ ہم پاکیشیا میں ہونے والے اس فائنل میچ کو ڈرا کر دیں''...... راون نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

''کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ میچ کس طرح ڈرا ہوسکتا ہے اور اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک دو روز کے لئے میچ کسی طرح سے رکوا بھی دیا جائے تو یہ میچ دوبارہ کسی بھی دن ہوسکتا ہے''...... راگھو دادا نے کہا۔

''نو باس۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ میچ پاکیشیا کی بجائے اگر کافرستان میں کھیلا جائے تو ہمیں پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے اور ذرائع بھی میسر آسکتے تھے''...... راون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو''...... راگھو دادا نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''باس۔ پاکیشیا میں ہمارے لئے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں لیکن اگر یہی میچ کافرستان میں منعقد کرایا جائے تو اس کے لئے پاکیشیائی ٹیم کو لامحالہ کافرستان آنا ہوگا اور جو بھی ٹیم وہاں آئے گی وہ کافرستان کے کسی نہ کسی ہوٹل میں ضرور ٹھہرے گی۔ ہم انہیں اپنے کسی مخصوص ہوٹل میں ٹھہرانے کی کوشش کریں گے اور وہاں ہم ان سے آسانی سے ڈیلنگ کر سکتے ہیں اگر ہمیں ان سے ڈیلنگ کا موقع نہ بھی ملا تو ہم انہیں سپیشل ڈوز تو دے ہی سکتے ہیں جس کی وجہ سے نئے کھلاڑی ہوں یا پرانے ہماری ٹیم کے مقابلے میں ان کی کارکردگی صفر ہو جائے گی اور ہم آسانی سے اپنی مرضی کا رزلٹ حاصل کر لیں گے''...... راون نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے لیکن میچ تو کل ہے۔ پھر اسے ہم کیسے ڈرا کرا سکتے ہیں اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ ضروری تو نہیں کہ ڈرا ہونے کے بعد میچ دوبارہ پاکیشیا میں کھیلا ہی نہیں جا سکتا۔ پاکیشیا کی جگہ ہم میچ کافرستان میں کرانے کی کوشش کیسے کریں گے''...... راگھو

دادا نے کہا۔

"سیکورٹی ریزن کی بنا پر"...... راون نے مسکرا کر کہا۔

"سیکورٹی ریزن۔ وہ کیسے"...... راگھو دادا نے کہا۔

"بہت آسان سی بات ہے باس۔ پاکیشیا پہلے ہی شدت پسندوں کی نظروں میں ہے اور یہاں آئے دن کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔ سیکورٹی ریزن کی وجہ سے کسی بھی ملک کی ٹیم پاکیشیا میں کھیلنے کے لئے آنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ اس بار بھی شاید ایسا ہی ہوتا مگر اس بار پاکیشیائی حکام نے پاکیشیا کی مسلسل کامیابیوں اور ٹاپ رینک پر آنے کی وجہ سے ڈبلیو سی سی کو گارنٹی دی تھی کہ وہ ہر حال میں فائنل گیم کا اہتمام پاکیشیا میں ہی کرائیں۔ پاکیشیائی حکام نے ڈبلیو سی سی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ فائنل گیم کو کسی بھی صورت میں شدت پسندوں کے ہاتھوں سبوتاژ نہیں ہونے دیں گے اور وہ یہاں سیکورٹی کا فول پروف انتظام کریں گے تاکہ کوئی ایک شدت پسند بھی اسٹیڈیم تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ پاکیشیائی حکام نے ڈبلیو سی سی کو یہ بھی ضمانت دی تھی کہ پاکیشیا میں جو بھی غیر ملکی ٹیمیں یا شائقین آئیں گے وہ انہیں ہر طرح کا تحفظ دیں گے اور انہیں کسی بھی شدت پسند کے ہاتھوں کوئی نقصان نہ پہنچنے دیں گے۔ اس معاملے میں جب پاکیشیا نے ڈبلیو سی سی کے سربراہ کو پاکیشیا بلا کر سیکورٹی کے تمام انتظامات سے بریف کیا تو سربراہ مطمئن ہو گیا کہ واقعی پاکیشیا کے سیکورٹی انتظامات انتہائی فول

پروف ہیں اور اگر فائنل کا انعقاد پاکیشیا میں کرا دیا جائے تو واقعی شدت پسند فائنل گیم پر کسی بھی طرح سے اثر انداز نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ اعلیٰ پیمانے پر میٹنگز کی گئیں اور چونکہ پاکیشیا اپنے گروپ میں ٹاپ پوزیشن ہولڈر تھا اس لئے ڈبلیو سی سی کے فیصلے کے مطابق فائنل کا پاکیشیا میں ہی کرانے کا فیصلہ کر لیا گیا جسے ظاہر ہے کافرستان کو قبول کرنا ہی تھا۔ اگر ہم ان شدت پسندوں کو ان کے ارادوں میں کامیاب ہونے کا موقع دے دیں تو اس سے ہمیں کئی فائدے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ پاکیشیا کی ساکھ پوری دنیا میں متاثر ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ان کے تمام سیکورٹی انتظامات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور تیسرا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ سیکورٹی ریزن کی وجہ سے فائنل میچ پاکیشیا کی بجائے کافرستان میں کھیلا جائے گا جہاں ہم اپنی ٹیم کو آسانی سے کامیابی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ ایک طرف پاکیشیا شدت پسندوں کے ہاتھوں پوری دنیا میں بدنام ہو جائے گا اور دوسرا جب پاکیشیا کی کرکٹ ٹیم سپر ورلڈ کپ ہارے گی یہ دھچکا پاکیشیا کے لئے اور بڑا دھچکا ثابت ہو گا جس سے پاکیشیا کا سر جھک جائے گا اور یہ سر کم از کم کافرستان کے سامنے کبھی نہیں اٹھ سکے گا"...... راون نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر انتہائی شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی جیسے اس کے ذہن میں کوئی شیطانی منصوبہ پنپ رہا ہو۔

"ویل ڈن۔ اس طرح تو ہم ایک تیر سے کئی شکار کر سکتے

ہیں''...... راگھو دادا نے خوش ہو کر کہا۔

''یس باس۔ میں بھی آپ کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں''...... راون نے کہا۔

''لیکن یہ سب ہو گا کیسے۔ اگر شدت پسندوں نے کھیل کو سبوتاژ کرنے کی کوئی کوشش ہی نہ کی تو''...... راگھو دادا نے کہا۔

''وہ کچھ نہ کریں۔ جو کرنا ہے وہ ہم کریں گے لیکن نام پاکیشیائی شدت پسندوں کا ہی استعمال ہو گا''...... راون نے اسی انداز میں کہا۔

''وہ کیسے''...... راگھو دادا نے حیران ہو کر کہا۔

''باس۔ شدت پسندوں کی حیثیت سے ساری کارروائی ہمارا سینڈیکیٹ کرے گا اور ہم یہ سب اس وقت کریں گے جب کل میچ شروع ہو جائے گا۔ میچ شروع ہوتے ہی ہم اسٹیڈیم میں ایسا طوفان کھڑا کر دیں گے کہ میچ ہر حال میں رک جائے گا اور جب اسٹیڈیم میں ہر طرف لاشیں ہی لاشیں گریں گی تو اس میچ کو کسی بھی صورت میں جاری نہیں رکھا جا سکے گا اور پھر ہم اپنے ملک کی طرف سے پاکیشیا پر شدید دباؤ ڈال دیں گے اور ناقص سیکورٹی کی وجہ سے اپنی ٹیم کو فوراً کافرستان روانہ کر دیں گے اس کے بعد ہمارے حکام ڈبلیو سی سی سے بات کریں گے کہ ان حالات میں فائنل پاکیشیا میں کھیلا جانا ناممکن ہے۔ اس لئے یا تو میچ کسی دوسرے ملک میں ٹرانسفر کیا جائے یا پھر اس کا انعقاد کافرستان میں

کیا جائے۔ اس طرح سب کچھ ہمارے ہاتھ میں آ جائے گا''۔ راون نے کہا۔

''تم بتا رہے ہو کہ فائنل میچ کو شدت پسندوں سے بچانے کے لئے پاکیشیائی اعلیٰ حکام نے انتہائی فول پروف انتظامات کئے ہیں پھر تم اسٹیڈیم میں یہ سب کیسے کرو گے''...... راگھو دادا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہ سب آپ مجھ پر چھوڑ دیں باس۔ یہاں کی فول پروف سیکورٹی کو کیسے ڈاج دینا ہے اور اسٹیڈیم میں موجود تماشائیوں کو کس طرح سے ہنگامے کا شکار کرنا ہے یہ سب میں بخوبی کر لوں گا''۔ راون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دیکھ لو۔ اگر تم سے ذرا سی بھی کوتاہی ہو گئی تو ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے''...... راگھو دادا نے کہا۔

''ایسا نہیں ہو گا باس۔ میں ماسٹر مائنڈ ہوں اور میں ایسا ماسٹر پلان بناؤں گا کہ سب کچھ ویسا ہی ہو گا جیسا میں چاہوں گا''۔ راون نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ یہ ٹاسک میں تمہیں دے دیتا ہوں۔ تم اپنی تیاری کرو لیکن تم اپنا کام اس وقت شروع کرو گے جب ہماری پہلی پلاننگ میں کوئی خلل آ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے حوالے سے میرے ذہن میں جو خدشات ہیں وہ محض خدشات ہی ہوں۔ اگر فائنل گیم میں پاکیشیا کے یہی کھلاڑی آئے تو وہ ویسا

ہی کھیل پیش کریں گے جیسا ہم چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں یہاں بھی کامیابی مل سکتی ہے اور ہمارا مین ٹارگٹ پاکیشیا کرکٹ ٹیم سے سُپر ورلڈ کپ جیتنا ہے۔ تم اسٹیڈیم میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیار رہنا۔ اگر میچ ہمارے حق میں جاتا دکھائی دے تو تم کوئی کارروائی نہیں کرو گے لیکن اگر تمہیں کھیل ہماری ٹیم کے ہاتھوں سے نکلتا دکھائی دے تو پھر تم اپنی پلاننگ پر عمل کر سکتے ہو۔ تمہاری پلاننگ اگر میچ کے آخری اوور کے دوران بھی شروع ہو جائے تب بھی ہم میچ ڈرا کرنے کا سبب پیدا کر سکتے ہیں''۔ راگھو دادا نے کہا۔

''یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... راون نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''اپنی پلاننگ پر خوب اچھی طرح غور و خوض کر لو اس میں کسی قسم کی کوئی لچک نہیں ہونی چاہئے۔ جب تمہاری پلاننگ مکمل ہو جائے تو اس سے مجھے آگاہ کر دینا۔ ساری پلاننگ جاننے کے بعد ہی میں تمہیں اس پر عملدرآمد کی اجازت دوں گا''...... راگھو دادا نے کہا تو راون نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ راگھو دادا سے چند رسمی باتیں کرنے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ دیکھ لو کہ ہمارے پاس صرف آج کا دن ہے۔ تمہیں اگر اسٹیڈیم کا ماحول خراب کرنا ہے تو اس کے لئے تمہیں آج ہی سب کچھ کرنا ہو گا''...... راگھو دادا نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا۔

''یس باس۔ میں جانتا ہوں۔ مجھے آپ صرف دو گھنٹے کا وقت دے دیں میں دو گھنٹوں تک اپنی ساری پلاننگ لا کر آپ کے سامنے رکھ دوں گا''...... راون نے کہا۔

''ٹھیک ہے تب تک میں تمہارا یہیں انتظار کروں گا''...... راگھو دادا نے کہا تو راون نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ مڑ کر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کے پاس ان دنوں چونکہ کوئی
کیس نہیں تھا اس لئے وہ بھی ان دنوں کرکٹ کے شیدائی بنے
ہوئے تھے۔ جب سے سُپر ورلڈ کپ کے سُپر ایٹ مقابلے شروع
ہوئے تھے اور ان تمام میچوں میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم نمایاں کامیابیوں
سے ہمکنار ہو رہی تھی تب سے سیکرٹ سروس کے ممبران کا بھی
کرکٹ کی طرف رجحان ہو گیا تھا اور وہ بھی ان میچوں میں دلچسپی
لینا شروع ہو گئے تھے۔

شروع شروع میں وہ سب اپنے اپنے فلیٹوں میں ہی میچ دیکھتے
تھے لیکن پھر انہوں نے ایک ساتھ اور ایک جگہ میچ دیکھنا شروع کر
دیا تھا۔ ان سب کے پاس ٹی وی سیٹ موجود تھے لیکن جولیا کے
فلیٹ میں ایل سی ڈی سکرین تھی جو بیالیس انچ کی تھی۔ میچ دیکھنے کا
جو لطف انہیں بڑی سکرین پر آتا تھا وہ چھوٹی سکرین پر نہیں آتا

تھا۔ اس لئے وہ سب میچ شروع ہونے سے پہلے ہی جولیا کے فلیٹ
میں اکٹھے ہو جاتے تھے۔

جولیا کو البتہ ان میچوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن چونکہ
ممبران اس کے فلیٹ میں میچز دیکھنے کے لئے آتے تھے اس لئے
وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتی تھی اور ان کے ساتھ ہی میچ دیکھتی
تھی۔ میچ کے دوران وہ ایک دوسرے کی ٹریٹ بھی کرتے تھے۔
کبھی صفدر ان سب کے لئے کچھ منگوا لیتا تھا۔ کبھی کیپٹن شکیل۔ کبھی
تنویر اور کبھی دوسرے ممبران جس سے اکیلی جولیا پر بار نہیں پڑتا
تھا۔ جولیا نے ان سب کو منع بھی کیا تھا کہ وہ کچھ نہ لایا کریں۔ میچ
کے دوران وہ ان سب کے لئے خود ہی کچھ نہ کچھ بنا لے گی۔ لیکن
وہ سب بھلا اکیلی جولیا پر بار کیسے ڈال سکتے تھے اس لئے وہ سب
اپنے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ لے آتے تھے۔

پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی مسلسل کامیابیوں سے وہ سب بے حد خوش
تھے اور انہیں یقین تھا کہ اگر پاکیشیا اسی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا
تو پہلا سپر ورلڈ کپ پاکیشیا کے حصے میں ہی آئے گا۔ اس لئے ان
کا زیر بحث موضوع کرکٹ کے سوا دوسرا کوئی ہوتا ہی نہیں تھا۔ یہ
بھی اتفاق ہی تھا کہ جب سے سُپر ورلڈ کپ میچ شروع ہوئے تھے
ان کے پاس کوئی کیس آیا ہی نہیں تھا اس لئے وہ بے فکری سے میچ
دیکھنے میں ہی لگے ہوئے تھے۔ جولیا اور صفدر نے حسب عادت کئی
بار کوشش بھی کی تھی کہ عمران بھی ان کے ساتھ میچ دیکھے لیکن عمران

جو کھیل کی دنیا کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا وہ بھلا ان میچوں میں کیا دلچسپی لے سکتا تھا اس کے نزدیک سارا سارا دن ایک میچ دیکھنے کے لئے ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہنا اور دنیا کے تمام کام بھول جانا سوائے حماقت کے اور کچھ نہیں تھا۔

جولیا اور صفدر جب بھی عمران کو میچ دیکھنے کی دعوت دیتے تھے عمران انہیں میچوں کے حوالے سے خوب رگیدتا تھا اور انہیں اپنی باتوں سے اس قدر زچ کر دیتا تھا کہ وہ دونوں اگلی بار عمران کو فون کرنے یا اسے میچ دیکھنے کے لئے بلانے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے تھے۔ عمران کے وہاں نہ آنے کی وجہ سے البتہ تنویر بے حد خوش رہتا تھا اس کی سوچ تھی کہ اگر عمران ان کے ساتھ میچ دیکھنے آ جائے تو پھر وہ اپنی احمقانہ باتوں سے سارے میچ کا مزہ ہی کرکرا کر کے رکھ دے گا اس لئے وہ کم از کم میچ کے دنوں میں ان سے دور ہی رہے تو اچھا ہے۔

آج میچ تو نہیں تھا لیکن چونکہ اگلے دن میچ ہونے والا تھا اس لئے ممبران جولیا کے فلیٹ میں آ گئے تھے تاکہ وہ فائنل میچ کے بارے میں ایک دوسرے سے ڈسکس کر سکیں اور یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ وہ یہ میچ جولیا کے فلیٹ میں بڑی سکرین پر دیکھیں یا پھر وہ ہارٹ سٹی کے قدسی اسٹیڈیم میں براہ راست میچ دیکھ کر اس کا لطف اٹھائیں کیونکہ اب تک انہوں نے جتنے بھی میچ دیکھے تھے وہ اپنی ٹی سکرینز پر یا پھر جولیا کی ٹی وی سکرین پر ہی دیکھے تھے۔ کوئی میچ

بھی انہوں نے اب تک براہ راست اسٹیڈیم میں جا کر نہیں دیکھا تھا۔ اب بھی وہ فائنل میچ جولیا کے فلیٹ میں بڑی سکرین پر ہی دیکھنا چاہتے تھے لیکن تنویر نے انہیں کہا کہ جو میچ براہ راست اسٹیڈیم میں دیکھنے کا لطف ہے وہ بھلا ٹی وی سکرین پر کہاں۔ اسٹیڈیم جو کھچا کھچ تماشائیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے ان کے ساتھ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو میچ جیتتے دیکھ کر انہیں میچ دیکھنے کا اور زیادہ لطف آئے گا اس لئے اس نے کہا تھا کہ وہ کم از کم فائنل میچ سب ایک ساتھ اسٹیڈیم میں جا کر براہ راست دیکھیں گے۔

جولیا چونکہ ان کی ڈپٹی چیف تھی اس لئے ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس سلسلے میں جولیا سے آ کر بات کریں اور جولیا چیف سے کہہ کر انہیں اس بات کی اجازت دلائے کہ وہ سب پاکیشیا اور کافرستان کا فائنل میچ براہ راست اسٹیڈیم میں دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں یقین تھا کہ چیف، جولیا کے کہنے پر انہیں ضرور اجازت دے دے گا اسی لئے وہ سب جولیا کے فلیٹ میں آئے تھے کہ ایک روز پہلے ہی چیف سے اجازت لے لی جائے۔

جولیا نے بھی چونکہ کبھی کوئی میچ براہ راست کسی اسٹیڈیم میں نہیں دیکھا تھا اور ممبران کے ساتھ بیٹھ کر میچ دیکھ دیکھ کر اس کا بھی کرکٹ کے لئے شوق بڑھ چکا تھا اس لئے اس نے بھی ان سب کے ساتھ اسٹیڈیم میں جا کر براہ راست میچ دیکھنے کی حامی بھر لی۔ جولیا کو راضی ہوتے دیکھ کر وہ سب بے حد خوش ہوئے تھے۔ اب

جولیا نے چیف سے بات ہی کرنی تھی اور انہیں یقین تھا کہ ان دنوں چونکہ کوئی کیس نہیں ہے اس لئے چیف انہیں تفریح کرنے سے نہیں روکے گا۔ وہ سب سٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔

ٹیلی فون جولیا کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ اس کا رسیور جولیا کے ہاتھ میں تھا اور جولیا چیف ایکسٹو کے نمبر پریس کر رہی تھی۔ وہ سب خاموشی سے جولیا کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جولیا نے چونکہ چیف سے بات کرنی تھی اور انہیں یقین بھی تھا کہ چیف انہیں اسٹیڈیم میں براہ راست میچ دیکھنے کی اجازت بھی دے دے گا لیکن اس کے باوجود ان سب کے چہروں پر ایک تناؤ سا تھا اور سٹنگ روم میں ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ خود انہیں اپنے ہی دلوں کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

جولیا نے ابھی چار پانچ نمبر ہی ملائے ہوں گے کہ اچانک اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسے چیف سے بات کئے بغیر اس طرح رسیور رکھتے دیکھ کر وہ سب چونک پڑے۔

”کیا ہوا۔ آپ نے چیف سے بات کیوں نہیں کی۔ رسیور کیوں رکھ دیا ہے“...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چیف سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے“...... جولیا نے کہا۔

”چیف سے بات کرنے کی آپ کو ہمت نہیں ہو رہی ہے کیوں“...... صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

”میں کیا کہوں گی چیف سے کہ ہم سب میچ دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اگر پوچھ لیا کہ ہم میں اچانک کرکٹ دیکھنے کا شوق کہاں سے پیدا ہو گیا تو“...... جولیا نے کہا تو وہ سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

”تو کیا ہوا آپ کہہ دیں کہ اس وقت پوری قوم کرکٹ کی شیدائی بنی ہوئی ہے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم سپر ورلڈ کپ حاصل کر کے ورلڈ چیمپئن بننے والا ہے اس لئے ہم بھی پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے لئے اسٹیڈیم جانا چاہتے ہیں تاکہ اپنے طور پر ہم اپنی ٹیم کے حوصلے بلند کر سکیں“...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مجھے یہ سب کہنا مناسب نہیں لگتا۔ ہم سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ ہمارا کھیلوں سے کیا واسطہ۔ کرکٹ کے علاوہ آئے دن یہاں اور کھیل بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ہم نے پہلے تو کسی کھیل میں اس حد تک دلچسپی نہیں دکھائی تھی پھر اب اچانک ہمارا کسی ایک کھیل کی طرف اس طرح راغب ہو جانا غیر فطری سی بات لگتی ہے“...... جولیا نے کہا۔

”ایسے ایونٹس سالوں بعد ہوتے ہیں مس جولیا اور یہ ایسے ایونٹس ہوتے ہیں جن کی کامیابی سے ملک کا وقار اور ملک کی عزت میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ اسی لئے تو ملک کے عوام ایسے کھیلوں کو سپورٹ کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تاکہ وہ اپنی

ٹیم کا مورال بڑھا سکیں اور ان کی جیت کی خوشی میں جشن منا سکیں''...... صدیقی نے کہا۔

''صرف ہم ہی نہیں اس وقت پوری دنیا کو کرکٹ فوبیا ہوا ہوا ہے۔ جسے دیکھو وہ کرکٹ کا ہی دیوانہ بنا نظر آتا ہے۔ کرکٹ کے میچ دیکھنے کے لئے پاکیشیا اور کافرستان کے عوام ہی نہیں۔ دیگر ممالک کے عوام بھی ہر وقت بے چین اور مضطرب رہتے ہیں۔ خاص طور پر ان ممالک کے عوام کے جذبات تو کسی طرح سے قابو میں ہی نہیں آتے جن ممالک کی ٹیمیں کھیل رہی ہوتی ہیں۔ یہ کھیل دنیا میں ہر طبقے میں انتہائی ذوق وشوق سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر ہم اس میچ میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اس سے چیف کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ چیف بھی تو انسان ہے کیا وہ نہیں چاہے گا کہ یہ میچ پاکیشیا کرکٹ ٹیم ہی جیتے''...... نعمانی نے کہا۔

''تو کیا ہمارے جانے سے ہی ہماری ٹیم یہ میچ جیتے گی''۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔ اس جیسے سنجیدہ مزاج شخص کو بھی ان سب نے اپنے رنگ میں رنگ رکھا تھا اس لئے وہ بھی ان سب کے ساتھ ہی میچ دیکھنے آ جاتا تھا۔

''ہمارے جانے سے ٹیم جیتے گی یا نہیں یہ بعد کی بات ہے لیکن ہم اپنی آنکھوں سے تو ٹیم کو جیتتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں نا''۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب ہوتے تو وہ اس بات کو پکڑ کر ہنسا ہنسا کر

ہمارے پیٹوں میں درد کرا دیتے''...... چوہان نے کہا اور عمران کے ذکر پر تنویر کا بے اختیار منہ بن گیا جبکہ جولیا کے ہونٹوں سے بھی عمران کا نام سن کر ہنسی غائب ہو گئی تھی۔

''پیٹ میں نہیں۔ اسے تو فضول باتیں کر کے سر میں درد کرانے کی عادت ہے''...... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔

''مس جولیا کو اگر چیف سے اسٹیڈیم میں براہ راست میچ دیکھنے کی اجازت لینے میں دقت ہو رہی ہے تو کیوں نہ ہم اس سلسلے میں عمران صاحب سے بات کریں۔ وہ چاہے کسی کھیل میں دلچسپی نہ لیتے ہوں لیکن کم از کم وہ ہمارے جذبات کو سمجھتے ہوئے ہمیں چیف سے اجازت لے دیں گے''...... چوہان نے جولیا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوتے دیکھ کر کہا۔

''نہیں۔ چیف سے میں خود بات کر لوں گی۔ عمران سے ہمیں اس کے لئے سفارش کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا اور جولیا کو عمران کے لئے منہ بناتے دیکھ کر تنویر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''تب پھر کریں بات۔ چیف آپ کی بات بھلا رد کیسے کر سکتے ہیں''...... تنویر نے فوراً کہا اور اس کی بات سن کر ان سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ یہ بات تنویر نے اس لئے کہی تھی تاکہ کوئی مزید عمران کے بارے میں بات نہ کر سکے۔

''میں تو کہتا ہوں کہ یہ کھیل کا معاملہ ہے اس میں واقعی اگر

عمران صاحب سے بات کر لی جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔ عمران صاحب سے بات کرنے میں دو فائدے ہوں گے“...... صفدر نے کہا۔

”کیا فائدے ہوں گے“...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ایک تو یہ کہ اگر چیف نہ بھی چاہیں تو عمران صاحب ہمیں میچ دیکھنے کی اجازت دلا ہی دیں گے۔ آپ اگر چیف سے بات کریں اور چیف نے ایک بار بھی آپ کو منع کر دیا تو پھر ہم لاکھ کوششیں بھی کر لیں تب بھی یہ میچ نہیں دیکھ سکیں گے۔ ایک تو عمران صاحب کی وجہ سے ہمیں چیف سے اجازت مل جائے گی بلکہ ان کے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کی بدولت اسٹیڈیم میں وی آئی پی انکلوژر میں بھی ہمیں آسانی سے جگہ مل جائے گی اور ہم اطمینان سے بغیر کسی شور شرابے کے وی آئی پی انکلوژر میں بیٹھ کر میچ کا لطف اٹھا سکیں گے“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں یہ بات تو ہے۔ وی آئی پی انکلوژر میں میچ دیکھنے کا الگ ہی مزا ہے۔ دوسرے انکلوژر میں تو عام پبلک نہ خود اطمینان سے میچ دیکھتی ہے اور نہ دوسروں کو دیکھنے دیتی ہے۔ شور شرابے کے ساتھ لوگ ایک دوسرے کی ہوٹنگ کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں“...... صدیقی نے کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال ہے چیف مجھے انکار کر سکتا ہے“...... جولیا

نے صفدر کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں ایک امکانی بات کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ چیف ایسا کہہ دیں کہ ہمیں ان فضولیات میں اپنا وقت ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ساتھ ہی انہوں نے فون بند کر دینا ہے جو ان کی عادت ہے۔ پھر ہم کیا کریں گے“...... صفدر نے کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

”ضروری نہیں کہ چیف اس کھیل کو فضولیات کا نام دیں یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ خود بھی کرکٹ کے شوقین ہوں۔ نہ بھی ہوں تو ہم ان دنوں کون سا کسی کیس پر کام کر رہے ہیں وہ ہمیں تفریح کرنے سے کیسے منع کر سکتے ہیں“...... تنویر نے عمران کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے دفاعی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”صفدر ٹھیک کہہ رہا ہے تنویر۔ واقعی اس سے پہلے بھی بڑے بڑے ایونٹس ہوتے رہے ہیں لیکن ہم نے چیف سے کبھی کسی ایونٹ میں شمولیت کی بات نہیں کی تھی پھر اب اگر ہم ان سے ایسی بات کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی اس کھیل کو اہمیت نہ دیں اور ہمیں میچ دیکھنے سے روک دیں۔ ایک بار چیف نے منع کر دیا تو پھر ہم لائیو تو کیا ٹی وی سکرین پر بھی میچ نہیں دیکھ سکیں گے“۔ جولیا نے کہا اور جولیا کو عمران کے حق میں بولتے دیکھ کر تنویر نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

”تب پھر عمران صاحب ہی ہمارے کام آ سکتے ہیں“...... کیپٹن

شکیل نے کن انکھیوں سے تنویر کا بگڑتا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
''اگر عمران صاحب نے بھی ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیا تو''...... چوہان نے کہا۔

''کیوں۔ وہ کیوں انکار کرے گا اس میں اتنی ہمت ہے کہ میں اس سے کچھ کہوں اور وہ انکار کر سکے''...... جولیا نے تیز لہجے میں کہا اور جولیا کا انداز دیکھ کر ماسوائے تنویر کے سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''ہاں۔ وہ آپ کو کبھی منع نہیں کر سکتے''...... صفدر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا تو اس کا جواب سن کر جولیا کا چہرہ فرطِ مسرت سے کھل اٹھا جیسے صفدر نے اس کے دل کی ہی بات کی ہو۔

''تو کیا آپ عمران صاحب سے فون پر بات کریں گی یا ہم سب چل کر ان کے فلیٹ پر دھاوا بول دیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دھاوا۔ کیا مطلب''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''فون پر عمران صاحب نے عادت کے مطابق الٹی سیدھی باتیں کرنی شروع کر دینی ہیں اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نا ہم سب ایک ساتھ عمران صاحب کے فلیٹ میں چلیں۔ جب ہم ایک ساتھ وہاں جائیں گے تو عمران صاحب ہمیں دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور پھر وہ کسی بات سے انکار کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اسی بہانے آج ہم عمران صاحب سے ٹریٹ بھی لے لیں گے۔ کافی عرصہ ہوا ہے ان سے کوئی ٹریٹ لئے ہوئے''...... نعمانی نے کہا تو ٹریٹ کا سن کر جولیا کی آنکھوں میں اور زیادہ چمک آ گئی۔

''عمران ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو دوسروں کو ٹریٹ دے وہ تو ٹریٹ لے کر دوسروں کی جیبیں ہی ہلکی کرانا جانتا ہے''۔ تنویر نے حسبِ عادت ایک بار پھر منہ بنا کر کہا۔

''تم بے فکر رہو۔ آج کی ٹریٹ ہم عمران سے ہی لیں گے۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ وہ آج ہم سب کو کیسے ٹریٹ نہیں دیتا۔ آج ہم اس سے اپنی مرضی کا کھائیں پئیں گے اور اس بار سارا بل بھی اسے ہی چکانا پڑے گا''...... جولیا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا جیسے وہ ٹریٹ کے بہانے خود بھی زیادہ دیر تک عمران کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ کیونکہ پچھلے چار پانچ ہفتوں سے اس نے عمران کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ عمران سے اس کی فون پر ایک دو بار بات ضرور ہوئی تھی لیکن فون پر عمران الٹی سیدھی ہانک کر اسے زچ کر دیتا تھا اس لئے جولیا فون پر عمران سے کم ہی بات کرتی تھی۔ آج ممبران کے کہنے پر ایک بار پھر اس کا دل عمران کی طرف مائل ہونا شروع ہو گیا تھا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ دل کے معاملے میں عمران کس قدر کٹھور تھا لیکن اس کے باوجود اس نے آج عمران سے ملنے اور اس سے ٹریٹ لینے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔

"تو پھر چلیں"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں چلو"...... جولیا نے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہم اپنی گاڑیاں نکالتے ہیں، تب تک آپ تیار ہو کر نیچے آ جائیں"...... صفدر نے بھی اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ تنویر کا چہرہ غصے سے بگڑا ہوا تھا لیکن چونکہ سب کے ساتھ جولیا نے بھی عمران سے ملنے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے اب وہ نہ تین میں تھا اور نہ تیرہ میں اس لئے سوائے خاموش رہنے اور دل میں کڑھنے کے اور کچھ کر بھی کیا سکتا تھا۔

وہ سب نیچے آئے اور کچھ ہی دیر میں وہ دو کاروں میں سوار ہو کر بلڈنگ کے باہر جولیا کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ چونکہ ایک ساتھ جولیا سے ملنے کے لئے آتے تھے اس لئے اپنی کاریں لانا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ جولیا سمیت ان سب کی تعداد آٹھ تھی اور وہ چار چار ایک کار میں بیٹھ سکتے تھے۔ ایک کار صفدر کی تھی جبکہ دوسری کار صدیقی لایا تھا۔ صدیقی کے ساتھ خاور، نعمانی اور چوہان بیٹھ گئے جبکہ صفدر کی کار میں تنویر اور کیپٹن شکیل آ گئے۔ وہ دونوں کار کی عقبی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے اور صفدر کے سائیڈ والی سیٹ انہوں نے جولیا کے لئے چھوڑ دی تھی۔

کچھ ہی دیر میں جولیا تیار ہو کر نیچے آ گئی اور وہ صفدر کی کار میں اس کی سائیڈ والی سیٹ پر بیٹھ گئی تو صفدر نے اپنی کار آگے بڑھا

دی اور اس کے پیچھے صدیقی نے بھی اپنی کار لگا دی اور پھر دونوں کاریں ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتی ہوئیں عمران کے فلیٹ کی جانب رواں دواں ہو گئیں۔

"فون کر کے ہمیں پہلے یہ معلوم کر لینا چاہئے تھا کہ عمران صاحب اپنے فلیٹ میں ہیں بھی یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم وہاں جائیں اور ہمیں عمران صاحب ملے ہی نہ"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"فراغت کے دنوں میں وہ اپنا زیادہ وقت فلیٹ میں ہی گزارتا ہے۔ فلیٹ میں وہ ہوتا ہے اور کتابیں۔ اس پر دنیا کی معلومات حاصل کرنے کا بھوت سوار رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت کتابی کیڑا بنا رہتا ہے جو کسی بھی کتاب کا جب تک ایک ایک لفظ پڑھ کر اسے اپنے دماغ میں نہ بسا لے چین نہیں لیتا"...... جولیا نے کہا۔

"ان کا یہ شوق اور ان کا مطالعہ ہی انہیں بے پناہ ذہانت فراہم کرتا ہے۔ مطالعے کی ہی وجہ سے ان کے پاس معلومات کا خزانہ جمع رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ لیتے ہیں اور اسی مطالعے کی وجہ سے ہی وہ دنیا میں ہونے والے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور انہیں کسی بھی مرحلے میں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور مشکل سے مشکل ترین حالات کا بھی آسانی سے مقابلہ کر لیتے ہیں۔ اگر ان کے پاس مطالعے کا خزانہ نہ ہو تو شاید وہ کسی بھی اہم مرحلے پر نہ اپنی کوئی مدد کر سکیں اور نہ

ہماری"......کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ اس دور میں جہاں ہر کوئی انٹرنیٹ، سیل فون اور ٹی وی کیبلز پر انٹرٹینمنٹ پروگرام دیکھ کر اپنا وقت برباد کرتا رہتا ہے اور معلوماتی پروگرامز کی طرف توجہ نہیں دیتا اسی وجہ سے ان کی معلومات میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سائنس کے میدان میں کس حد تک آگے بڑھ چکی ہے۔ اس کے برعکس عمران نہ صرف نئی بلکہ پرانی کتابوں سے بھی بہترین استفادہ حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس کے پاس انٹیک ریسرچ پیپروں کے ایسے ایسے نسخے ہیں جن سے وہ اپنے لئے قیمتی اور انتہائی کارآمد معلومات حاصل کر لیتا ہے اور وقت آنے پر ان معلومات کی بنا پر وہ ایسے ایسے انوکھے اور حیرت انگیز کام کر جاتا ہے جو عام انسانوں کی نظروں میں ناقابل یقین اور ناقابل عمل ہوتے ہیں۔ عمران معلومات کے دوسرے ذرائع کے ساتھ ساتھ کتابوں کو بے حد اہمیت دیتا ہے۔ ویسے بھی یہ سچ ہے کہ تنہائی میں کتاب سے بڑھ کر انسان کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے ملک میں کتاب دوستی ختم ہوتی جا رہی ہے یا پھر شاید اس کی وجہ کتابوں کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں کہ لوگوں میں ایک اچھی کتاب خریدنے کی استطاعت ہی نہیں ہوتی"......صفدر نے کہا۔

"کتابوں سے دوستی رکھنے والے قیمتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے اگر انہیں ایک اچھی، معیاری اور معلوماتی اور تفریحی کتاب مل

جائے تو وہ اسے ہر حال میں خرید لیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کتابیں پڑھنے والوں کی کمی تو نہیں ہے البتہ کتاب دوست بنانے والوں کی کمی ضرور ہے۔ اس میں قیمت کا بھی اثر پڑتا ہے اور شرح خواندگی بھی اس میں ان مسائل کو جنم دیتی ہے کہ لوگ کتابوں کو ہاتھ تک لگا کر نہیں دیکھ سکتے۔ جس کی وجہ سے کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے ورنہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب سینما گھر اور ٹی وی ہونے کے باوجود لوگ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ وہ کسی ایک کتاب کا ایک آدھ باب نہ پڑھ لیں"......کیپٹن شکیل نے کہا۔

"چھوڑو۔ تم کیا کتابی دنیا کی باتیں لے بیٹھے ہو۔ یہ وقت کتابوں پر تبصرہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ یہ کرکٹ جیسے کھیلوں کا زمانہ ہے۔ آج کا بوڑھا، نوجوان، خواتین حتیٰ کہ بچہ بچہ کرکٹ کا دیوانہ دکھائی دے رہا ہے۔ گلیوں، بازاروں میں ہر جگہ لوگ کرکٹ ہی کھیلتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے پاس اتنی فرصت کہاں کہ وہ تفریحی کتابوں کی طرف دھیان دے سکیں۔ بلکہ آج کے زمانے میں پری پیپ کلاس سے ہی بچوں پر سکول کی کتابوں کا اتنا بوجھ لاد دیا جاتا ہے کہ وہ ان کتابوں کو ہی پڑھ پڑھ کر پاگل ہو جاتے ہیں اور انہیں کھیل کود کا بھی وقت نہیں ملتا پھر بھلا وہ تفریحی کتابوں کو پڑھنے کے لئے اضافی وقت کہاں سے لائیں"......تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو شاید سکول کے زمانے میں بھی کسی کتاب کو ہاتھ نہیں لگایا ہوگا۔ چھلانگیں لگا کر اور لڑ جھگڑ کر اگلی جماعتوں میں پہنچتے رہے ہو گے"...... صفدر نے کہا وہ سب ہنس پڑے تنویر بھی مسکرا دیا۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے۔ اپنے دور میں پڑھائی سے میں کبھی نہیں بھاگا تھا۔ میں نے ہر جماعت میں ٹاپ کیا تھا"...... تنویر نے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی صفدر نے کار کنگ روڈ کی طرف موڑ دی۔ یہ سڑک دائیں طرف مڑتے ہی اس عمارت کی طرف جاتی تھی جس میں عمران کا فلیٹ تھا اور اس سڑک کے مڑتے ہی وہ عمارت دکھائی دے جاتی تھی۔

صفدر نے ابھی کار موڑی ہی تھی کہ انہیں عمارت کی سیڑھیوں سے چار افراد تیزی سے نیچے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ چھلانگیں لگاتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہاں موجود افراد گھبرائے ہوئے انداز میں سیڑھیوں کے دائیں بائیں لگ گئے تھے۔ وہ چاروں شکلوں سے ہی چھٹے ہوئے بدمعاش دکھائی دے رہے تھے۔ سیڑھیاں چونکہ دائیں طرف سے سڑک کی جانب آتی تھیں اس لئے وہ ان چاروں کے چہرے آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ سیڑھیوں کے پاس ایک سفید رنگ کی اسٹیشن ویگن کھڑی تھی۔ وہ چاروں تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے آئے اور اسٹیشن ویگن میں داخل ہو

گئے اور پھر جیسے ہی وہ اسٹیشن ویگن میں سوار ہوئے انہیں اسٹیشن ویگن وہاں سے نکلتی ہوئی دکھائی دی۔

"کون لوگ ہیں یہ اور یہ مشین گنیں لے کر اس قدر عجلت میں کیوں گئے ہیں"...... جولیا نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"پتہ نہیں۔ شکل و صورت سے تو یہ بدمعاش ہی دکھائی دے رہے تھے ہو سکتا ہے کہ یہ اسی عمارت کے کسی فلیٹ میں رہتے ہوں اور کسی کارروائی کے لئے جا رہے ہوں"...... صفدر نے کہا اور اس نے کار عمارت کی سیڑھیوں کے پاس لے جا کر روک دی جہاں چند لمحے قبل سفید رنگ کی اسٹیشن ویگن کھڑی تھی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس عمارت کے ہی کسی فلیٹ میں کوئی واردات کی ہو اور پکڑے جانے کے خوف سے یہاں سے بھاگ گئے ہوں"...... تنویر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ جس ملک میں قانون نام کی کوئی چیز نہ ہو وہاں دن دہاڑے ڈکیتیاں، چوریاں، قتل و غارت اور دنگا فساد کے بازار گرم ہی رہتے ہیں"...... صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو کچھ اور ہی لگ رہا ہے"...... کیپٹن شکیل نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"کیا"...... جولیا نے سر گھما کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جس طرح سے وہ لوگ یہاں سے بھاگ رہے تھے ایسا لگ

رہا تھا جیسے انہوں نے یہاں زبردست کارروائی کی ہو اور ان کی یہ کارروائی عمران صاحب کے فلیٹ میں ہی ہوئی ہو''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ تشویش جھلک رہی تھی۔ اس کی نظریں سیڑھیوں کے اوپر دوسری منزل پر جمی ہوئی تھی جہاں بالکنی سے اب اسے تیز دھواں سا اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

''عمران کے فلیٹ میں۔ کیا مطلب''...... جولیا نے بوکھلا کر کہا۔

''عمران صاحب کا فلیٹ دوسری منزل پر ہے اور دوسری منزل سے دھواں اٹھ رہا ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا اور وہ سب چونک کر دوسری منزل کی جانب دیکھنے لگے۔

''اوہ۔ آؤ۔ دیکھتے ہیں''...... صفدر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور انہوں نے ایک ساتھ کار کے دروازے کھولے اور تیزی سے کار سے نکل کر باہر آ گئے۔ صدیقی نے بھی اپنی کار صفدر کی کار کے پیچھے روک دی تھی وہ بھی کار سے باہر نکل آئے تھے اور حیرانی سے عمارت کی دوسری منزل کی جانب دیکھ رہے تھے جہاں سے دھواں اٹھتا انہیں صاف دکھائی دے رہا تھا۔ دوسری منزل پر انہیں چیخ و پکار کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

''صدیقی۔ سیڑھیوں سے اتر کر ابھی جو مسلح افراد یہاں سے نکل کر سفید اسٹیشن ویگن میں گئے ہیں تم چاروں ان کے پیچھے جاؤ اور انہیں پکڑنے کی کوشش کرو۔ کیپٹن شکیل کا خیال ہے کہ انہوں نے

عمران صاحب کے فلیٹ پر حملہ کیا ہے۔ ہم اوپر جا کر دیکھتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے تب تک تم ان چاروں کے پیچھے جاؤ۔ انہیں کسی بھی صورت میں بچ کر نہیں نکلنا چاہئے''...... صفدر نے چیختے ہوئے کہا اور عمران کے فلیٹ پر ہونے والے حملے کا سن کر ان کے چہرے بھی ست گئے وہ سب تیزی سے دوبارہ کار میں بیٹھے اور پھر صدیقی کار تیزی سے وہاں سے نکال کر اس طرف لے گیا جس طرف سفید رنگ کی اسٹیشن ویگن گئی تھی۔ وہ چونکہ صفدر کی کار کے پیچھے تھے اس لئے انہوں نے بھی چاروں مسلح افراد کو ویگن میں سوار ہوتے اور وہاں سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔ ویگن میں شاید ایک اور شخص بھی تھا جس نے انہیں دیکھتے ہی ویگن کا انجن اسٹارٹ کر لیا تھا کیونکہ جیسے ہی چاروں مسلح افراد نیچے آ کر ویگن میں بیٹھے تھے ویگن فوراً وہاں سے نکل گئی تھی۔ سفید ویگن جس سڑک کی طرف گئی تھی وہ کئی کلو میٹر تک متوازی جاتی تھی۔ نزدیک چونکہ دوسرا کوئی موڑ نہیں تھا اس لئے صفدر کو یقین تھا کہ صدیقی آسانی سے اس ویگن تک پہنچ جائے گا۔

صدیقی کی کار وہاں سے نکلتے ہی وہ چاروں تیزی سے سیڑھیوں کی جانب لپکے اور پھر وہ تیزی سے دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اوپر چڑھتے چلے گئے۔

دوسری منزل پر آتے ہی ان کی نظر فلیٹ نمبر دو سو پر پڑی تو وہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔ دھواں فلیٹ نمبر دو سو سے ہی نکل رہا تھا اور

گیلری میں دوسرے فلیٹوں کے افراد باہر کھڑے بری طرح سے چیخ رہے تھے جن میں بوڑھے بھی تھے، بچے بھی اور نوجوانوں کے ساتھ عورتیں بھی۔ عمران کے فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے دھواں تیزی سے باہر آ رہا تھا۔ عمران کے فلیٹ سے دھواں نکلتے دیکھ کر نہ صرف جولیا بلکہ کیپٹن شکیل اور صفدر کے ساتھ ساتھ تنویر کا بھی رنگ زرد ہو گیا۔

”آؤ جلدی“...... صفدر نے چیخ کر کہا اور تیزی سے عمران کے فلیٹ کی جانب بھاگا۔ اس کی آواز سن کر جولیا، کیپٹن شکیل اور تنویر کو جیسے ہوش آ گیا وہ بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکے۔ چاروں بھاگتے ہوئے جیسے ہی عمران کے فلیٹ کے دروازے کے سامنے آئے انہیں فلیٹ کے اندر تیز آگ بھڑکتی ہوئی دکھائی دی اور دروازے کے پاس خون اور خون میں لت پت دو لاشیں دکھائی دیں۔ لاشیں دیکھ کر ان چاروں کے چہرے تاریک ہو گئے۔

”فلیٹ میں تو زبردست آگ لگی ہوئی ہے“...... تنویر نے چیختے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ جلدی کرو۔ ہمیں دروازے کے پاس پڑی لاشوں کو باہر نکالنا ہو گا۔ آگ ابھی ان تک نہیں پہنچی اگر دیر ہو گئی تو یہ دونوں لاشیں بھی آگ میں جل جائیں گی“...... صفدر نے اسی طرح سے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا۔

”کس کی لاشیں ہیں“...... جولیا نے چیخ کر کہا۔ عمران کے

فلیٹ کے دروازے پر خون اور لاشیں دیکھ کر اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان لاشوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن فلیٹ کے اندر سے آگ کی چمک اور باہر آتے ہوئے دھوئیں کی وجہ سے اسے لاشوں کے چہرے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ صفدر کے ساتھ کیپٹن شکیل آگے بڑھا۔ دھوئیں سے بچنے کے لئے انہوں نے سانس روک لئے تھے۔ فلیٹ کے دروازے تک آتے ہی صفدر نے ایک لاش کا ہاتھ پکڑا اور اسے گھسیٹ کر باہر کھینچتا لے گیا۔ کیپٹن شکیل نے دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑا اور اس کے بغل میں دوسرا ہاتھ ڈال کر اسے تیزی سے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے گیلری کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ دونوں لاشیں چونکہ دروازے کے پاس ہی پڑی تھیں اس لئے وہاں آگ نہیں پہنچی تھی۔

صفدر اور کیپٹن شکیل جیسے ہی دونوں لاشیں کھینچ کر باہر لائے تو ان دونوں کے چہرے دیکھ کر جولیا کا رنگ اور زیادہ تاریک ہو گیا۔ ان میں سے ایک لاش ٹائیگر کی تھی جبکہ دوسرا عمران کا ملازم سلیمان تھا۔ ان کے جسموں میں کئی سوراخ دکھائی دے رہے تھے جہاں سے ابھی تک خون رس رہا تھا جیسے ان پر اچانک مشین گن کا برسٹ مارا گیا ہو اور وہ اچانک ہونے والے حملے سے خود کو نہ بچا سکے ہوں۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے ان دونوں کو آگے لے جا کر گیلری

کے کنارے پر لگے ہوئے جنگلے کے پاس ڈال دیا۔ وہاں موجود لوگ خوفزدہ نگاہوں سے ان دونوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے۔

"عمران۔ عمران کہاں ہے"...... تنویر نے چیختے ہوئے کہا اس کی نظریں ارد گرد موجود افراد پر تھیں لیکن ان میں عمران نہیں تھا۔

"عمران۔ وہ۔ وہ۔ وہ شاید اندر ہو"...... جولیا نے ہذیانی لہجے میں کہا اور تیزی سے فلیٹ کے دروازے کی طرف لپکی۔ یہ دیکھ کر صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے فوراً جولیا کا ہاتھ پکڑ کر اسے پیچھے کھینچ لیا۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں مس جولیا۔ اندر خوفناک آگ بھڑک رہی ہے"...... صفدر نے چیختے ہوئے کہا۔

"وہ وہ۔ عمران۔ عمران اندر ہے۔ اسے بچاؤ نہیں تو وہ آگ میں زندہ جل جائے گا"...... جولیا نے جواباً ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ تنویر بڑی بے قرار نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اسے اور کچھ نہ سوجھا تو وہ تیزی سے عمران کے فلیٹ کی طرف بڑھا اور پھر وہ تیزی سے دروازہ کراس کرتا ہوا اندر چلا گیا۔

"رک جاؤ تنویر۔ اندر مت جاؤ۔ اندر تیز آگ ہے۔ تنویر۔ تنویر"...... صفدر نے تنویر کو فلیٹ میں گھستے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا لیکن تنویر بھلا اس کی بات کہاں سننے والا تھا وہ چھلانگیں لگاتا ہوا فوراً فلیٹ میں گھس گیا تھا۔

"یہ دونوں ابھی زندہ ہیں۔ ہمیں فوری طور پر انہیں ہسپتال لے

جانا ہو گا ورنہ یہ دونوں مر جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے کہا تو جولیا اور صفدر چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگے جو سلیمان اور ٹائیگر کو چیک کرنے کے لئے ان پر جھکا ہوا تھا۔

"تو پھر اٹھاؤ انہیں جلدی۔ ایک کو تم اٹھا لو ایک کو میں اٹھا کر گاڑی تک لے چلتا ہوں پھر تم انہیں مس جولیا کے ساتھ فاروقی ہسپتال لے جاؤ"...... صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اور تم"...... جولیا نے پوچھا۔

"تنویر، عمران صاحب کو تلاش کرنے اندر گیا ہے۔ اگر عمران صاحب زخمی ہوئے تو میں انہیں بھی لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا"...... صفدر نے کہا۔ کیپٹن شکیل نے ٹائیگر کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر ڈالا اور صفدر نے سلیمان کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر ڈال لیا۔

"نہیں تم دونوں انہیں لے جاؤ۔ میں یہیں رکوں گی۔ تنویر جیسے ہی عمران کو لے کر باہر آئے گا ہم دونوں اسے لے کر فاروقی ہسپتال پہنچ جائیں گے"...... جولیا نے کہا۔

"لیکن"...... صفدر نے کہنا چاہا۔

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔ میں نے کہہ دیا نا تم دونوں جاؤ"۔ جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سیڑھیوں سے کچھ فاصلے پر ٹائیگر کی کار کھڑی ہے۔ میں اس کی جیب سے آپ کو کار کی چابیاں نکال کر دے دیتا ہوں۔ اگر عمران صاحب زخمی ہوں تو آپ انہیں لے کر فوراً ہسپتال

پہنچ جانا''...... کیپٹن شکیل نے کہا اور اس نے کاندھوں پر موجود ٹائیگر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چند چابیاں نکالیں اور جولیا کی جانب اچھال دیں۔

''یہ لیں ان میں کوئی نہ کوئی کار کی بھی چابی ہو گی''...... کیپٹن شکیل نے کہا تو جولیا نے چابیاں ہوا میں ہی دبوچ لیں اور پھر کیپٹن شکیل اور صفدر، ٹائیگر اور سلیمان کو لئے ہوئے تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بھاگتے چلے گئے اور جولیا ایک بار پھر تشویش زدہ نظروں سے دروازے کی جانب دیکھنے لگی جہاں سے دھواں اور زیادہ تیزی سے نکلنا شروع ہو گیا تھا شاید فلیٹ میں موجود تمام چیزوں کی آگ لگ چکی تھی جس کی وجہ سے فلیٹ دھڑا دھڑ جل رہا تھا اور اندر سے دھواں نکل رہا تھا۔

تنویر کو اندر جاتے ہی ہر طرف آگ ہی آگ بھڑکتی ہوئی دکھائی دی تھی۔ راہداری کے سامنے ایک کمرہ تھا اس کے ساتھ سٹنگ روم پھر دائیں طرف کچن اور دوسری اطراف میں دو اور کمرے تھے جن میں سے ایک عمران کا بیڈ روم تھا اور دوسرا کمرہ اس نے لائبریری بنا رکھا تھا۔ تنویر راہداری سے گزر کر جیسے ہی کمرے میں آیا اسے کمرے میں ہر چیز آگ میں جلتی ہوئی دکھائی دی۔ کمرہ دھوئیں سے بھی بھرا ہوا تھا۔ دھواں اس قدر کثیف تھا کہ تنویر کو سانس لینا دشوار ہو رہا تھا وہ سانس روکتا اور پھر جیسے ہی کچھ لمحوں کے بعد سانس لیتا تو دھواں اس کے پھیپھڑوں میں داخل ہو

جاتا جس کی وجہ سے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پھیپھڑوں میں مرچیں ہی مرچیں بھر گئی ہوں۔ آگ کی وجہ سے کمرے میں بے پناہ تپش بھی پیدا ہو رہی تھی جس کی وجہ سے لمحوں میں ہی تنویر کا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔ وہ دائیں بائیں خالی جگہ دیکھ کر فوراً اس طرف کود جاتا تھا۔ تنویر خود کو کچھ دیر تو دھوئیں سے بچاتا رہا لیکن دھواں تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا جس کی وجہ سے اسے اب کھانسی بھی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

''عمران۔ عمران۔ کہاں ہو تم''...... تنویر نے بری طرح سے کھانستے ہوئے اپنے سامنے پھیلے ہوئے دھوئیں کو ایک ہاتھ سے اڑاتے ہوئے کہا لیکن جواب میں عمران کی اسے کوئی آواز سنائی نہ دی۔

''عمران۔ عمران''...... تنویر نے چیختے ہوئے کہا۔ اس کے چیخنے کی وجہ سے اس کے پھیپھڑوں میں اور زیادہ دھواں چلا گیا اور اس پر کھانسی کا شدید دورہ سا پڑنے لگا وہ بری طرح کھانسنے کے باوجود کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ کمرے میں جلتی ہوئی چیزوں سے خود کو بچاتا ہوا تیزی سے سٹنگ روم کی جانب لپکا۔ سٹنگ روم میں بھی دھواں بھرا ہوا تھا اور وہاں بھی آگ کے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ سٹنگ روم میں جانے والا دروازہ بھی دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ تنویر نے خود کو دروازے کی کیواڑوں میں لگی ہوئی آگ سے بچایا اور اچھل کر کمرے میں آ گیا۔

"عمران۔ عمران۔ کیا تم یہاں ہو"……تنویر نے بری طرح سے
کھانستی ہوئی آواز میں کہا۔ سامنے صوفے کرسیاں۔ میز، قالین،
اور وہاں موجود ہر چیز پر آگ لگی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ کمرے کی
دیواروں پر لکڑی کے فریم والی جو تصویریں آویزاں تھیں وہ بھی جل
رہی تھیں۔ شدید دھوئیں کی وجہ سے تنویر کو کمرے کا منظر واضح طور
پر دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن وہ اچھل اچھل کر ایسی جگہوں پر آ رہا
تھا جہاں آگ نہیں تھی۔ اس کی تیز نظریں شدید دھواں ہونے کے
باوجود بھی انتہائی پریشانی کے عالم میں عمران کو تلاش کر رہی تھیں۔
ایک طرف تنویر کو ایک صوفہ الٹا پڑا ہوا دکھائی دیا۔ جو شاید دھماکے
کے پریشر سے اچھل کر دوسری طرف جا گرا تھا۔ اس صوفے پر بھی
آگ لگی ہوئی تھی۔ تنویر ارد گرد موجود جلتی ہوئی چیزوں کو ٹھوکریں
مار کر پیچھے ہٹا رہا تھا تاکہ وہ پورے کمرے کا جائزہ لے سکے۔

آگ کی لپٹیں اس قدر زیادہ تھیں کہ اب اسے اپنا جسم بھی
جھلستا ہوا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا اور آگ کی وجہ سے اس کے
سر کے بال بھی جل رہے تھے۔ چونکہ وہ چیزوں کو ہاتھوں سے ہٹا
رہا تھا اس لئے اس کے ہاتھ بھی بری طرح سے جل گئے تھے لیکن
اس کے باوجود وہ شدت جذبات سے لبریز تھا اور جیسے ہر حال میں
وہاں سے عمران کو تلاش کر کے نکال کر لے جانا چاہتا تھا۔ یہ تنویر
اب وہ تنویر لگ ہی نہیں رہا تھا جو عمران کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے
مذاق کا بھی برا منا لیتا تھا اور عمران کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں

کرتا تھا اور اب جبکہ عمران موت کے منہ میں تھا اور اس کے زندہ
جل جانے کا امکان تھا تنویر اسے بچانے کے لئے دیوانہ وار جلتے
ہوئے فلیٹ میں گھس گیا تھا اور اب دھوئیں سے نہ صرف اس کا برا
حال ہو رہا تھا بلکہ آگ کی تپش سے وہ خود کو جھلستا ہوا بھی محسوس کر
رہا تھا لیکن اسے جیسے اپنا کوئی ہوش ہی نہیں تھا وہ عمران کے لئے
حقیقتاً بھڑکتی ہوئی آگ میں کود آیا تھا اور اس کے احساسات ایسے
تھے جیسے وہ یا تو یہاں سے عمران کو زندہ نکال کر لے جائے گا یا پھر
خود بھی اس آگ میں زندہ جل جائے گا۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس
کے جیالے تھے ایسے جیالے جو ایک دوسرے کے لئے کٹ مرنے
کے لئے بھی ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ان جیالوں کی عظمت اور ان
کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ کسی ایک کی جان بچانے کے لئے وہ
سب اپنی جان بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ
تھی کہ دنیا میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو جاننے والے ان
کے والہانہ جذبات اور ان کی عظمت کو دل کی گہرائیوں سے سراہتے
تھے اور انہیں دادِ تحسین دے کر انہیں سیلوٹ بھی کرتے تھے۔

اچانک تنویر کی نظر الٹے ہوئے صوفے پر پڑی تو وہ بے اختیار
چونک پڑا۔ اسے صوفے کی دوسری طرف دو پیر سے دکھائی دیئے
تھے۔ پیر دیکھ کر تنویر شدت جذبات سے تڑپ اٹھا اور تیزی سے
چھلانگ لگا کر الٹے ہوئے صوفے کے پاس آ گیا۔ صوفے کے اوپر
والا حصہ بری طرح سے جل رہا تھا۔ تنویر نے ادھر ادھر دیکھا لیکن

اسے وہاں ایسی کوئی چیز دکھائی نہ دی جس کی مدد سے وہ جلتے ہوئے صوفے کو وہاں سے ہٹا سکے۔ صوفہ ریگزین کا تھا جو جلتا ہوا پگھل رہا تھا اور اس کے اوپر والے حصے پر بھی آگ لگی ہوئی تھی۔ آگ ابھی صوفے کے بالائی حصوں کی طرف تھی۔ جس سے صوفے کے نیچے پڑا ہوا عمران جلنے سے بچ گیا تھا۔ تنویر چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر جب اسے وہاں کوئی چیز دکھائی نہ دی تو وہ صوفے کے دائیں کنارے کی طرف آیا اور اس نے جلتے ہوئے صوفے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ جیسے ہی اس نے صوفہ پکڑا جلتا ہوا ریگزین اس کے ہاتھوں کو لگ گیا۔ پگھلتا ہوا ریگزین اس کے ہاتھوں سے چپک گیا تھا۔ درد کی شدید لہر تنویر کو اپنے جسم میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دونوں ہاتھ بھی ریگزین کے ساتھ پگھل گئے ہوں۔ شدید تکلیف سے تنویر کا چہرہ بگڑ گیا تھا لیکن اس نے صوفے سے ہاتھ ہٹائے بغیر اسے پوری قوت سے اٹھا کر دوسری طرف اچھال دیا۔

صوفہ الٹ کر گرا تو اسے عمران فرش پر پڑا ہوا دکھائی دیا۔ عمران کے شاید سر میں چوٹ آئی تھی کیونکہ اس کے سر سے خون نکل کر فرش پر گرا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس کا ایک ہاتھ مڑا ہوا تھا جو اس کی کمر کے نیچے تھا۔ عمران کی پوزیشن دیکھ کر تنویر سمجھ گیا کہ عمران اٹھ کر باہر کی طرف بڑھا ہی ہوگا کہ اچانک دھماکے کے پریشر سے وہ اس طرح اچھل کر یہاں آ گرا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اس پر

صوفہ بھی آ گرا ہوگا۔ یہ عمران کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اس پر صوفہ گر گیا تھا اور عمران صوفے کے تکونی حصے کے درمیان میں آ گیا تھا اور وہ اس صوفے کے ساتھ جلنے سے بچ گیا تھا۔ عمران کی آنکھیں بند تھیں وہ بے ہوش تھا۔ عمران کی یہ بے ہوشی سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے تھی یا دھویں کی وجہ سے تنویر یہ تو نہیں جانتا تھا لیکن اس نے عمران کا پھولتا پچکتا سینہ دیکھ کر یہ ضرور سمجھ گیا تھا کہ عمران ابھی زندہ ہے۔ تنویر کے دونوں ہاتھوں کا گوشت جل گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور جسم بری طرح سے کانپ رہے تھے لیکن اس کی حالت ایسی تھی جیسے عمران کو زندہ دیکھ کر اسے سکون آ گیا ہو۔ وہ تیزی سے جھکا اور اس نے عمران کے دونوں پہلوؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھایا اور ہاتھوں کو جھٹکا دے کر عمران کو اپنے کاندھوں پر ڈال لیا۔ ایسا کرنے سے اس کے زخمی ہاتھوں کی وجہ سے ایک بار پھر اس کا جسم تکلیف کی شدت سے جھنجھنا اٹھا تھا لیکن یہ تنویر تھا جو گولیوں سے چھلنی ہو کر بھی دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا تھا اور جب تک اپنے سامنے موجود تمام دشمنوں کو ہلاک نہ کر دے اس کے قدم نہیں اکھڑتے تھے۔ پھر بھلا یہ معمولی زخم اس کا راستہ کیسے روک سکتے تھے۔۔ وہ عمران کو اٹھا کر پلٹا اور جلتی ہوئی چیزوں پر سے چھلانگیں مارتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔ دھویں کی وجہ سے اسے واضح طور پر کچھ دکھائی تو نہیں دے رہا تھا لیکن چونکہ وہاں آگ بھی تھی اور آگ کی لپٹوں کی چمک بھی تھی اس

لئے وہ رکے بغیر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ دوسرے کمرے میں آگ اور زیادہ تیز تھی۔ نیچے قالین بھی جل رہا تھا۔ تنویر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ وہ جلتے ہوئے قالین پر چھلانگیں مارتا ہوا تیزی سے بیرونی دروازے کے جانب دوڑتا چلا گیا لیکن بھلا آگ اسے آسانی سے کیسے جانے دے سکتی تھی۔ اس کی پتلون میں آگ لگ گئی تھی اور اسے اپنی دونوں ٹانگیں جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن تنویر کو خود سے زیادہ عمران کی فکر تھی وہ اسے ہر حال میں یہاں سے بچا کر لے جانا چاہتا تھا اس لئے اس نے ٹانگوں کے جلنے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور تیزی سے کمرے سے دوڑتا ہوا راہداری میں آ گیا۔ دھویں سے بچنے کے لئے اس نے سانس روک لیا تھا لیکن دھواں اس کی آنکھوں کو جلا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے بھی پانی بہنا شروع ہو گیا تھا اور پھر دوڑتے دوڑتے جیسے ہی اسے باہر کا دروازہ دکھائی دیا اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور بجلی کی سی تیزی سے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اس کے تیزی سے باہر نکلنے کی وجہ سے دھویں کا ایک مرغولہ سا بھی باہر آیا تھا جس کی وجہ سے باہر کھڑی جولیا اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔ تنویر آگ اور دھویں میں لپٹا ہوا بھاگ کر جیسے ہی باہر نکلا وہ رکے بغیر گیلری کے جنگلے کی جانب بڑھتا چلا گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جنگلے سے ٹکرا کر عمران سمیت باہر سڑک کی جانب الٹ جاتا

اس نے خود کو سنبھال لیا۔

اسے آگ کی لپٹوں میں گھرا دیکھ کر جولیا کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں جبکہ وہاں موجود دوسرے افراد بے اختیار خوف سے چیخ اٹھے تھے۔ تنویر نے فوراً کچھ فاصلے پر عمران کو نیچے لٹایا اور چھلانگ مار کر گیلری کی دوسری طرف چلا گیا اور اس نے زمین پر گر کر تیزی سے کروٹیں بدلنا شروع کر دیں تاکہ وہ اپنے لباس میں لگی ہوئی آگ بجھا سکے۔ وہ عمران کے ساتھ والے دوسرے فلیٹ کے دروازے کے نزدیک گرا تھا اسے آگ میں لپٹا دیکھ کر ایک نوجوان بھاگ کر اندر گیا اور وہ اندر سے فوراً ایک کمبل اٹھا کر لے آیا اور پھر وہ رکے بغیر بھاگتا ہوا تنویر کی طرف بڑھا اور اس نے تنویر پر کمبل ڈال دیا۔ کمبل دیکھ کر تنویر نے خود کو تیزی سے اس میں لپیٹنا شروع کر دیا اس طرح اس کے لباس میں لگی ہوئی آگ بجھ گئی تھی۔

جولیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی کمبل میں لپٹے تنویر اور کبھی جنگلے کے پاس پڑے ہوئے عمران کی جانب دیکھ رہی تھی۔ عمران کا جسم تو جلنے سے بچا ہوا تھا لیکن اس کے سر کے بال کافی حد تک جل گئے تھے اور اس کے سر پر زخم بھی نظر آ رہا تھا۔

”یہ تو بے ہوش ہو گیا ہے مس“...... اس نوجوان نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا جس نے تنویر کے جسم پر کمبل ڈالا تھا۔ تنویر جب تک فلیٹ میں تھا تب تک وہ انتہائی جدو جہد کرتا رہا تھا اور عمران

کو بچانے کے لئے اس نے دھویں اور آگ کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی لیکن اب باہر آتے ہی جیسے اس کی ہمت ختم ہوگئی تھی اور اس نے آخری وقت میں اپنے لباس میں لگی ہوئی آگ بجھائی تھی اور بے ہوش ہوگیا تھا۔

"یہ ٹھیک تو ہے"...... جولیا نے ہکلا کر پوچھا۔ اس نے تنویر کو جس طرح آگ کی لپٹوں میں گھرا باہر نکلتے دیکھا تھا وہ خود سکتے میں آگئی تھی۔

"جی ہاں۔ لیکن یہ آگ میں کافی حد تک جھلس چکے ہیں۔ انہیں جلد سے جلد طبی امداد دینی ہوگی ورنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے"۔ اس نوجوان نے کہا۔

"اوہ اوہ۔ تو پھر آپ میری مدد کریں پلیز اور اسے اٹھا کر نیچے موجود میری کار تک پہنچا دیں۔ پلیز"...... جولیا نے شدت غم سے کہا اور پھر وہ تیزی سے عمران کی جانب پلٹی اور اس نے بے ہوش عمران کو فوراً اٹھا کر اپنے کاندھوں پر ڈال لیا اور پھر وہ تیزی سے سیڑھیوں کی جانب دوڑتی چلی گئی۔ ایک لڑکی کو اس طرح ایک ورزشی جسم والے نوجوان کو اٹھا کر بھاگتے دیکھ کر وہاں موجود لوگ حیران رہ گئے۔ اس نوجوان نے بھی فوراً تنویر کو کمبل سمیت اٹھایا تو ایک اور نوجوان تیزی سے اس کی مدد کے لئے لپکا۔

"چلیں میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... دوسرے نوجوان نے کہا اور اس نے تنویر کی ٹانگیں پکڑ لیں اور پھر وہ تیزی سے

سیڑھیوں کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

جولیا، عمران کو اٹھائے برق رفتاری سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے سیڑھیوں کے دائیں طرف ٹائیگر کی کار دکھائی دی۔ اس نے پلٹ کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا اور پھر جب اسے دو نوجوان تنویر کو اٹھائے نیچے آتے دکھائی دیئے تو وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی ٹائیگر کی کار کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ سڑک پر چلتے راہگیر وہیں رک گئے تھے اور حیرت سے اس لڑکی کی جانب دیکھ رہے تھے جو پاگلوں کی طرح ایک مرد کو اٹھائے بھاگی جا رہی تھی۔

جولیا ابھی عمران کو لے کر کار کے نزدیک پہنچی ہی تھی کہ اسی لمحے موبائل سائرنوں کی آوازیں سنائی دینا شروع ہوگئیں۔ شاید کسی نے پولیس، ایمبولینس اور فائر بریگیڈ کو کال کی تھی اور وہ تینوں گاڑیاں ایک ساتھ وہاں آ رہی تھیں۔ جولیا کو بھلا کسی کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی اس نے گاڑی کے نزدیک پہنچ کر کیپٹن شکیل کی دی ہوئی چابیاں چیک کیں تو اس میں ایک گاڑی کی چابی بھی موجود تھی۔ جولیا نے فوراً چابی کار کے اگلے دروازے میں لگا کر لاک کھولا اور لاک کھلتے ہی اس نے جھک کر عمران کو کاندھے سے اتار کر سیٹ پر ڈال دیا۔ اتنی دیر میں وہ دونوں نوجوان کمبل میں لپٹے تنویر کو بھی لے آئے تھے۔

"مس۔ ایمبولینس آ رہی ہے۔ آپ کہیں تو"...... ایک نوجوان

نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں۔ یہ ایمبولینس میں نہیں جائیں گے۔ آپ مہربانی کر کے اسے کار کے پچھلی سیٹوں پر ڈال دیں میں انہیں خود ہسپتال لے جاؤں گی"...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا تو اس کی غراہٹ سن کر دونوں نوجوان سہم گئے۔ جولیا نے فوراً کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ان نوجوانوں نے تنویر کو کمبل سمیت سیٹوں پر ڈال دیا۔ اسی لمحے ایمبولینس، فائر بریگیڈ اور ایک پولیس جیپ وہاں آ کر رکی۔ جیپ میں ڈرائیور سمیت ایک انسپکٹر اور دو سپاہی سوار تھے۔ انسپکٹر نے شاید زخمیوں کو اس کار میں ڈالتے دیکھ لیا تھا اس لئے اس نے ڈرائیور سے کہہ کر جیپ ٹائیگر کی کار کے نزدیک رکوا لی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے آنے سے پہلے زخمیوں کو کہاں لے جایا جا رہا ہے"...... ڈرائیور کے سائیڈ والی سیٹ پر ایک موٹی توند والے انسپکٹر نے جیپ رکتے ہی جیپ سے چھلانگ لگا کر باہر آتے ہوئے اپنے مخصوص تھانیدارانہ انداز میں کہا۔ اس کی آواز سن کر جولیا بھوکی شیرنی کی طرح اس کی طرف مڑی اور اس کی جانب انتہائی خونخوارانہ نظروں سے گھورنے لگی۔

"سوری سر۔ ہم نہیں۔ یہ خاتون ان زخمیوں کو یہاں سے لے جا رہی ہیں۔ ہم تو بس ان کی مدد کر رہے تھے"...... ایک نوجوان نے جلدی سے کہا۔

"یس سر۔ دونوں زخمیوں کی حالت انتہائی نازک ہے۔ انہیں

جانے دیں"...... دوسرے نوجوان نے کہا۔

"ایک منٹ۔ مجھے اس عورت سے بات کرنے دو۔ کون ہو تم اور پولیس کے آنے سے پہلے تم ان زخمیوں کو یہاں سے کیسے لے جا رہی ہو"...... انسپکٹر نے جولیا کی طرف مڑتے ہوئے دھونس جمانے والے انداز میں کہا۔

"میرے راستے میں آنے کی کوشش مت کرو اور جاؤ یہاں سے۔ ہمیں تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے"...... جولیا نے غرا کر کہا۔

"اوئے واہ جی واہ۔ یہ عورت تو شیرنی بن رہی ہے۔ اپنا تعارف شارف تو کراؤ جی پھر ہٹ جائیں گے ہم تیرے راستے سے"...... انسپکٹر نے بڑے ٹھرے سے کہا۔

"میرا تعارف سپرنٹنڈنٹ فیاض سے پوچھنا وہ تمہیں بتائے گا کہ میں کون ہوں"...... جولیا نے سخت لہجے میں کہا وہ اس وقت عمران اور تنویر کو لے کر وہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے پولیس انسپکٹر کے سامنے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا نام لے دیا تھا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کا نام سن کر انسپکٹر اور اس ساتھ آئے سپاہی چونک پڑے۔

"سپرنٹنڈنٹ صاحب آپ کے جاننے والے ہیں جی"...... اس بار انسپکٹر نے قدرے شائستہ لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر تمہیں یہ تعارف کم لگتا ہے تو سنٹرل انٹیلی جنس کے

ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن سے بات کر لیتا اور ان سے پوچھتا کہ ڈپٹی لیڈی سپرنٹنڈنٹ سلمٰی خان کون ہے"...... جولیا نے کہا اور ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن اور ڈپٹی لیڈی سپرنٹنڈنٹ کے ناموں نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ انسپکٹر اور دونوں سپاہیوں کے رنگ اُڑ گئے اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئے اور پھر ان کی بے اختیار ایڑیاں بج اٹھیں۔ جولیا نے ان کے سیلوٹ کی کوئی پرواہ نہ کی وہ تیزی سے مڑی اور فوراً ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ گئی۔ اس سے پہلے کہ پولیس انسپکٹر اور سپاہی اس سے مزید کوئی بات کرتے جولیا نے اگنیشن میں چابی لگائی اور کار اسٹارٹ کرتے ہی وہاں سے نکالتی لے گئی۔ انسپکٹر اور سپاہی سیلوٹ مارنے والے انداز میں اس وقت تک بُت بنے کھڑے رہے جب تک جولیا کی کار ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

حصہ اول ختم شد

42 B

عمران سیریز نمبر

پاور پلے

حصہ دوم

ظہیر احمد

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

مصنف ----- ظہیر احمد
ناشران ----- محمد ارسلان قریشی
---------- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ----- محمد اشرف قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

صدیقی کار بجلی کی سی تیزی سے متوازی سڑک پر بھگائے لے جا رہا تھا۔ اس نے چونکہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے مسلح افراد کو دیکھ لیا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ وہ سفید رنگ کی کس ویگن میں فرار ہوئے ہیں اس لئے وہ تیزی سے سڑک پر کار بھگا رہا تھا۔

سفید رنگ کی اسٹیشن ویگن متوازی سڑک پر تیزی سے بھاگی جا رہی تھی۔ اس سڑک پر چونکہ زیادہ رش نہیں ہوتا تھا اس لئے صدیقی بھی نہایت تیز رفتاری سے اسٹیشن ویگن کا پیچھا کر رہا تھا اور کچھ ہی دیر میں وہ اسٹیشن ویگن کے قریب جا پہنچا۔

صفدر نے جب اپنے ساتھیوں کو بتایا تھا کہا کہ ان مسلح افراد نے عمران کے فلیٹ پر حملہ کیا ہے تو ان سب کے جسموں میں جیسے آگ سی لگ گئی تھی اور ان کے چہرے شدید غصے سے بگڑ گئے تھے۔

"اور تیز چلو۔ کار آگے لے جا کر ویگن کے سامنے روک دو۔ ہم انہیں یہاں سے نہیں نکلنے دیں گے"...... خاور نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ صدیقی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنی جیب سے مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ وہ چونکہ سیکرٹ ایجنٹ تھے اس لئے اپنا اسلحہ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔

ویگن سڑک پر دائیں بائیں لہرانا شروع ہو گئی تھی۔ ویگن میں موجود بدمعاشوں نے شاید اس کار کو پیچھے آتے دیکھ لیا تھا اور ویگن کے ڈرائیور نے بیک مرر سے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ کار اس کی ویگن کے سامنے آنے کی کوشش کر رہی ہے اس لئے اس نے ویگن تیزی سے دائیں بائیں لہرانا شروع کر دی تا کہ اس کے پیچھے آنے والی کار اسے اوور کراس کر کے اس کے سامنے نہ آ جائے۔

"ہونہہ۔ اس ویگن کے پچھلے ٹائروں پر برسٹ مارو"۔ صدیقی نے ویگن کے دائیں بائیں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ جس طرف سے بھی ویگن کو کراس کرنے کی کوشش کرتا ویگن کا ڈرائیور ویگن تیزی سے اس طرف گھما لیتا جس سے صدیقی کو اپنی کار آگے لے جانے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

"میں نے بھی اسی لئے مشین پسٹل نکالا ہے۔ ابھی یہ آبادی والا علاقہ ہے۔ میں یہاں فائرنگ کر کے علاقے میں خوف و ہراس

نہیں پھیلانا چاہتا۔ انہیں کچھ دور اور جا لینے دو آگے آبادی نہیں ہے۔ سڑک دائیں طرف مڑ کر ایک کھلے میدان کی طرف چلی جاتی ہے جس کے دونوں جانب درخت ہیں۔ درختوں کے درمیان ہم انہیں گھیریں گے"...... خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اب اس نے ویگن کے دائیں بائیں سے نکلنے کی بجائے اس کا مناسب فاصلہ رکھ کر پیچھا کرنا شروع کر دیا۔

"تیار رہنا۔ ان کے پاس اسلحہ ہے آگے جا کر وہ ہمارے مقابلے پر بھی آ سکتے ہیں"...... خاور نے کہا۔

"بے فکر رہو۔ ہم تیار ہیں"...... پیچھے بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔ اس نے اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے چوہان نے بھی اپنا مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

"کون ہو سکتے ہیں یہ لوگ اور انہوں نے عمران صاحب کے فلیٹ پر حملہ کیوں کیا ہو گا"...... چوہان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"شکل و صورت سے تو کوئی بدمعاش ہی دکھائی دے رہے تھے۔ اب انہوں نے عمران صاحب کے فلیٹ پر کیوں حملہ کیا تھا اس کا جواب تو عمران صاحب دے سکتے ہیں یا پھر یہ چاروں جو ویگن میں فرار ہو رہے ہیں"...... خاور نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"اللہ کرے عمران صاحب خیریت سے ہوں۔ گیلری کے کنارے پر لگے جنگلے سے میں نے عمران صاحب کے فلیٹ سے

دھواں نکلتے دیکھا تھا۔ نجانے انہوں نے فلیٹ پر کس ٹائپ کا حملہ کیا ہے''...... چوہان نے کہا۔

''عمران صاحب ان جیسے دو کوڑی کے بدمعاشوں کے ہاتھوں نقصان اٹھانے والے نہیں ہیں۔ وہ یقیناً محفوظ ہوں گے''۔ صدیقی نے کہا۔

''ہم اچھا بھلا ایک تفریحی پروگرام بنا کر عمران صاحب کے فلیٹ میں جا رہے تھے ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہماری یہ تفریح اس طرح اچانک ہمارے لئے ایسی صورت اختیار کر لے گی کہ ہم یہاں آ کر ان مجرموں کا تعاقب کرنا شروع کر دیں گے جنہوں نے عمران صاحب کے فلیٹ پر حملہ کیا ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''اچھا ہی ہوا ہے کہ ہم وقت پر پہنچ گئے تھے ورنہ یہ غنڈے تو اپنا کام کر کے نکل ہی گئے تھے''...... خاور نے کہا۔ دونوں گاڑیوں میں مسلسل ریس لگی ہوئی تھی۔ اسٹیشن ویگن کا ڈرائیور خاصا مشاق معلوم ہو رہا تھا جو نہایت برق رفتاری سے ویگن دوڑا رہا تھا۔ گو کہ سڑک خالی تھی اور ان کے دور نزدیک کوئی اور گاڑی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ویگن کا ڈرائیور جس تیزی سے ویگن چلا رہا تھا وہ انتہائی خطرناک تھا اگر اس کا ہاتھ ذرا سا بھی بہک جاتا تو اس کی ویگن یا تو دائیں بائیں الٹ جاتی یا پھر لہراتی ہوئی آؤٹ آف کنٹرول ہو کر سڑک پر الٹ جاتی۔

یہ بھی غنیمت تھی کہ ان بدمعاشوں نے اسلحہ ہوتے کے باوجود

ابھی تک ویگن کا پچھلا دروازہ کھول کر یا سائیڈ کی کھڑکیوں سے مشین گنیں نکال کر ان کی کار کی طرف فائرنگ نہیں کی تھی ورنہ وہ ویگن کا پچھلا دروازہ کھول کر اگر اچانک ان پر فائرنگ کرنا شروع کر دیتے تو صدیقی اور خاور ڈائریکٹ ان کی فائرنگ کی زد میں آ سکتے تھے۔

آہستہ آہستہ وہ آبادی والے علاقے سے دور ہوتے جا رہے تھے اور اب ان کے دائیں بائیں درختوں کی کثیر تعداد دکھائی دینے لگی تھی۔ کچھ دور ایک موڑ تھا اور ویگن تیزی سے اس موڑ کی جانب بھاگی جا رہی تھی۔

''مناسب فاصلہ رکھو۔ موڑ مڑتے ہوئے وہ ہم پر اچانک فائرنگ کر سکتے ہیں''...... خاور نے ویگن موڑ کی طرف جاتے دیکھ کر کہا۔ اس سے پہلے صدیقی اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک ویگن کی لیفٹ سائیڈ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر آیا اور دوسرے لمحے انہوں نے اس ہاتھ سے ایک راڈ سا نکل کر سڑک پر گرتے دیکھا۔ راڈ سڑک پر گر کر اچھلتا ہوا انہیں اپنی کار کی طرف آتا دکھائی دیا۔ راڈ دیکھتے ہی صدیقی نے فوراً بریک پیڈل پر پاؤں رکھ دیا۔ دوسرے لمحے ماحول اچانک ٹائروں کی تیز چیخوں سے گونج اٹھا اور ان کی کار کے پیچھے سڑک پر سیاہ رنگ کی لکیریں سی بنتی چلی گئیں۔ کار کے ٹائر یکلخت جم سے گئے تھے اور پھر کار آگے جا کر جیسے ہی ایک زور دار جھٹکا کھا کر رکی وہ سب یکبارگی اچھل کر کار

کے اگلے حصے سے ٹکرانے ہی لگے تھے کہ چاروں نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ کار جس طرح اچانک زور دار جھٹکا کھا کر رکی تھی اس سے کار کا پچھلا حصہ گھومتا چلا گیا اور کار سڑک کے درمیان میں قدرے ترچھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے ہی کار رکی اچانک ان سے کچھ فاصلے پر ایک زور دار دھماکہ ہوا اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے اس دھماکے نے انہیں کار سمیت ہوا میں اچھال دیا ہو۔ ان کی آنکھوں میں سرخ رنگ کی تیز چمک سی بھرتی دکھائی دی اور پھر انہیں یوں محسوس ہوا جیسے سڑک پر ان کے اردگرد تیز آگ سی بھڑک اٹھی ہو۔ کار کے چاروں اطراف میں انہیں آگ کے شعلے سے لپکتے دکھائی دیئے۔

"فائر بم۔ انہوں نے فائر بم پھینکا ہے۔ جلدی کرو۔ نکلو یہاں سے ورنہ ہماری کار ان شعلوں میں گھر جائے گی"...... خاور نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور صدیقی نے فوراً بریک پیڈل سے پاؤں ہٹایا اور کلچ چھوڑتا ہوا اس نے پوری قوت سے ایکسیلیٹر پریس کر دیا۔ کار کو ایک بار پھر جھٹکا سا لگا۔ پھر ایک لمحے کے لئے کار کا فرنٹ قدرے اوپر اٹھا، کار گھوم کر سیدھی ہوئی اور پھر کسی گولی کی سی رفتار سے چاروں طرف بھڑکتی ہوئی آگ میں دوڑتی چلی گئی۔ چند ہی لمحوں میں صدیقی نہایت مہارت سے ڈرائیو کرتا ہوا کار آگ کے شعلوں سے نکال لایا۔ ان کے سامنے اب موڑ تھا۔ ان کے عقب میں نہ صرف سڑک بلکہ سڑک کے کناروں پر موجود

درختوں میں بھی آگ لگ گئی تھی اور ان کی کار کی چھت اور فرنٹ بونٹ پر بھی آگ کے بگولے سے دکھائی دے رہے تھے۔ صدیقی نے ہونٹ بھینچ رکھے تھے اس نے آگ کے شعلوں سے کار نکالتے ہی اس کی رفتار اور زیادہ تیز کر دی اور پھر جیسے ہی موڑ آیا اس نے کار کی رفتار کم کئے بغیر اسٹیئرنگ وہیل گھما دیا۔ کار کے دائیں طرف کے دونوں ٹائر سڑک سے اٹھ گئے اور ان کی کار ترچھی ہو گئی۔ وہ چاروں بائیں طرف جھک آئے تھے۔ صدیقی نے کار دو ٹائروں پر ہی نہایت ماہرانہ انداز میں بائیں جانب موڑ لی تھی۔ جیسے ہی ان کی کار مڑی انہیں دور جاتی ہوئی اسٹیشن ویگن دکھائی دی۔ موڑ مڑتے ہی صدیقی نے اسٹیئرنگ تیزی سے دائیں جانب موڑ دیا ایسا کرتے ہی کار کے ٹائر ایک بار پھر چرچرائے اور اس کے ساتھ ہی دائیں طرف کے اٹھے ہوئے ٹائر ایک بار پھر زمین سے لگ گئے۔ جیسے ہی کار کے ٹائر سڑک سے لگے کار کو ایک بار پھر جھٹکا لگا اور کار سڑک پر بری طرح سے ڈگمگا گئی لیکن صدیقی نے نہایت ماہرانہ انداز میں کار کنٹرول کر لی۔ یہ اس کی مہارت ہی تھی جس کی وجہ سے ڈگمگاتی ہوئی کار سڑک پر سیدھی ہو گئی تھی اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی کار ہوا میں اچھل کر سائیڈ کے بل الٹ جاتی اور سڑک پر دور تک لڑھکتی چلی جاتی۔

کار سیدھی کرتے ہی صدیقی نے ایک بار پھر گیئر بدلا اور کار کا ایکسیلیٹر پیڈل دبا دیا۔ کار جیسے فائٹر طیارے کی رفتار سے سڑک پر

دوڑتی چلی گئی۔ جیسے جیسے ان کی کار ویگن کے نزدیک ہوتی جا رہی تھی ان کے اعصاب تنتے جا رہے تھے۔ ویگن والوں نے جس طرح سے اچانک سڑک پر ان کی طرف فائر بم پھینکا تھا وہ ایسی حرکت دوبارہ بھی کر سکتے تھے۔ اس بار خاور نے پہلے سے ہی مشین پسٹل والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال لیا تھا۔ جبکہ پیچھے بیٹھے ہوئے نعمانی نے دائیں کھڑکی سے مشین پسٹل باہر نکال لیا تھا۔

”جیسے ہی ویگن رینج میں آئے اس کے پچھلے ٹائروں پر فائرنگ کر دو“...... صدیقی نے کہا اور ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ ویگن ابھی ان سے کافی فاصلے پر تھی اچانک انہوں نے ویگن کے پچھلا دروازہ کسی ڈھکن کی طرح اوپر اٹھتے دیکھا تو وہ چونک پڑے۔ ویگن کے پچھلے حصے میں دو افراد کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

جیسے ہی ویگن کا دروازہ اوپر اٹھا ان دونوں مسلح افراد نے ان کی کار کی طرف فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ مسلح افراد کو دیکھتے ہی صدیقی نے سڑک پر کار کو نہایت ماہرانہ انداز میں زگ زیگ انداز میں لہرانا شروع کر دیا۔ انہیں کار کے اوپر اور دائیں بائیں سے گولیاں گزرتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ جیسے ہی ویگن کی طرف سے ان پر فائرنگ کی گئی اسی لمحے خاور نے بھی ویگن کی جانب فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ دوسرے لمحے ماحول تیز فائرنگ کی آوازوں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ صدیقی دونوں مشین گن برداروں

کے ہاتھوں میں موجود مشین گنوں کی پوزیشن دیکھتے ہوئے کار لہرا رہا تھا تاکہ وہ کار کو گولیوں کی زد میں آنے سے بچا سکے۔

خاور نے لہراتی ہوئی کار سے مشین پسٹل والا ہاتھ اوپر کیا اور اس نے سامنے جاتی ہوئی ویگن کی طرف نیم قوس کی شکل میں برسٹ مارا۔ ویگن چونکہ اب ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اس لئے خاور کی مخصوص انداز میں ہونے والی فائرنگ سے کئی گولیاں ویگن کی باڈی اور پچھلے حصے میں کھڑے مشین گن برداروں کو لگیں۔ دوسرے لمحے انہوں نے ویگن میں کھڑے دونوں مشین گن برداروں کو اچھل اچھل کر ویگن سے باہر گرتے دیکھا۔

”گڈ شو“...... صدیقی کے منہ سے نکلا اور اس نے ساتھ ہی تیزی سے کار دائیں طرف لہرا دی کیونکہ جو دو افراد گولیوں کا شکار ہو کر گرے تھے وہ عین سڑک کے درمیان میں پڑے تڑپ رہے تھے اور اگر صدیقی کار نہ لہراتا تو وہ دونوں اس کی کار تلے کچلے جاتے۔ جیسے ہی صدیقی نے کار لہرائی اسی لمحے ویگن کی سائیڈ والی کھڑکی سے مشین گن گرجی اور صدیقی سمیت ان سب نے سر نیچے کر لئے کیونکہ اس بار فائرنگ سیدھی ان کی جانب ہوئی تھی جس سے کار کی ونڈ سکرین چھناکے سے ٹوٹ گئی اور کار کے بونٹ میں بھی کئی سوراخ ہو گئے۔ صدیقی نے سر نیچے کرتے ہی اسٹیئرنگ بائیں جانب گھما دیا۔ کار تیزی سے بائیں جانب موجود درختوں کی طرف بڑھی اس سے پہلے کہ کار کسی درخت سے ٹکراتی صدیقی نے

سر اٹھایا اور اس نے فوراً کار کو متوازن کر لیا اور کار سڑک پر آتے ہی ایک بار پھر ویگن کے پیچھے آ گئی۔

''یہ اس طرح سے نہیں مانیں گے''...... خاور نے غراتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ اٹھا اور اس نے کھڑکی سے پہلے اپنا سر باہر نکالا اور پھر اس کا آدھا دھڑ کھڑکی سے باہر آ گیا دوسرے لمحے اس نے مشین پسٹل دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کا رخ ویگن کے پچھلے ٹائروں کی جانب کر دیا۔ یہ دیکھ کر صدیقی نے کار کی رفتار اور تیز کر دی اور پھر جیسے ہی کار، ویگن کے قریب ہوئی اسی لمحے خاور نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ ہوئی اور ماحول ایک زوردار دھماکے سے گونج اٹھا۔ ایک گولی ویگن کے ٹائر میں لگی تھی جس سے ویگن کا ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ جیسے ہی ویگن کا ٹائر برسٹ ہوا اسی لمحے ویگن دائیں طرف جھک گئی اور سڑک پر بری طرح سے لہرانے لگی۔ ڈرائیور نے ویگن سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن اس بار اس کی کوئی مہارت کام نہ آئی اور ویگن اچانک دائیں طرف الٹتی چلی گئی۔ ویگن چونکہ خاصی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھی اس لئے الٹتے ہی ویگن اچھلی اور پھر سڑک پر قلابازیاں کھاتی چلی گئی یہ دیکھ کر صدیقی نے اپنی کار کی رفتار کم کر لی۔

ویگن الٹتے پلٹتے ہوئے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی اس کے دروازے، فرنٹ اور چھت ٹوٹ کر ہوا میں اچھل رہے تھے۔ قلابازیاں کھانے کے بعد ویگن سڑک پر گھسٹتی ہوئی دائیں طرف

درختوں سے جا ٹکرائی اور رک گئی۔ صدیقی تیزی سے کار ویگن کی طرف لے گیا اور پھر اس نے جیسے ہی بریک لگائے۔ خاور، نعمانی اور چوہان نے دروازے کھولے اور اپنے مشین پسٹل لئے ہوئے تیزی سے کار سے باہر نکل آئے اور تیزی سے الٹی ہوئی ویگن کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

''نعمانی تم دوسری طرف جاؤ۔ میں فرنٹ کی طرف رہتا ہوں اور چوہان تم دائیں طرف رہو''...... خاور نے تیز لہجے میں کہا اور بھاگ کر فوراً ویگن کے فرنٹ کی طرف آ گیا۔ نعمانی درختوں کی دوسری طرف سے ویگن کے دائیں طرف آ گیا جبکہ چوہان بائیں جانب آ گیا تھا ان تینوں نے مشین پسٹل ویگن کی طرف کر رکھے تھے۔ ویگن کے فرنٹ والے حصے میں تین افراد موجود تھے۔ وہ شدید زخمی دکھائی دے رہے تھے۔ شاید ویگن کے الٹنے پلٹنے سے انہیں زبردست چوٹیں آئی تھیں۔ ان میں سے ڈرائیور اور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص تو ساکت تھے جبکہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔

''باہر نکلو جلدی۔ ورنہ گولی مار دوں گا''...... خاور نے اس تڑپتے ہوئے شخص کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ سامنے چونکہ ونڈ سکرین ٹوٹی ہوئی تھی اس لئے وہ تینوں اسے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

''مم مم۔ میری پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ میں باہر نہیں آ

نوجوان کے سر پر لگی ہوئی چوٹ کا جائزہ لیا۔ وہ زخم بھی زیادہ بڑا نہیں تھا۔ خاور نے ہونٹ بھینچتے ہوئے ایک ہاتھ سے نوجوان کی ناک پکڑی اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا جس سے نوجوان کا سانس رک گیا۔

نوجوان کا چند لمحے سانس رکا تو اچانک اس کے جسم کو جھٹکے سے لگنا شروع ہو گئے۔ پہلے اسے ہلکے ہلکے جھٹکے لگ رہے تھے پھر جب اس کا جسم پھڑکنے کو آیا اور اس کی آنکھیں کھلیں تو خاور نے فوراً اس کی ناک اور منہ سے ہاتھ ہٹا لئے۔

نوجوان ہوش میں آ گیا تھا۔ ہوش میں آتے ہی اس کا چہرہ تکلیف کی وجہ سے ایک بار پھر بگڑ گیا اور اس کے منہ سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگیں وہ خاور کی جانب ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ خاور نے فوراً اپنا مشین پسٹل اس کے سر سے لگا دیا۔

”نام کیا ہے تمہارا“...... خاور نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا۔

”ج۔ ج۔ جگن داس۔ میرا نام جگن داس ہے“...... زخمی نوجوان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ سر سے لگا ہوا مشین پسٹل دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

”تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے بلڈنگ میں کس فلیٹ پر حملہ کیا تھا“...... خاور نے اسی انداز میں پوچھا۔

”وہ وہ“...... نوجوان نے ہکلا کر کہا۔

”وہ وہ مت کرو۔ بتاؤ مجھے“...... خاور نے غرا کر کہا۔

”ہمیں فلیٹ نمبر دو سو پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا“۔ نوجوان نے جواب دیا اور خاور کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ فلیٹ نمبر دو سو عمران کا ہی فلیٹ تھا۔

”کس نے بھیجا تھا تمہیں۔ بولو“...... خاور نے درشت لہجے میں کہا۔

”وہ وہ“...... نوجوان نے پھر وہ وہ کرتے ہوئے کہا تو خاور نے مشین پسٹل کے ٹریگر پر دباؤ بڑھا دیا۔

”بولو۔ ورنہ میں تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا“...... خاور نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

”مم مم۔ میں تمہیں بتاتا ہوں لیکن تم وعدہ کرو کہ تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے اور مجھے کسی نزدیکی ہسپتال میں پہنچا دو گے“...... جگن داس نے تکلیف زدہ انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا“...... خاور نے اسی انداز میں کہا۔

”کوشش نہیں۔ وعدہ کرو۔ وعدہ کرو مجھ سے“...... جگن داس نے ہذیانی انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا“...... خاور نے کہا۔

”اور ہسپتال پہنچاؤ گے مجھے“...... جگن داس نے کہا۔

”میں ایمبولینس کے لئے کال کر دوں گا وہ خود ہی تمہیں یہاں

سے اٹھا کر لے جائیں گے۔ یہاں تمہارے ساتھیوں کی لاشیں بھی موجود ہیں ان سب کو بھی یہاں سے اٹھا لیا جائے گا۔ اب بولو“...... خاور نے کہا۔

”ہمیں بلڈنگ پر حملہ کرنے کے لئے بلیک گھوسٹ نے بھیجا تھا“...... جگن داس نے کہا۔

”کون بلیک گھوسٹ“...... خاور نے پوچھا۔

”وہ گھوسٹ کلب کا مالک بھی ہے اور مینجر بھی۔ کلب کی آڑ میں وہ غیر قانونی دھندے بھی کرتا ہے اور اس نے اپنے کاموں کو پورا کرانے کے لئے کئی گروپس بھی بنا رکھے ہیں جو اس کے لئے مختلف کام کرتے ہیں جیسے چوری، ڈکیتی، قتل و غارت اور دنگا فساد کراتا“...... جگن داس نے جواب دیا۔

”تمہارا کس گروپ سے تعلق ہے“...... خاور نے پوچھا۔

”بلیک گروپ۔ میرا بلیک گروپ سے تعلق ہے“...... جگن داس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور تمہارے گروپ کا کام قتل و غارت کرنا ہے“...... خاور نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے درشت لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ ہم صرف ٹارگٹ ہٹ کرنے پر مامور ہیں“...... جگن داس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”فلیٹ نمبر دو سو میں جا کر تم نے کیا کیا تھا“...... خاور نے پوچھا۔

”ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس فلیٹ میں دو افراد رہتے ہیں۔ ایک کا نام عمران اور دوسرا اس کا ملازم ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص وہاں موجود ہے جس کا نام ٹائیگر ہے اور وہ عمران کا شاگرد ہے۔ ملازم سے تو ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن ہمیں عمران اور ٹائیگر کو ہلاک کرنے کا ٹاسک دیا گیا تھا۔

وہ بلڈنگ چونکہ خاصی آباد تھی اور وہاں کافی لوگ بھی موجود تھے اس لئے ہمیں وہاں جا کر فوری حملہ کرنا تھا اور وہاں سے نکل جانا تھا۔ ہم جیسے ہی فلیٹ کے دروازے کی طرف گئے تو اچانک فلیٹ کا دروازہ کھل گیا اور ایک نوجوان اور ایک ملازم ٹائپ آدمی باہر آ گیا انہیں دیکھتے ہی ہم نے ان پر فائرنگ کر دی۔ فائرنگ کی آواز سن کر چونکہ ارد گرد کے فلیٹس کے دروازے کھل سکتے تھے اور وہاں لوگ جمع ہو سکتے تھے اس لئے ہم نے باس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے فلیٹ میں ایم فورٹی بم پھینک دیا اور وہاں سے نکل آئے“...... جگن داس نے کہا اور خاور نے بے اختیار غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔ یہ سن کر اسے شدید دھچکا لگا تھا کہ عمران کے فلیٹ کا دروازہ کھلتے ہی انہوں نے فائرنگ کر دی تھی اور ایک نوجوان کے ساتھ ایک ملازم ٹائپ شخص بھی مارا گیا تھا۔ ملازم ٹائپ شخص سلیمان ہی ہو سکتا تھا اور اگر اس کے کہنے کے مطابق عمران کا شاگرد ٹائیگر، عمران کے فلیٹ میں موجود تھا تو دوسرا وہی ہو سکتا ہے جو شاید عمران سے مل کر واپس جانے کے لئے فلیٹ سے نکل رہا ہو

گا اور ان کی اندھا دھند فائرنگ کی زد میں آ گیا ہو گا۔

"ایم فورٹی بم"...... خاور نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بم کافرستانی ساختہ ہیں جو حال میں ہی پاکیشیا لائے گئے ہیں۔ ان بموں میں ایک مخصوص قسم کی گیس ہوتی ہے جو ایک لمحے میں عمارت کے اندر ہر جگہ پھیل جاتی ہے اور فوراً آگ پکڑ لیتی ہے۔ گیس تیزی سے جلتی ہے جس سے عمارت کے اندر موجود ہر چیز چند لمحوں میں ہی جل کر راکھ بن جاتی ہے۔ تیز اور خطرناک آگ کی وجہ سے کسی کو عمارت سے زندہ باہر آنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ہمیں یقین تھا کہ اس فلیٹ کو تباہ کرنے کے لئے ایک ہی ایم فورٹی کافی ہو گا اور فلیٹ میں جو بھی موجود ہو گا وہ جل کر راکھ بن جائے گا"...... جگن داس نے کہا۔

"ہونہہ۔ یہ ایم فورٹی وہی راڈ نما بم ہے نا جس سے تم نے ہماری گاڑی پر بھی حملہ کیا تھا"...... خاور نے غرا کر کہا۔

"ہاں۔ ہم دو بم ساتھ لائے تھے۔ ایک ہم نے فلیٹ میں پھینک دیا تھا اور دوسرے بم سے ہم نے تمہیں کار سمیت جلانے کی کوشش کی تھی لیکن تم نہایت ماہرانہ انداز میں آگ کے الاؤ سے کار نکال لانے میں کامیاب ہو گئے تھے"...... جگن داس نے کہا۔

"بلیک گھوسٹ نے یہ حملہ کیوں کرایا تھا اس کی عمران یا ٹائیگر سے کیا دشمنی تھی"...... خاور نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ ہم تو بس باس کے حکم کے غلام ہیں وہ ہمیں

جب بھی کوئی ٹاسک دیتا ہے ہم اسے پورا کرنے کے لئے نکل آتے ہیں"...... جگن داس نے کہا تو خاور نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"گھوسٹ کلب ہے کہاں"...... خاور نے چند لمحے توقف کے بعد اس سے پوچھا تو جگن داس نے اسے گھوسٹ کلب کا پتہ بتا دیا جو شہر کے شمالی اور نئے تعمیراتی علاقے میں تھا۔

"کیا بلیک گھوسٹ وہیں ہو گا"...... خاور نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ کلب کے عقب میں ہی اس کی رہائش گاہ ہے وہ جب چاہتا ہے کلب میں آ جاتا ہے اور جب چاہتا ہے اپنی رہائش گاہ میں چلا جاتا ہے"...... جگن داس نے جواب دیا۔ خاور نے اس سے مطلب کے چند اور سوال کئے اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر سڑک کی طرف جانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو"...... جگن داس نے اسے جاتے دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

"تمہارا انتظام کرنے"...... خاور نے زیر لب مسکرا کر کہا اور پھر وہ جگن داس کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے چلتا ہوا سڑک کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"کیا ہوا۔ کیا بتایا ہے اس نے"...... خاور کو دیکھ کر صدیقی نے تیزی سے اس کے نزدیک آ کر پوچھا تو خاور نے اسے ساری بات بتا دی۔ ٹائیگر، سلیمان اور ایم فورٹی سے فلیٹ میں لگنے والی آگ کا

سن کر صدیقی بھی پریشان ہو گیا۔ نعمانی اور چوہان بھی اسے دیکھ کر نزدیک آ گئے تھے۔ انہوں نے بھی ساری بات سن لی تھی جس کی وجہ سے ان کے چہروں پر تشویش کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

''چوہان تم جا کر اس جگن داس کو ہلاک کر دو اس نے نجانے اب تک کتنے بے گناہ لوگوں کا ہلاک کیا ہے ایسے لوگ جو ناحق دوسروں کی جان لیتے ہیں کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں ہوتے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں اسے ہلاک نہیں کروں گا اور اسے اس کے ساتھیوں کی لاشوں کے ساتھ اٹھا لیا جائے گا''۔ خاور نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا تو چوہان مشین پسٹل لوڈ کر کے درختوں کی جانب بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کے ساتھ ایک ہلکی سی چیخ سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ چند ہی لمحوں میں وہ واپس آ گیا۔

''اب کیا کرنا ہے''...... خاور نے صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پہلے ہمیں مس جولیا یا صفدر سے بات کر کے عمران صاحب، ٹائیگر اور سلیمان کے بارے میں پوچھ لینا چاہئے۔ ان تینوں کے لئے میں شدید بے چینی محسوس کر رہا ہوں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہمارا بھی یہی حال ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''تو پھر تم مس جولیا کو کال کرو اور انہیں ساری صورتحال سے بھی آگاہ کر دو''...... خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا

کر جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور جولیا کے نمبر پریس کرنے لگا۔ نمبر پریس کر کے اس نے کالنگ بٹن پریس کیا اور جیسے ہی دوسری طرف بیل بجنے کی آواز سنائی دی اس نے سیل فون کان سے لگانے کی بجائے اس کا لاؤڈر آن کر دیا۔

چند لمحے بیل بجتی رہی پھر دوسری طرف سے جولیا نے اس کی کال رسیو کر لی۔

''یس''...... جولیا کی پریشانی سے بھرپور آواز سنائی دی اور اس کی پریشان زدہ آواز سن کر وہ اور زیادہ سنجیدہ ہو گئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... صدیقی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کا دل بری طرح سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا جیسے وہ کوئی بھی بری خبر سننے کے لئے تیار نہ ہو۔

''بولو۔ کیا ہوا ہے ان حملہ آوروں کا''...... جولیا نے اسی سنجیدگی سے پوچھا۔ سیل فون سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے جولیا نہایت تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہی ہو۔ صدیقی نے اپنے ساتھ پیش آنے والے تمام واقعات سے جولیا کو آگاہ کر دیا۔

''ہونہہ۔ تو اس کے پیچھے گھوسٹ کلب کے بلیک گھوسٹ کا ہاتھ ہے''...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ لیکن اس نے یہ سب کیوں کرایا ہے اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ میں نے آپ کو اسی لئے کال کی ہے کہ ایک تو میں عمران صاحب، ٹائیگر اور سلیمان کے بارے میں

پوچھ سکوں کہ وہ کس حال میں ہیں اور دوسرا یہ کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوسٹ کلب میں جا کر بلیک گھوسٹ سے پوچھ گچھ کریں کہ اس کی عمران صاحب اور ٹائیگر سے کیا دشمنی تھی''...... صدیقی نے پوچھا۔

''عمران، ٹائیگر اور سلیمان ابھی زندہ ہیں۔ ٹائیگر اور سلیمان کو گولیاں لگی تھیں۔ ان دونوں کو کیپٹن شکیل اور صفدر فاروقی ہسپتال لے گئے ہیں۔ عمران چونکہ فلیٹ میں تھا وہ گولیوں کا شکار تو نہیں ہوا تھا لیکن تمہارے کہنے کے مطابق فلیٹ میں جو ایم فورٹی بم پھینکا گیا تھا اس بم نے واقعی عمران کے فلیٹ میں خوفناک آگ لگا دی تھی۔ عمران شاید اندر بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ خطرے میں تھا اور جس طرح سے اس کا فلیٹ جل رہا تھا اس کا زندہ بچنا ناممکن تھا لیکن تنویر شدید آگ ہونے کے باوجود عمران کے فلیٹ میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی اور وہ آگ کے شعلوں سے گزرتا ہوا عمران تک پہنچ گیا تھا۔ اس کا اپنا جسم بری طرح سے جھلس گیا ہے اور اس کی حالت انتہائی مخدوش ہے لیکن وہ کسی نہ کسی طرح عمران کو فلیٹ سے زندہ نکال لایا تھا۔ دونوں بے ہوش ہیں۔ میں انہیں فاروقی ہسپتال لے جا رہی ہوں''...... دوسری طرف سے جولیا نے جواب دیا اور یہ سن کر وہ چاروں حیران رہ گئے کہ عمران کی جان بچانے کے لئے تنویر آگ میں کود گیا تھا اور عمران کو بچانے کے لئے اس نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی

تھی۔

''ہمارے لئے کیا حکم ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''تم چاروں جاؤ اور دیکھو بلیک گھوسٹ کیا کہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی محض مہرہ ہی ہو اور کسی اور نے ہی عمران اور ٹائیگر پر حملہ کرنے کے لئے اس سے کہا ہو کیونکہ بلیک گھوسٹ جیسے لوگ عمران اور ٹائیگر جیسے انسانوں پر اس طرح اپنی مرضی سے حملہ نہیں کر سکتے اور پھر ٹائیگر کا تعلق تو انڈر ورلڈ سے ہے شاید بلیک گھوسٹ کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس نے کس عمران اور کس ٹائیگر پر حملہ کرایا تھا''۔ جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے''...... صدیقی نے جواب دیا۔

''بلیک گھوسٹ اور کچھ بتائے یا نہ بتائے لیکن وہ یہ ضرور بتا سکتا ہے کہ اس کام کے لئے اسے کس نے کہا تھا اور اس کا تعلق کس قبیل سے ہے''...... جولیا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم چاروں ابھی گھوسٹ کلب کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں اس سے پہلے کہ اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا سن کر بلیک گھوسٹ کہیں روپوش ہو جائے ہم اس کے کلب میں پہنچ کر اسے فوراً گردن سے دبوچ لیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تب تک میں عمران اور تنویر کو ہسپتال پہنچا دوں گی۔ اگر تمہیں میری ضرورت محسوس ہو تو مجھے کال کر لینا''...... جولیا نے کہا۔

"اوکے"...... صدیقی نے کہا اور جولیا نے رابطہ ختم کر دیا۔

"تنویر نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جس طرح سے عمران صاحب کی جان بچائی ہے وہ واقعی قابل تحسین ہے۔ عمران صاحب کو تو اس نے جلنے سے بچا لیا ہے لیکن وہ خود بری طرح سے جھلسا ہوا ہے۔ اللہ اسے اور سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے"...... چوہان نے کہا۔

"آمین"...... ان سب نے ایک ساتھ کہا اور پھر وہ واپس اپنی گاڑی کی طرف چل پڑے۔ انہیں جس بلیک گھوسٹ کی ٹپ ملی تھی اب وہ اس پر کام کرنا چاہتے تھے اور اس سے پوچھنا چاہتے تھے کہ اس نے عمران اور ٹائیگر پر کیوں حملہ کرایا ہے یا اس کام کے لئے اسے کس نے ہائر کیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ چاروں کار میں بیٹھے شہر کے شمال میں موجود گھوسٹ کلب کی جانب اُڑے چلے جا رہے تھے۔ شہر کی طرف جاتے ہوئے ان سب کے دل عمران، ٹائیگر، سلیمان اور تنویر کی صحت یابی کے لئے دعا گو تھے۔

پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کیپٹن فہیم شہزاد کا رنگ ہلدی کی مانند زرد ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے سے دکھائی دے رہے تھے جیسے وہ نشے کی حالت میں ہو۔

وہ کرسی پر مدہوشی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے سامنے بیٹھے راما نند کی جانب دیکھے چلا جا رہا تھا جو اس کے سامنے سیٹھ الیاس بن کر آیا تھا۔ فہیم شہزاد نے اپنی فیملی یرغمال اور خطرے میں ہونے کے باوجود راما نند سے ڈیل کرنے سے انکار کر دیا تھا اس نے کہا تھا کہ وہ ہر صورت میں پاکیشیا اور پاکیشیائی عوام کے لئے کھیلے گا اور وہ اس وقت تک میدان میں جما رہے گا جب تک کہ وہ اپنی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کر دیتا۔ باؤلنگ، فیلڈنگ اور بیٹنگ میں ہر ممکن طریقے سے نمایاں اور عمدہ پرفارمنس پیش کرے گا۔ اس کی باتیں سن کر راما نند

کوفہیم شہزاد پر شدید غصہ آ گیا تھا اس نے غصے میں آ کر فہیم شہزاد
کے باپ ڈاکٹر شہزاد کو اسی وقت گولیاں مار دی تھیں۔ اپنے باپ کو
اس طرح بے موت مرتے دیکھ کر فہیم شہزاد ساکت رہ گیا تھا۔ وہ
بہت چیخا چلایا تھا۔ لیکن اسے راما نند اور اس کے ساتھیوں نے
ڈاکٹر شہزاد کی لاش کے پاس تک نہیں جانے دیا تھا جس سے لپٹ
کر وہ رو سکتا۔ راما نند کے ساتھی ڈاکٹر شہزاد کی لاش کھول کر لے
گئے تھے۔ انہوں نے ان کی لاش کے ساتھ کیا کیا تھا اس کے
بارے میں فہیم شہزاد کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اپنے باپ کی ناگہانی
موت نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اور جب اس کی فیملی سے اس کے
بھائی کو اسی طرح باندھ کر وہاں لایا گیا تو فہیم شہزاد کو اپنی دنیا ہی
اندھیر ہوتی دکھائی دی۔ اس سے پہلے کہ فہیم شہزاد کے مضبوط
ارادے ٹوٹ جاتے اور وہ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لئے راما
نند کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا اسی وقت راما نند کو اس کے باس
راگھو دادا کو فون موصول ہوا۔ راگھو دادا کے پوچھنے پر جب راما نند
نے اس ساری صورتحال کے بارے میں بتایا تو راگھو دادا نے راما
نند کو ہدایات دیں کہ وہ فہیم شہزاد سے کوئی بارگیننگ نہ کرے اور
اسے سپیشل ڈوز دے دے تاکہ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر ان کی
گرفت میں آ جائے۔ چونکہ راگھو دادا کا حکم تھا اس لئے راما نند نے
اس کے حکم پر عمل کیا تھا اور اس نے فہیم شہزاد سے مزید کوئی بات
کیے بغیر اسے ایک انجکشن لگا دیا تھا اس انجکشن کے لگنے کے بعد فہیم

شہزاد کو اندر سے اپنا جسم ٹوٹتا پھوٹتا سا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا
اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے شراب کی کئی بوتلیں
چڑھا لی ہوں اور وہ مکمل طور پر نشے میں ڈوب چکا ہو۔ اس کا دماغ
اور اس کے اعصاب اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

راما نند اسے ہر گھنٹے کے بعد ایک انجکشن لگا دیتا تھا تاکہ فہیم
شہزاد سپیشل ڈوز نامی مخصوص نشے کا عادی بن جائے اور جب تک
اسے انجکشن نہ لگا دیا جائے اس وقت تک فہیم شہزاد نہ تو جسمانی لحاظ
سے تندرست رہے اور نہ ہی اس کا ذہن اس کا ساتھ دے۔

سپیشل ڈوز ایک مخصوص نشے کا نام تھا جو اگر کسی بھی انسان کو ہر
دو تین گھنٹوں کے بعد لگایا جاتا تو اگلے چند گھنٹوں میں اس انسان
کا جسم اور دماغ اس نشے کا عادی ہو جاتا تھا اور اگر اسے مسلسل
انجکشن لگائے جاتے رہیں تو اس انسان کا ذہن بھی نارمل ہو جاتا تھا
بلکہ اس کے اعصاب بھی ٹھیک طور پر کام کرتے تھے لیکن اگر مخصوص
وقت تک انجکشن نہ لگایا جاتا تو اس انسان کے جسم میں منفی اثرات
پیدا ہونے شروع ہو جاتے تھے۔ نشہ نہ لینے کی وجہ سے جسمانی
توانائی میں کمی واقع ہو جاتی تھی۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی آ
جاتی تھی اور دماغ میں شدید ہلچل سی ہونا شروع ہو جاتی تھی اور
ایسی حالت میں جب وہ انسان ایک بار گر جاتا تو دوبارہ اٹھنے کے
قابل نہیں رہتا تھا۔

راما نند کو چونکہ معلوم تھا کہ اگلے دن فائنل میچ ہے اس لئے وہ

جلد سے جلد فہیم شہزاد کو سپیشل ڈوز کا عادی بنانا چاہتا تھا اسی لئے وہ دو گھنٹوں کے وقفے کی بجائے فہیم شہزاد کو ہر ایک گھنٹے کے بعد انجکشن لگا رہا تھا۔ مسلسل ڈوز دے کر وہ فہیم شہزاد کو اس پوزیشن میں لانا چاہتا تھا کہ آگے چل کر فہیم شہزاد پر اس نشے کا اثر ذہنی اور جسمانی طور پر دو سے تین گھنٹوں تک برقرار رہ سکے۔ اس ڈوز سے دو سے تین گھنٹے تک ہی فہیم شہزاد نارمل حالت میں رہ سکتا تھا اور جب وہ میدان میں جاتا تو اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں ہے اور اس میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ کھیل میں مسلسل حصہ لے سکے۔ جب دو سے تین گھنٹے گزر جاتے تو فہیم شہزاد کو سپیشل ڈوز کی دوبارہ ضرورت پڑتی اور جب تک اسے انجکشن نہ لگایا جاتا اس کی حالت نہیں سنبھل سکتی تھی جس کی وجہ سے وہ یا تو جلد آؤٹ ہو جاتا یا پھر میدان میں گر جاتا اور دوبارہ کھیلنے کی اس میں ہمت ہی پیدا نہ ہوتی اور اسے جلد ہی میدان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑ جاتا۔

شروع شروع میں فہیم شہزاد پر شدید نشے کی کیفیت سی طاری رہتی تھی لیکن جب اسے مسلسل انجکشن لگائے جاتے رہے تو اس نے آہستہ آہستہ خود کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا۔ اس کا رنگ ہلدی کی مانند زرد ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں جیسے وہ شدید بیمار ہو لیکن مسلسل ڈوز ملنے کی وجہ سے اب اس کے چہرے کی زردی کافی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی اور اس میں سوجھ بوجھ کی

بھی علامتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

''تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا تم مجھے اس نشے کا عادی کر کے فائنل میچ سے دور کر لو گے۔ اگر ایسا ہو بھی گیا تو یہ مت بھولو کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم میں کھلاڑی صرف میں ہی نہیں ہوں۔ پاکیشیا میں اور بھی ایسے کئی کھلاڑی موجود ہیں جو اس فائنل میچ میں تو حصہ نہیں لے رہے لیکن اگر پی سی بی نے یہ نوٹ کر لیا کہ میں نشے کا عادی ہوں یا مجھ میں کھیل میں حصہ لینے کی سکت نہیں ہے تو وہ فوراً میری جگہ کسی اور کھلاڑی کو اپوائنٹ کر لیں گے۔ تم میری جو حالت بنا رہے ہو یہ حالت کسی سے زیادہ دیر تک چھپ نہیں سکے گی''...... فہیم شہزاد نے راما نند کی جانب دیکھتے ہوئے بڑے نفرت بھرے لہجے میں کہا اس کی بات سن کر راما نند بے اختیار ہنس پڑا۔

''ہم اتنے بھی احمق نہیں ہیں کپتان صاحب۔ جتنا تم سمجھ رہے ہو''...... راما نند کے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب''...... فہیم شہزاد نے حیران ہو کر پوچھا۔

''مطلب یہ کہ میں جو سپیشل ڈوز تمہیں دے رہا ہوں یہ عام نشوں سے الگ اور انتہائی منفرد نشہ ہے جس میں کوئی بھی انسان صرف ایک ہی ڈوز لینے سے اس کا عادی بن جاتا ہے۔ شروع شروع میں تو اس نشے سے دقت ہوتی ہے۔ یہ نشہ وقتی طور پر تمام جسمانی نظام مفلوج کر دیتا ہے۔ خون زرد کر دیتا ہے اور کسی بھی انسان کو ہوش میں نہیں رہنے دیتا لیکن جوں جوں انسانی جسم اور

دماغ اس نشے کا عادی ہونا شروع ہو جاتا ہے تو اس کا نہ صرف
جسمانی نظام درست ہو جاتا ہے بلکہ اس کا دماغ بھی پہلے جیسا ہو
جاتا ہے جیسا نارمل حالت میں ہوتا ہے۔ انسانی جسم کا تمام نظام
نارمل کرنے کے لئے مسلسل اس نشے کے انجکشن لگائے جاتے ہیں
اور جیسے جیسے انجکشن لگتے جاتے ہیں انسانی جسم میں پیدا ہونے والا
افشار کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایک مخصوص پوزیشن پر آ کر
ظاہری طور پر انسان کو ایک بار پھر نارمل کر دیتا ہے۔ اور وہ ظاہری
طور پر بالکل اسی طرح نارمل نظر آتا ہے جس طرح وہ نشہ کی عادت
سے پہلے ہوتا ہے۔ اس کا جسمانی نظام اور دماغ پہلے کی طرح کام
کرتا ہے اور یہ نارمل ہونے والا جسم اور دماغ دو سے تین گھنٹے تک
برقرار رہتا ہے جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ انسان کسی نشے کا
عادی ہے۔

اگر ان دو گھنٹوں میں پھر سپیشل ڈوز کا انجکشن لگا دیا جائے تو
نارمل ہونے کا دورانیہ بڑھ جاتا ہے اور اگر مخصوص وقت میں انجکشن
نہ لگایا جائے تو پھر انسانی جسم نہ صرف لاغر ہونا شروع ہو جاتا ہے
بلکہ تمام حسوں کے ساتھ ساتھ انسانی دماغ بھی کام کرنا چھوڑ دیتا
ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر سمجھنا چاہو تو تم اس وقت تک نارمل رہ
سکتے ہو جب تم باقاعدگی سے یہ انجکشن لینا شروع کر دو۔ جیسے ہی تم
نے انجکشن لینا چھوڑ دیا تمہاری حالت ایسی ہی ہو جائے گی جیسے
اب سے چند گھنٹوں پہلے تھی۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات''...... راما

نند نے شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
''تم کہنا چاہتے ہو کہ اگر میں مسلسل انجکشن لگواتا رہوں تو میں
پہلے جیسا نارمل ہو جاؤں گا''...... فہیم شہزاد نے کہا۔
''ہاں بالکل۔ نہ تمہارے جسمانی نظام میں کوئی فرق نظر آئے گا
اور نہ ہی تمہیں سوچنے سمجھنے میں کوئی مسئلہ ہوگا لیکن تین گھنٹوں کے
بعد بھی تم نے سپیشل ڈوز نہ لیا تو پھر اس کا نیگیٹو اثر ہونا شروع ہو
جائے گا۔ یہ نیگیٹو عمل بھی فوراً نہیں ہوگا اس عمل کے پورا ہونے
میں پندرہ سے بیس منٹ لگتے ہیں۔ پہلے تمہاری آنکھوں کے
سامنے دھند آئے گی۔ پھر تمہیں اپنے کانوں میں شائیں شائیں
ہوتی ہوئی محسوس ہوگی۔ اس کے بعد تمہیں اپنے جسم سے جان نکلتی
ہوئی محسوس ہو گی اور پھر تمہارے دماغ میں اندھیرا بھرنا شروع ہو
جائے گا اور تم وہیں گر جاؤ گے اور اس وقت تک نہیں اٹھ سکو گے
جب تک کہ تم سپیشل ڈوز نہ لے لو''...... راما نند نے اسی انداز میں
کہا اور فہیم شہزاد کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔
''کیا تم نے مجھے ہمیشہ کے لئے اس نشے کا عادی بنا دیا
ہے''...... فہیم شہزاد نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔
''اگر ہم چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ تم اس وقت تک زندہ
رہ سکتے ہو جب تک سپیشل ڈوز لیتے رہو لیکن ہم ایسا نہیں کریں
گے۔ سپیشل ڈوز کا پوری دنیا میں ہمارے سوا کسی کے پاس کوئی
اسٹاک نہیں ہے اور ہم چونکہ یہاں مسلسل رہنے کے لئے نہیں آئے

ہیں اس لئے ہم اپنا کام پورا ہونے کے بعد تمہیں اس نشے کا اینٹی لگا دیں گے تاکہ بعد میں تمہیں اس نشے کی ضرورت نہ رہے''۔ راما نند نے کہا۔

''اینٹی۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارے پاس اس نشے کا اینٹی بھی موجود ہے''...... فہیم شہزاد نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ ہم نے اس نشے کا ایک اینٹی بھی بنا لیا ہے تاکہ اپنا کام ختم کرنے کے بعد ہم اس شخص کو ہمیشہ کے لئے اس نشے سے آزادی دلا دیں''...... راما نند نے کہا۔

''اس نشے سے تم مجھ سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو''...... فہیم شہزاد نے پوچھا۔

''ہم تمہیں نارمل حالت میں میدان میں اتاریں گے کپتان صاحب۔ تم پاور پلے پر جب میدان میں اترو گے تو تمہیں ہم ایک سے دو گھنٹے تک کھل کر کھیلنے دیں گے۔ تم اس دو گھنٹوں تک اپنی جتنی بھی بہترین پرفارمنس دکھا سکتے ہو دکھا لینا اس کے بعد جب تم کھیلنے کے قابل ہی نہیں رہو گے تو کھیل کا نتیجہ وہی ہو جائے گا جیسا ہم چاہتے ہیں''...... راما نند نے کہا۔

''یعنی ہر صورت میں کافرستان کی جیت''...... فہیم شہزاد نے غرا کر کہا۔

''ہاں اور یہ جیت یقینی ہے''...... راما نند نے کہا۔

''میں نے اگر تمہارے اس گھناؤنے فعل کے بارے میں کسی

اور کو بتا دیا تو''...... فہیم شہزاد نے اسے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تمہارے خاندان کے ہر فرد کا وہی حال ہو گا جو تمہارے باپ کا ہوا تھا''...... راما نند نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو فہیم شہزاد نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''یہ سب کر کے تم مجھ پر میری فیملی پر اور پاکیشیا پر بہت بڑا ظلم کر رہے ہو۔ زبردستی کی جیت حاصل کرنا بہادری نہیں بزدلی ہے۔ بہت بڑی بزدلی''...... فہیم شہزاد نے کہا۔

''محبت اور جنگ میں سب جائز ہے کپتان صاحب۔ سب کچھ''...... راما نند نے قہقہہ لگا کر کہا اور فہیم شہزاد غرا کر رہ گیا۔ اس کے ذہن میں ایک طوفان سا اٹھنا شروع ہو گیا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اٹھے اور راما نند کے ساتھ اس کے تمام ساتھیوں کو اسی طرح سے ہلاک کر دے جس طرح راما نند کے ساتھی نے اس کے باپ کو ہلاک کیا تھا لیکن فہیم شہزاد کا تعلق جس گھرانے سے تھا وہ لڑائی جھگڑوں سے دور رہنے والی فیملی تھی۔ ان میں سے کسی نے کبھی ایک چڑیا تک نہیں ماری تھی پھر بھلا وہ ان سب کو کیسے ہلاک کر سکتا تھا۔ راما نند نے اسے بتایا تھا کہ اس کے دوسرے ساتھیوں نے ٹیم کے مینجمنٹ کے کئی افراد اور کھلاڑیوں کو خرید لیا تھا اور جنہوں نے ان کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تھا انہوں نے ان سب کو بھی سپیشل ڈوز دے کر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

دوسرے لفظوں میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم اس وقت مکمل طور پر کافرستانی ایجنٹوں کے قبضے میں تھی جو ان کے اشاروں پر ناچنے والی تھی اور فہیم شہزاد اپنی ٹیم کے ساتھ کافرستان کے ہاتھوں پاکیشیا کو ہارتا ہوا محسوس کر رہا تھا اور اس کے دماغ کے پردے پر کافرستانی ٹیم فتح کا جھنڈا اٹھائے پاکیشیا کے اسٹیڈیم کے چکر لگا کر نہ صرف ان سب کے بلکہ پاکیشیا کے عوام کے دلوں پر بھی بم گرا رہے ہوں۔ یہ سب اب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا وہ کچھ کرنا بھی چاہے تو اب نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا اور اس کی ٹیم کے ساتھیوں کا جو حال تھا اس سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی شکست یقینی تھی۔ قطعی یقینی۔

جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل انتہائی پریشانی کے عالم میں فاروقی ہسپتال کے آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے تھے۔ ان تینوں کے چہرے ستے ہوئے تھے۔

آپریشن تھیٹر میں اس وقت ڈاکٹر فاروقی سمیت ڈاکٹروں کی پوری ٹیم موجود تھی جو عمران، ٹائیگر، سلیمان اور تنویر کا آپریشن کرنے میں مصروف تھی۔ ڈاکٹر فاروقی اور ان کی ٹیم کے ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق ان چاروں کی حالت انتہائی خراب تھی۔

ٹائیگر اور سلیمان کو گولیاں لگی تھیں جبکہ عمران کے سر پر چوٹ آئی تھی اور اس کا ایک بازو فریکچر ہو گیا تھا اور وہ چونکہ کافی دیر تک آگ میں رہا تھا اس لئے اس کے پھیپھڑوں میں کافی دھواں چلا گیا تھا جو زہریلا ہونے کی وجہ سے اس کے لئے کافی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ یہی حال تنویر کا تھا۔ تنویر کے پھیپھڑوں میں بھی

زہریلا دھواں بھر گیا تھا اور آگ میں رہنے کی وجہ سے وہ بری طرح سے جھلس چکا تھا جس کی وجہ سے اس کی حالت بھی نازک صورت اختیار کر گئی تھی۔

ڈاکٹر فاروقی کے کہنے کے مطابق جب تک ان چاروں کا آپریشن نہ کر لیا جاتا ان کے بارے میں کچھ بھی کہنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ ان چاروں کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر فاروقی جیسے سینئر ڈاکٹر بھی گھبرا گئے تھے۔

صفدر اور کیپٹن شکیل چونکہ ٹائیگر اور سلیمان کو پہلے ہی ہسپتال لے آئے تھے اس لئے ڈاکٹر فاروقی نے فوری طور پر انہیں آپریشن تھیٹر میں بھیج دیا تھا اور ان کا آپریشن شروع کر دیا گیا تھا۔ پھر جب جولیا، عمران اور تنویر کو وہاں لے کر آئی تو ان دونوں کی حالت دیکھ کر کیپٹن شکیل اور صفدر گھبرا گئے انہوں نے آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر فاروقی کو ایمرجنسی کال کر کے باہر بلا لیا اور جب ڈاکٹر فاروقی آپریشن تھیٹر سے باہر آئے اور انہوں نے عمران اور تنویر کی حالت دیکھی تو وہ ایک لمحے کے لئے سکتے میں آ گئے پھر وارڈ بوائز کے ساتھ وہ خود تنویر اور عمران کے اسٹریچرز دھکیلتے ہوئے آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔

ان چاروں کو آپریشن تھیٹر میں دو گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔ آپریشن تھیٹر کے دروازے کے اوپر مسلسل سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا جو اس بات کا غماز تھا کہ ابھی ان چاروں کا آپریشن

جاری ہے اور یہ آپریشن کب ختم ہو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

صفدر، اور کیپٹن شکیل آپریشن تھیٹر کے باہر موجود راہداری میں انتہائی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے ان کے چہرے بجھے بجھے سے تھے اور وہ بار بار سر اٹھا کر آپریشن تھیٹر کے دروازے پر لگے ہوئے ایمرجنسی بلب کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے وہ نہایت بے صبری سے اس بلب کے بجھنے کا انتظار کر رہے ہوں۔

جولیا ان دونوں سے کچھ فاصلے پر راہداری کی ایک دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں اس قدر سرخ ہو رہی تھیں جیسے وہ رونا چاہتی ہو لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو آنے کا نام ہی نہ لے رہے ہوں اور وہی آنسو خون کی سرخی میں چھپ کر اس کی آنکھوں کے رنگ کے تبدیلی کا باعث بن گئے ہوں۔

صفدر اور کیپٹن شکیل کچھ دیر اسی طرح راہداری میں ٹہلتے رہے پھر صفدر نے جولیا کی جانب دیکھا تو جولیا کی حالت دیکھ کر اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ جولیا جس طرح سے گم سم سی کھڑی تھی اسے دیکھ کر صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کس ذہنی کشمکش سے گزر رہی ہے اور اس کے دل و دماغ میں کس قدر ہلچل ہو سکتی ہے۔ صفدر چند لمحے جولیا کی جانب دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا جولیا کی جانب بڑھنے لگا۔

"آپ ٹھیک ہیں مس جولیا"...... صفدر نے نہایت آہستگی سے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا لیکن جولیا نے جیسے اس کی آواز سنی ہی نہ ہو وہ یک ٹک سامنے والی دیوار کی جانب دیکھے چلی جا رہی تھی۔

"مس جولیا"...... صفدر نے اسے ایک بار پھر پکارا لیکن جولیا کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کے دماغ میں آندھیوں اور طوفانوں کا بھیانک شور گونج رہا تھا جس میں اسے بھلا صفدر کی آواز کیسے سنائی دے سکتی تھی۔

"مس جولیا۔ کیا ہوا ہے آپ کو"...... اس بار صفدر نے پریشان ہو کر جولیا کا کاندھا پکڑ کر اسے جھنجھوڑنے والے انداز میں کہا تو جولیا یوں چونک پڑی جیسے وہ انتہائی گہری نیند سو رہی ہو اور اسے بری طرح سے جھنجھوڑ کر جگا دیا گیا ہو۔

"کک۔ کک۔ کیا"...... جولیا کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے وہ کسی اندھے کنویں میں سے بول رہی ہو۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا"...... صفدر نے اس کی جانب ہمدردی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔ وہ۔ وہ عمران اور تنویر۔ کیا ہوا ہے ان کا۔ وہ زندہ تو ہیں نا"...... جولیا نے اچانک لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ جاگتی ہوئی آنکھوں سے کوئی بھیانک خواب دیکھتی رہی ہو۔

"ہاں ہاں۔ وہ زندہ ہیں۔ کچھ نہیں ہوگا انہیں۔ ان کے لئے

آپ اپنے دل سے ہر برا خیال نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے گا وہ ہر صورت میں زندہ بچ جائیں گے۔ ڈاکٹر فاروقی اور ان کی پوری ٹیم عمران صاحب، تنویر، سلیمان اور ٹائیگر کے آپریشن کر رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی تھوڑی دیر میں آپریشن تھیٹر سے باہر آ جائیں گے اور ہمیں خوشخبری دیں گے کہ ان چاروں کی حالت خطرے سے باہر ہے"...... صفدر نے کہا اور یہ سب کہتے ہوئے وہ پھٹ پڑا تھا اس کی آنکھوں میں بھی نمی آ گئی تھی۔

"اور اگر ایسا نہ ہوا تت۔ تت۔ تو"...... جولیا نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"اللہ نہ کرے۔ پلیز مس جولیا آپ ان کے لئے منہ سے کوئی بھی بری بات نہ نکالیں۔ میں نے کہا ہے نا کہ کچھ بھی نہیں ہوگا انہیں"...... صفدر نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"اگر انہیں کچھ نہیں ہوگا تو پھر تمہاری آنکھیں نم کیوں ہو رہی ہیں"...... جولیا نے اس کی آنکھوں میں آنے والی نمی دیکھتے ہوئے کہا تو صفدر نے فوراً اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرنی شروع کر دی۔

"کچھ نہیں ایسے ہی۔ شاید میری آنکھوں میں گرد چلی گئی ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہسپتال میں اور گرد"...... جولیا نے اس کی جانب دیکھ کر پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا تو صفدر بھی اسی کے انداز میں مسکرا دیا اس کی مسکراہٹ بھی بے جان سی تھی۔

"مس جولیا اس وقت ہمیں اپنے پیارے ساتھیوں کے لئے افسوس اور دکھ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ان کی زندگی اور صحت کی دعا کرنی چاہئے۔ ان کے آپریشن کامیاب ہو جائیں اور وہ ٹھیک ہو جائیں اس کے لئے انہیں ڈاکٹر فاروقی جیسے عظیم مسیحا کی پیشہ ورانہ مہارت اور ہماری دعاؤں کی اشد ضرورت ہے"...... صفدر نے کہا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل تیز تیز چلتا ہوا ان کے نزدیک آ گیا۔ اس کا چہرہ بھی ستا ہوا تھا وہ دونوں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگے۔

"کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب تک تو ڈاکٹر فاروقی کو آپریشن تھیٹر سے باہر آ جانا چاہئے تھا"...... کیپٹن شکیل نے اپنی ریسٹ واچ دیکھ کر پریشانی کے عالم میں کہا۔

"آپریشن تھیٹر میں کسی ایک کا نہیں چار افراد کے آپریشن کئے جا رہے ہیں اور ان کی چاروں کی جو حالت تھی اس کے پیش نظر آپریشن میں ٹائم تو لگنا ہی ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ لیکن پھر بھی"...... کیپٹن شکیل نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیا پھر بھی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم دل میں کوئی وہم نہ لاؤ"...... صفدر نے کہا تو کیپٹن شکیل ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"صدیقی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آوروں کے پیچھے گیا تھا

اس نے آپ سے کوئی رابطہ نہیں کیا ہے کیا"...... صفدر نے چند لمحے توقف کے بعد جولیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آیا تھا اس کا فون جب میں عمران اور تنویر کو ہسپتال لا رہی تھی"...... جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا بتایا تھا اس نے"...... صفدر نے پوچھا۔ کیپٹن شکیل بھی چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا تو جولیا نے انہیں وہ تمام باتیں بتا دیں جو اسے صدیقی نے فون کر کے بتائی تھیں۔

"تو اب وہ چاروں گھوسٹ کلب میں بلیک گھوسٹ کا منہ کھلوانے کے لئے گئے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ہاں"...... جولیا نے اثبات میں سر ہلا کر مبہم سے انداز میں کہا۔

"کیا آپ نے اس سلسلے میں چیف کو کوئی رپورٹ دی ہے"۔ صفدر نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی میری چیف سے کوئی بات نہیں ہوئی ہے"۔ جولیا نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں آپ کو چیف سے بات کر لینی چاہئے تھی۔ انہیں اس ساری صورتحال سے آگاہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ نجانے کیا معاملہ ہے۔ عمران صاحب اور ٹائیگر پر اس طرح خوفناک حملہ کرنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ضرور پھر کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے جس کے بارے میں چیف کو یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو

گا"...... صفدر نے کہا۔

"میں آپریشن تھیٹر کی ایمرجنسی لائٹ آف ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر فاروقی باہر آ جائیں تو پھر میں چیف سے رابطہ کر کے انہیں سب کچھ بتا دوں گی"...... جولیا نے کہا تو صفدر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا وہ جولیا کی کیفیت سمجھ سکتا تھا اس وقت خود اس کا اور کیپٹن شکیل کا بھی حال جولیا سے مختلف نہیں تھا۔ وہ گومگو کی سی کیفیت میں تھے جب تک ڈاکٹر فاروقی آپریشن تھیٹر سے باہر نہ آ جاتے اس وقت تک ان کے دلوں کی دھڑکنیں قابو میں کیسے رہ سکتی تھیں۔ ایک گھنٹہ مزید گزر گیا۔ ہر گزرتا ہوا پل ان کے اعصاب پر بھاری ہوتا جا رہا تھا اور ان کے چہروں کا رنگ بدلتا جا رہا تھا اور ان تینوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"اللہ تعالیٰ ہم پر اور ہمارے ساتھیوں پر رحم کرے۔ اب تو ہمارے لئے یہ وقت گزارنا اور زیادہ مشکل ہوتا جا رہا ہے"۔ کیپٹن شکیل نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ کرم کرے گا۔ جہاں اتنا وقت گزرا ہے وہاں اور بھی گزر جائے گا۔ آنے والے وقت کے لئے دعائے خیر مانگو"...... صفدر نے کیپٹن شکیل کے کاندھے پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا حالانکہ یہ کہتے ہوئے خود اس کا لہجہ بھی لرز رہا تھا۔ اسی لمحے انہوں نے آپریشن تھیٹر کے اوپر لگا ہوا ایمرجنسی ریڈ بلب بجھتے دیکھا تو ان تینوں کو اپنے جسم میں سنسناہٹ سی ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی اور

وہ تینوں ایک دوسرے کی جانب امید و یاس بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ چند لمحوں کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور انہوں نے ڈاکٹر فاروقی کو باہر نکلتے دیکھا۔ ڈاکٹر فاروقی نے گرین ایپرن پہن رکھا تھا اور ان کے سر پر ٹوپی اور چہرے پر مخصوص ماسک تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور ڈاکٹر بھی تھا جس نے ڈاکٹر فاروقی جیسا ایپرن پہن رکھا تھا۔ سر پر ٹوپی اور چہرے پر ماسک بھی لگا رکھا تھا۔ انہیں آپریشن تھیٹر سے نکلتے دیکھ کر کیپٹن شکیل اور صفدر تیزی سے ان کی جانب لپکے جبکہ جولیا نے اپنی کمر دیوار سے لگا لی تھی اور اس نے آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں کے لئے دعائے خیر مانگنی شروع کر دی اس میں اتنا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر ڈاکٹر فاروقی کی بات سن سکے۔

"ڈاکٹر صاحب"...... صفدر نے ڈاکٹر فاروقی کے نزدیک جا کر انتہائی بے چینی کے عالم میں کہا۔ انہیں دیکھ کر ڈاکٹر فاروقی اور دوسرا ڈاکٹر وہیں رک گئے تھے۔ ڈاکٹر فاروقی نے منہ سے نقاب اتارا۔ ان کے ہونٹوں پر آسودہ سی مسکراہٹ تھی۔ دوسرے ڈاکٹر نے چہرے سے نقاب نہیں ہٹایا تھا۔

"اللہ تعالیٰ نے عمران اور اس کے تینوں ساتھیوں پر کرم کر دیا ہے سعید بیٹا۔ میں نے اور میری ٹیم نے ان چاروں کا کامیاب آپریشن کیا ہے اب ان چاروں کی حالت خطرے سے باہر ہے"...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا اور ان کا جواب سن کر صفدر اور کیپٹن

شکیل نے اپنے جسموں میں سکون کی لہریں سی بھرتی ہوئی محسوس ہوئیں اور ان کے مرجھاتے ہوئے چہرے مسرت سے بحال ہوتے چلے گئے۔ دونوں نے ایک ساتھ آنکھیں بند کر لی تھیں اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا شروع کر دیا کہ اس کے کرم سے ان کے ساتھیوں کی جانیں بچ گئی ہیں۔

''ان چاروں کی حالت انتہائی خراب تھی اس لئے مجھے ان چاروں کی خصوصی ٹریٹمنٹ کرنی پڑی تھی۔ میں نے اور میری ٹیم نے ان چاروں کو ایک لمحے کے لئے بھی الگ نہیں چھوڑا تھا۔ ہم اس وقت تک کام کرتے رہے جب تک کہ وہ چاروں سٹے ایبل نہیں ہو گئے اور اب جب ان چاروں کی حالت مکمل طور پر سنبھل گئی تب میں باہر آیا ہوں''...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔ ان کا چہرہ بھی مسرت سے کھلا ہوا تھا جیسے عمران اور اس کے تین ساتھیوں کو بچا کر انہیں بھی دلی سکون مل گیا ہو۔

''یہ آپ کا ہم سب پر احسان ہے ڈاکٹر صاحب جو آپ نے عمران صاحب اور ان کے باقی ساتھیوں کے لئے اتنا سب کچھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان پر خصوصی کرم کیا ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کی کوششیں اور آپ کی مہارت بھی ہمارے لئے مقدم ہیں۔ میں آپ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں''...... صفدر نے آنکھیں کھول کر جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ میں اپنے ہر مریض کو اسی طرح سے ہی ٹریٹ کرتا ہوں جیسا میں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے کیا ہے اور پھر عمران اور اس کے ساتھی تو اس ملک و قوم کے ہیرو ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کو ان کی زندگی منظور تھی کہ وہ زندہ بچ گئے ورنہ ایک بار تو ان چاروں کی حالت دیکھ کر میں اور میری ٹیم کے تمام ڈاکٹرز مایوس ہو گئے تھے۔ اور ہاں عمران بیٹے اور اس کے تینوں ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے مجھ سے زیادہ ڈاکٹر طاہر نے کام کیا ہے۔ انہوں نے ابھی چند گھنٹے پہلے ہمیں جوائن کیا تھا۔ انہوں نے جب عمران اور اس کے ساتھیوں کی تشویشناک حالت دیکھی تو انہوں نے مجھ سے خصوصی درخواست کی کہ یہ میرے ساتھ آپریشن تھیٹر میں ان چاروں کی ٹریٹمنٹ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں چونکہ خصوصی طور پر یہاں بھجوایا گیا تھا اور ان کی سفارش سر سلطان نے کی تھی اس لئے میں انہیں آپریشن تھیٹر میں لے جانے کے لئے راضی ہو گیا تھا اور پھر انہوں نے میرے ساتھ مل کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے جو کام کیا ہے اسے دیکھ کر میں بھی ان کی پیشہ ورانہ مہارت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔ یہ ینگ ڈاکٹر ہیں لیکن ان کی مہارت اور ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں مجھ سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ خاص طور پر انہوں نے عمران کے دماغ کا جو آپریشن کیا ہے اسے دیکھ کر تو میں ان کی پیشہ ورانہ مہارت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔ یہ واقعی انتہائی قابل اور جینئیس سرجن

ہیں۔ تمہیں اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے کا اگر شکریہ ادا کرنا ہے تو ان کا کرو ورنہ میں تو آخری وقت تک مایوسی کا ہی شکار تھا“۔ ڈاکٹر فاروقی نے ساتھ کھڑے ڈاکٹر کا ان سے تعارف کراتے ہوئے ان کے لئے تعریفی کلمات کہتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو ڈاکٹر طاہر صاحب۔ آپ نے ہمارے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ ہمارے لئے قابل ستائش ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ نے ہمارے ان ساتھیوں کی جانیں بچا کر ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ ڈاکٹر فاروقی کے ساتھ ساتھ ہم آپ کے بھی بے حد شکر گزار ہیں۔ تھینک یو ویری مچ“...... صفدر اور کیپٹن شکیل نے ایک ساتھ کہا اور ان دونوں نے نئے ڈاکٹر سے باقاعدہ ہاتھ ملا کر ان کا شکریہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

”یہ تو میرا فرض تھا۔ میں نے تو بس کوشش کی تھی۔ بھلا میں ڈاکٹر فاروقی جیسے ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے میری درخواست قبول کر لی تھی اور اپنے ساتھ کام کرنے کے لئے مجھے بھی ساتھ لے لیا تھا ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا“...... ڈاکٹر طاہر نے دھیمی آواز میں کہا۔

”نہیں ڈاکٹر طاہر۔ آپ میں ماشاء اللہ بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ آپ کی ماہرانہ صلاحیتیں دیکھ کر میں بھی دل سے آپ کا معترف ہو گیا ہوں“...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔

”تھینک یو ڈاکٹر صاحب“...... ڈاکٹر طاہر نے مسکراتی ہوئی

آواز میں کہا۔

”ہمارے دو ساتھیوں کو تو گولیاں لگی تھیں ایک ساتھی جل گیا تھا لیکن عمران صاحب۔ ان کے سر پر تو معمولی سی چوٹ تھی اور ان کا بایاں بازو مڑا ہوا تھا پھر ان کی حالت اس قدر تشویشناک کیوں ہو گئی تھی“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”عمران کے سر پر لگنے والی چوٹ بظاہر چھوٹی تھی لیکن اس کا سر شاید ٹھوس فرش سے ٹکرایا تھا جس کی وجہ سے اس کی کئی دماغی رگیں متاثر ہو گئی تھیں جو اس کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کے پھیپھڑوں میں زہریلا دھواں داخل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس پر طویل بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس کا دایاں بازو بھی فریکچر ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر نے عمران کے سر کا آپریشن کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پھیپھڑوں کو بھی واش کیا ہے اور اس کے فریکچر بازو میں بھی پلیٹس لگا دی ہیں۔ یہ تو حقیقتاً ڈاکٹر طاہر کی مہارت اور ان کی بہترین صلاحیتوں کا کمال ہے کہ عمران کے دماغ کا انہوں نے انتہائی کامیاب آپریشن کیا تھا ورنہ میں تو عمران کے سر پر موجود زخم کو بھی ہاتھ لگانے سے گھبرا رہا تھا۔ اور پھر تم تینوں نے بھی بے حد ہمت اور تیز رفتاری سے کام کیا تھا کہ تم انہیں وقت پر ہسپتال لے آئے تھے اگر انہیں لانے میں تمہیں کچھ اور دیر ہو جاتی تو پھر انہیں بچانے کے لئے شاید ہماری مہارت اور ہمارے تمام تجربات ناکام ہو جاتے۔ لیکن بہرحال اللہ

تعالیٰ کو ابھی ان چاروں کی زندگیاں مقصود تھیں اس لئے وہ چاروں معجزاتی طور پر بچ گئے ہیں جس کی مجھے بے حد خوشی ہے"...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔

"ہم ایک بار پھر خصوصی طور پر آپ کا ڈاکٹر طاہر صاحب کا اور آپ کے باقی تمام ساتھی ڈاکٹروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے واقعی قوم کے ہیروز کو بچانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ قابل ستائش اور قابل احترام ہے"...... صفدر نے کہا تو ڈاکٹر فاروقی کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔

"بس اب تھوڑی دیر کی بات ہے۔ ان چاروں کو آپریشن تھیٹر سے مخصوص وارڈ کے رومز میں شفٹ کر دیا جائے گا تب تم انہیں دیکھ سکتے ہو"...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔

"کیا وہ چاروں ہوش میں ہیں"...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ میں نے تمہیں انہیں دیکھنے کا کہا ہے ان سے بات کرنے کا نہیں کہا۔ ان کے لئے اگلے چار گھنٹوں تک کا ریسٹ بے حد ضروری ہے۔ انہیں سلیپنگ انجکشن لگا دیئے گئے ہیں۔ اگلے چار گھنٹوں تک وہ پوری طرح سے نارمل ہو جائیں گے"...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا تو ان دونوں نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیئے۔ وہ کچھ دیر ڈاکٹر فاروقی سے باتیں کرتے رہے اور پھر ڈاکٹر فاروقی، ڈاکٹر طاہر کے ساتھ اپنے مخصوص آفس کی جانب بڑھ گئے۔ کیپٹن شکیل اور صفدر کے چہروں پر آسودگی ہی

آسودگی تھی وہ بے حد خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چاروں ساتھیوں کو نئی زندگیاں دے دی تھیں۔ انہوں نے جولیا کی جانب دیکھا تو وہ اسی طرح سے دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے ہونٹ مسلسل ہل رہے تھے جیسے وہ مسلسل قرآنی آیات کا ورد کر رہی ہو۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب جولیا کا والہانہ پن دیکھا تو مسکرا دیئے اور پھر وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے جولیا کی جانب بڑھے۔

"بس کریں مس جولیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر خصوصی کرم کر دیا ہے۔ عمران صاحب، تنویر، ٹائیگر اور سلیمان کا سب آپریشن ہو گیا ہے۔ ان کی زندگیاں اب خطرے سے باہر ہیں۔ آپ کی دعاؤں نے ان چاروں کو بچا لیا ہے"...... صفدر نے آگے بڑھ کر جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور جولیا نے دھیمے سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ صفدر کی بات سن کر اس کے چہرے کے عضلات پھڑپھڑانا شروع ہو گئے۔

"کک۔ کک۔ کیا۔ کیا کہا تم نے"...... جولیا کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

"عمران صاحب، تنویر، ٹائیگر اور سلیمان زندہ ہیں مس جولیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی کرم کیا اور ڈاکٹر فاروقی اور ان کے ساتھی ڈاکٹروں نے ان سب کی جانیں بچا لی ہیں اب وہ چاروں سٹے ایبل ہیں"...... کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کی بات سن کر جولیا

کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح سے کھلتا چلا گیا اور اس کی آنکھوں کی چمک جو معدوم نظر آ رہی تھی یکلخت یوں چمک اٹھیں جیسے ان میں اچانک سرچ لائٹیں سی روشن ہو گئی ہوں۔

''تت۔ تت۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی ڈاکٹر فاروقی نے تم سے یہی کہا ہے کہ عمران اور تنویر زندہ بچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت کے منہ میں جانے سے بچا لیا ہے''...... جولیا نے مسرت سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔ ہمارے چاروں ساتھی ٹھیک ہیں اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہو گا''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا کے صبر کا پیمانہ جیسے لبریز ہو گیا اس نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے اور وہیں گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ گئی اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے لگی جس نے واقعی عمران جیسے مہربان اور تنویر جیسے مخلص انسان کی زندگیاں بچا لی تھیں۔ جولیا کے جذبات دیکھ کر صفدر اور کیپٹن شکیل کی آنکھیں ایک بار پھر پرنم ہو گئیں۔ پھر انہوں نے مل کر جولیا کو اٹھا کر کھڑا کر دیا جس کا جسم بدستور شدت جذبات سے لرز رہا تھا۔

''کہاں ہیں وہ چاروں۔ کیا انہیں ہوش آ گیا ہے''...... جولیا نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''بس تھوڑی دیر کی بات ہے۔ انہیں آپریشن تھیٹر سے نکال کر مخصوص وارڈز کے رومز میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ ابھی بے ہوش

ہیں اور ڈاکٹر فاروقی صاحب کا کہنا ہے کہ ان چاروں کے لئے ابھی چار گھنٹوں تک کی نیند بے حد ضروری ہے۔ چار گھنٹوں کے بعد جب وہ جاگیں گے تو وہ مکمل طور پر نارمل ہوں گے''...... صفدر نے کہا۔

''اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ چار گھنٹے تو کیا اب اگر انہیں دس گھنٹوں بعد بھی ہوش آئے تو کوئی بات نہیں۔ میرے لئے تو یہی کافی ہے کہ ان چاروں کی جانیں بچ گئی ہیں''...... جولیا نے سکون بھرے لہجے میں کہا۔

''حیرت کی بات ہے۔ چیف کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک نہیں ہزاروں آنکھیں رکھتے ہیں۔ وہ ہونے والے ہر جرم کی بو وقت سے پہلے سونگھ لیتے ہیں لیکن اس بار ایسا کیوں نہیں ہوا ہے۔ عمران صاحب ان کے شاگرد اور ان کے ملازم کے ساتھ اتنا سب کچھ ہو گیا ہے اور تنویر بھی موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا پھر ان سب کے بارے میں اب تک چیف کو کچھ پتہ کیوں نہیں چلا''...... کیپٹن شکیل نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''چیف بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ وہ نجومی یا کوئی جادوگر نہیں ہیں کہ انہیں شہر میں ہونے والے ہر واقعے کی خبر ہو جائے۔ ہم نے دیر کی ہے جب ہم یہاں ان چاروں کو لائے تھے تو ہمیں فوری طور پر چیف کو کال کر کے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر دینا چاہئے تھا''...... صفدر نے کہا۔

"ہاں واقعی۔ ہمیں پہلے ہی چیف کو سب کچھ بتا دینا چاہئے تھا۔ اب اگر میں نے ان سے بات کی تو ہوسکتا ہے کہ دیر سے بتانے پر وہ میری سرزنش کر دیں"...... جولیا نے کہا۔

"جو بھی ہو اب آپ کو فوراً چیف کو کال کر کے انہیں سب کچھ بتا دینا چاہئے"...... صفدر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں واش روم میں جا کر واچ ٹرانسمیٹر سے چیف سے بات کرتی ہوں اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر دیتی ہوں"...... جولیا نے کہا اسی لمحے انہوں نے راہداری میں اس لمبے تڑنگے ڈاکٹر کو آتے دیکھا جو آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر فاروقی کے ساتھ باہر آیا تھا۔ اس کے جسم پر اب ایپرن تو نہیں تھا لیکن اب بھی اس کے سر پر ٹوپی چہرے پر مخصوص ماسک لگا ہوا تھا۔

"مس یہ ہیں وہ ڈاکٹر طاہر صاحب۔ جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے ڈاکٹر فاروقی کا بھرپور ساتھ دیا تھا اور ڈاکٹر فاروقی کا کہنا تھا کہ یہ اگر عمران صاحب کے دماغ کا کامیاب آپریشن نہ کرتے تو عمران صاحب کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا تھا"...... صفدر نے قریب آنے پر ڈاکٹر طاہر کا جولیا کو تعارف کراتے ہوئے کہا تو جولیا کے چہرے پر ڈاکٹر طاہر کے لئے بے پناہ احترام اور تکریم کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

"آپ نے ہمارے ساتھیوں کے لئے جو کچھ بھی کیا ہے میں اس کے لئے آپ کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ آپ کا بہت بہت

شکریہ"...... جولیا نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر طاہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر طاہر ان کی جانب مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"عمران اور اس کے ساتھی میرے لئے بھی اتنے ہی مقدم ہیں جتنے کے تم اور باقی سب۔ میں نے ان کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ میرا فرض تھا۔ اس لئے تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"...... ڈاکٹر طاہر نے کہا اور اس کی آواز سن کر نہ صرف جولیا بلکہ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی بری طرح سے اچھل پڑے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈاکٹر طاہر کی جانب یوں دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے ڈاکٹر طاہر نہیں بلکہ دنیا کی کوئی اور ہی مخلوق کھڑی ہو۔

"چ۔ چ۔ چیف"...... جولیا کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔ ڈاکٹر طاہر کی آواز چیف ایکسٹو کی تھی جو ان پر حیرت کا پہاڑ بن کر گرا تھا۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے سامنے ڈاکٹر طاہر کے روپ میں ایکسٹو اس طرح سے کھڑا ہوسکتا ہے اور جسے وہ لاعلم اور بے خبر انسان کہہ رہے تھے وہی عمران اور ان کے ساتھیوں کا مسیحا بن کر ان کے سامنے آ سکتا ہے۔ چیف ایکسٹو نے تنویر، سلیمان اور ٹائیگر کی جانیں بچانے کے ساتھ ساتھ عمران کے دماغ کا بھی آپریشن کیا تھا اور اس کے کامیاب آپریشن کی وجہ سے ہی عمران کی زندگی بچی تھی۔

''ہاں۔ اگر تم سب سمجھتے ہو کہ میں تم سب سے غافل رہتا ہوں تو یہ بات اپنے دماغوں سے ہمیشہ کے لئے نکال دو۔ مجھے اپنے ساتھیوں کو کب اور کیسے ڈیل کرنا ہے یہ سب میں بخوبی جانتا ہوں''...... ایکسٹو نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''یس۔ یس چیف''...... جولیا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''عمران اور باقی سب کو جب ہوش آ جائے تو مجھے فوراً رپورٹ دینا''۔ ایکسٹو نے کہا اور اس سے پہلے کہ ایکسٹو سے وہ تینوں کچھ پوچھتے وہ مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا اور وہ تینوں اس وقت تک ایکسٹو کو جاتے دیکھتے رہے جب تک وہ راہداری مڑ کر ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ وہ تینوں بدستور ساکت کھڑے تھے اور ان کی حالت ایسی تھی جیسے انہیں ابھی تک اس بات پر یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ ان کا چیف جسے وہ بے خبر اور غافل سمجھ رہے تھے فاروقی ہسپتال میں آ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جان بچانے کا سبب بنے گا اور پھر وہ اچانک ان تینوں کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا۔ ان تینوں کی حالت ایسی تھی جیسے وہ حیرت کی زیادتی سے وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔

شہر کے شمال میں ایک نئی تعمیر ہونے والی جدید کالونی تھی۔ جہاں بلیک گھوسٹ کلب کا مشہور ترین کلب تھا۔ اس کلب میں ہر طبقے کے غنڈے اور بدمعاش ٹائپ افراد آتے تھے۔ اس کلب میں ہر قسم کا غیر قانونی دھندہ ہوتا تھا۔ کلب کے اندر شراب، منشیات اور ڈرگس کا کھلے عام استعمال کیا جاتا تھا اور کلب کا کوئی بھی میز ایسا نہیں ہوتا تھا جہاں بڑی بڑی رقمیں داؤ پر نہ لگائی جا رہی ہوں۔ کلب کے مالک بلیک گھوسٹ نے خصوصی طور پر حکومت سے اس کلب کو چلانے کی اجازت لے رکھی تھی اس کے لئے کچھ اس کے سورسز بھی شامل تھے جن کی ایماء پر وہ دھڑلے سے جرائم کرتا تھا اور پھر وہ ہر ماہ حکومت کو ٹیکس بھی ادا کرتا تھا اس کے علاوہ بلیک گھوسٹ علاقے کے تھانوں میں ہر ہفتے پیشگی رقم بھی بھیج دیا کرتا تھا جس کی وجہ سے کسی بھی تھانے میں اس کلب کے بارے میں

کوئی معلومات نہیں تھی اور نہ ہی کوئی اس کلب کے بارے میں مخبری کر سکتا تھا۔

بلیک گھوسٹ نے پاکیشیا کے دارالحکومت میں گھوسٹ کلب کھول کر اپنی اور کلب کی حفاظت کا تمام تر انتظام کر رکھا تھا۔ اس نے جرائم کی دنیا میں اپنے قدم بڑھانے کے لئے اپنے کئی گروپس بنا رکھے تھے جو اس کے ایک اشارے پر کچھ بھی کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بلیک گھوسٹ نے کئی مخبر بھی پال رکھے تھے جو اینٹی کرپشن، پولیس اور نارکوٹکس ایجنسیوں میں موجود تھے۔ ان اداروں میں اس کے بارے میں اور اس کے کلب کے بارے میں اگر غلطی سے بھی نام لیا جاتا تو مخبر فوراً اس کی خبر بلیک گھوسٹ کو پہنچا دیتے تھے جس کی روک تھام کے لئے بلیک گھوسٹ خود بھی حرکت میں آ جاتا تھا اور ضرورت پڑنے پر اپنے گروپس کو بھی استعمال کرتا تھا۔

کوئی افسر یا کوئی بھی حکومتی ادارہ اس کے خلاف اگر کوئی قدم اٹھاتا تھا تو بلیک گھوسٹ اسے ہر حال میں خریدنے کی کوشش کرتا تھا جنہیں وہ بھاری معاوضے دے کر اپنے حق میں کر لیتا تھا وہ تو سکون اور چین کی زندگیاں گزارتے تھے لیکن جب اس کے سامنے کوئی محب وطن اور ایماندار شخص آ جاتا تھا جو اس کے سامنے جھکنے پر تیار نہیں ہوتا تھا اور نہ بکنے پر تو اس کے لئے بلیک گھوسٹ دوسرے ہتھکنڈے استعمال کرتا تھا پھر یا تو وہ افسر یا سرکاری اہلکار اچانک کسی حادثے کا شکار ہو جاتا تھا یا پھر اس کے رہائش گاہ میں ڈکیت

گھس آتے تھے جو اس اہلکار یا افسر کے ساتھ ساتھ اس کے سارے خاندان کو ختم کر کے اس کی زندگی بھر کی کمائی تک لے اڑتے تھے۔

بلیک گھوسٹ زیادہ تر اپنے خلاف اٹھنے والے افراد کو ذاتی طور پر خریدنے کی کوشش کرتا تھا اور وہ بڑا معصوم اور انتہائی شریف بن کر اپنے خلاف قدم اٹھانے والے شخص کے پاس جاتا تھا ان کے سامنے وہ عیاری اور مکاری سے باتیں کرتا تھا۔ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا تھا، رشوت دینے کے ساتھ ساتھ وہ رونے اور گڑگڑانے سے بھی پرہیز نہیں کرتا تھا اور اس کے باوجود بھی جب اس کی دال نہیں گلتی تھی تب وہ اپنے کریمنل گروپ کو اس افسر یا اس اہلکار کے خلاف جارحانہ اقدام کرنے کا ٹاسک دے دیا تھا جو اس افسر یا سرکاری اہلکار کے خلاف جب کام کرتا تھا تو اگلے دن ان کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں گئے تھے۔

بلیک گھوسٹ وقت کے ساتھ ساتھ اپنی طاقت اور اپنی ساکھ بنانے پر بھی لگا رہتا تھا۔ اس کا کریمنل گروپ دن بدن ترقی کر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے انڈر ورلڈ کی دنیا میں خاصی شہرت مل گئی تھی اور اس کا نام خوف اور دہشت کی علامت سمجھا جانے لگا تھا۔

بلیک گھوسٹ ایک انتہائی سفاک، بے رحم اور نہایت ظالم قسم کا خونی انسان تھا جو بھوت بن کر دوسروں کا خون دیکھ کر خوش ہوتا تھا جو اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ان دوستوں کو

بھی ختم کر دیتا تھا جو اس کے کسی کام کے نہیں رہتے تھے۔ بلیک گھوسٹ کے ظلم کا یہ عالم تھا کہ اس کے حکم پر جب اس کے دشمن کو پکڑ کر اس کے سامنے لایا جاتا تھا تو بلیک گھوسٹ خود اپنے ہاتھوں سے اس پر انتہائی خوفناک تشدد کرتا تھا اور جب اس کا دشمن مرنے کے قریب ہو جاتا تو وہ انتہائی بے رحمی سے اس کی گردن پر چھری پھیر دیتا تھا۔ اس کے حکم پر لاش کے کلہاڑیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے جنہیں شاپر بیگز میں ڈال کر شہر کے مختلف گٹروں میں پھینک دیا جاتا تھا۔ بلیک گھوسٹ کے ظلم و جبر اور اس کی بربریت کی انتہا کی وجہ سے اسے کرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ اور جلاد بھی کہا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ اس جلاد صفت انسان کے نام سے دارالحکومت کے باقی تمام نامور سورما تک لرزہ براندام ہو جاتے تھے اور بلیک گھوسٹ کی ایک آواز پر شہر کا بڑے سے بڑا بدمعاش سر کے بل دوڑتا ہوا اس کے قدموں میں آ گرتا تھا اور اس کے سامنے بھیگی بلی بن جاتا تھا۔

بلیک گھوسٹ کی ایک مخصوص عادت اور بھی تھی وہ جس بدمعاش کو ایک بار پسند کر لیتا تھا وہ اسے ہر صورت میں اپنا غلام بنا لیتا تھا جو بدمعاش اس کی بات مان لیتا بلیک گھوسٹ اسے نہال کر دیتا تھا اور جو بدمعاش اس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیتا تو بلیک گھوسٹ اسے اپنے دشمنوں کے ساتھ ہونے والے دہشتناک مناظر دکھا کر اسے اس قدر ہراساں کر دیتا تھا کہ وہ واقعی دہشت زدہ ہو

کر اس کے قدموں میں گرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

بلیک گھوسٹ نے اپنی اور اپنے کلب کی حفاظت کے لئے بلیک گروپ کو مامور کر رکھا تھا جو ہر وقت مسلح رہ کر اس کے کلب اور اس کی رہائش گاہ کی بھی حفاظت کرتے تھے۔ بلیک گھوسٹ بھی ہر وقت مسلح رہنے کا عادی تھا۔ اس کے پاس ہر وقت مشین پسٹل، اور خنجر موجود رہتے تھے تاکہ وقت پڑنے پر وہ استعمال کر سکے اور خود پر اچانک ہونے والے حملے کا بھرپور جواب دے سکے۔

بلیک گھوسٹ کی رہائش گاہ اس عمارت کے عقب میں تھی جہاں جانے کے لئے بلیک گھوسٹ کو کلب کے بیرونی دروازے سے نہیں جانا پڑتا تھا، اس نے کلب سے اپنی رہائش گاہ تک ایک سرنگ بنا رکھی تھی۔ وہ اسی سرنگ سے اپنی رہائش گاہ جاتا تھا اور اسی سرنگ کے راستے کلب میں آتا تھا۔ وہ کب کلب میں ہوتا تھا اور کب اپنی رہائش گاہ میں اس کے بارے میں سوائے اس کے چند با اعتماد ساتھیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

بلیک گھوسٹ کے چونکہ شہر میں بڑے بڑے دشمن تھے اس لئے اس نے اپنی حفاظت کے خاطر خواہ انتظامات کر رکھے تھے۔ اسے جب بھی کسی ضرورت کے لئے شہر جانا ہوتا تھا وہ خفیہ طور پر ہی اپنی رہائش گاہ سے نکلتا تھا اور خفیہ طور پر ہی واپس اپنی رہائش گاہ میں پہنچ جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوشش کے باوجود اس کے دشمن آج تک اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکے تھے۔

بلیک گھوسٹ اس وقت اپنے جہازی سائز کے دفتر میں موجود تھا۔ اس کے سامنے ساگوان کی بڑی سی میز تھی اور وہ ساگوان کی ہی بنی ہوئی اونچی نشست والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

بلیک گھوسٹ ادھیڑ عمر ضرور تھا لیکن ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود اس کی صحت قابل رشک تھی۔ اس کی جسمانی ساخت ایسی تھی جیسے وہ مسلسل کسرت کرنے کا عادی ہو اور ماہر ترین فائٹر ہو۔ اس کے ہاتھ پاؤں بے حد مضبوط تھے اور اس کا چہرہ ایسا تھا کہ دیکھنے والے پر واقعی اس کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔

بلیک گھوسٹ کرسی پر بیٹھا ایک فائل دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک سائیڈ پر رکھے ہوئے ایک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے سر اٹھا کر فون کی طرف دیکھا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر فائل بند کی اور فون کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔

''یس۔ بلیک گھوسٹ بول رہا ہوں''...... رسیور اٹھا کر اس نے کان سے لگاتے ہوئے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

''بلیک کوبرا بول رہا ہوں''...... دوسری جانب سے ایک پھنکارتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''بولو۔ کس لئے فون کیا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے پھنکارتی ہوئی آواز سن کر اس سے مرعوب ہوئے بغیر اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''میرے کام کا کیا ہوا ہے''...... بلیک کوبرا نے پوچھا۔

''میں نے بلیک گروپ کو تمہارا کام کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ وہ ابھی واپس نہیں آئے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اب تک وہ اپنا کام پورا کر چکے ہوں گے۔ جیسے ہی وہ واپس آتے ہیں میں تمہیں خود کال کر کے بتا دوں گا''...... بلیک گھوسٹ نے اسی انداز میں کہا۔

''میں جانتا ہوں بلیک گھوسٹ۔ تمہارے آدمیوں نے کیا کیا ہے۔ انہوں نے عمران کے فلیٹ پر حملہ ضرور کیا تھا مگر''...... دوسری طرف سے بلیک کوبرا نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''مگر۔ مگر کیا''...... بلیک گھوسٹ نے چونک کر کہا۔

''تمہیں گروپس بنانے اور غنڈے پالنے کا بے حد شوق ہے بلیک گھوسٹ۔ لیکن تمہیں ان پر نظر رکھنے اور انہیں ڈھنگ سے کام کرانے کا کوئی سلیقہ نہیں ہے''...... بلیک کوبرا نے کہا تو بلیک گھوسٹ نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو راگھو۔ تم جانتے ہو کہ میں ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں''...... بلیک گھوسٹ نے غرا کر کہا۔

''عادی نہیں ہو تو خود کو اس کا عادی بناؤ بلیک گھوسٹ۔ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ تم اس ملک میں آ کر جلاد بنے ہو اور میں پیدائشی طور پر جلاد واقع ہوا ہوں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں اگر کسی سے کوئی کام کراؤں اور وہ میرا کام پورا نہ کرے تو میں اس

کا کیا حشر کرتا ہوں''...... بلیک کوبرا نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

''آخر ہوا کیا ہے۔ کیا میرے بلیک گروپ نے تمہارا کام پورا نہیں کیا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''انہوں نے فلیٹ پر جا کر حملہ ضرور کیا تھا۔ وہاں دو افراد کو انہوں نے گولیاں بھی ماری تھیں اور پھر انہوں نے فلیٹ میں ایم فورٹی بم بھی پھینکا تھا جس سے فلیٹ میں آگ لگ گئی تھی''۔ بلیک کوبرا نے کہا۔

''ہونہہ۔ اگر یہ سب کچھ ہوا ہے تو اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے''...... بلیک گھوسٹ نے سرد لہجے میں کہا۔

''پریشان ہونے والی بات ہے بلیک گھوسٹ۔ تمہارے آدمیوں نے فلیٹ پر حملہ کیا تھا مگر وہ یہ تصدیق کئے بغیر ہی وہاں سے فرار ہو گئے تھے کہ ان کے ٹارگٹ ہٹ ہوئے ہیں یا نہیں۔ اس سے پہلے کہ تمہارے آدمی وہاں سے فرار ہوتے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چند افراد وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سے چار افراد تمہارے ساتھیوں کے پیچھے لگ گئے تھے اور باقی تین جن میں ایک لڑکی بھی شامل تھی عمران کے فلیٹ کی طرف چلے گئے تھے''...... بلیک کوبرا نے کہا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ کیا مطلب۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا وہاں کیا کام''...... بلیک گھوسٹ نے بری طرح سے چونکتے ہوئے

کہا۔

''احمق مت بنو بلیک گھوسٹ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہیں کس عمران پر حملہ کرنے کا کہا تھا''...... دوسری طرف سے بلیک کوبرا نے اسی طرح پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ مجھے احمق کہنے والا دوسرا سانس نہیں لیتا سمجھے تم۔ تم میرے ہم وطن اور میرے دوست ہو اسی لئے میں تمہاری باتیں برداشت کر رہا ہوں لیکن احمق۔ ہونہہ۔ دوبارہ مجھے ایسا کہنے کا سوچنا بھی مت ورنہ میں تمہیں بھی مٹا دوں گا اور تمہاری سوچ کو بھی''...... بلیک گھوسٹ نے بری طرح سے بھڑکتے ہوئے کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کیا تم جانتے تھے کہ تم نے بلیک گروپ کو کس عمران کو ٹارگٹ کرنے کے لئے بھیجا تھا''۔ دوسری طرف سے بلیک کوبرا نے بھی اس کے لہجے سے خائف ہوئے بغیر کہا۔ شاید دونوں ایک ہی ٹکر کے تھے یا پھر دونوں ایک دوسرے کی عادات سے بخوبی واقف تھے اس لئے دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے سہم جانے یا مرعوب ہونے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔

''نہیں۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ کنگ روڈ پر مجاہد نامی ایک بلڈنگ ہے جس کے فرسٹ فلور پر فلیٹ نمبر دو سو میں عمران نامی ایک شخص اپنے کسی خانساماں کے ساتھ رہتا ہے۔ اس عمران کا ایک

شاگرد ہے جس کا نام ٹائیگر ہے اور اس کے پاس تمہارے خلاف
کچھ ثبوت ہیں جنہیں وہ عمران کے پاس لے جا رہا ہے تم وہ ثبوت
عمران تک نہیں پہنچنے دینا چاہتے تھے اس لئے تم نے کہا تھا کہ میں
کسی طرح عمران اور اس کے شاگرد کو ہلاک کرا دوں۔ تم میرے
دوست اور ہم وطن ہو اس لئے میں نے بغیر کسی معاوضے کے
تمہاری بات مان لی تھی اور اپنا ایک طاقتور گروپ وہاں بھیج دیا تھا
جو ہر صورت میں اپنا کام پورا کرتا ہے۔ اگر میرے گروپ کے
افراد نے مرنے والوں کی لاشوں کی تصدیق نہیں کی تو کیا ہوا۔ ان
کے نشانے بے داغ ہیں۔ وہ کبھی اپنا کام ادھورا نہیں چھوڑتے۔
انہوں نے فلیٹ میں اگر ایم فورٹی بم پھینکا ہے تو اس بم سے فلیٹ
کے اندر جو آگ لگی ہو گی اس نے فلیٹ میں موجود ہر چیز کو جلا کر
خاکستر کر دیا ہو گا''...... بلیک گھوسٹ نے کہا۔

''ہونہہ۔ میں تو تمہیں انتہائی باخبر اور فعال انسان سمجھتا تھا۔
لیکن خیر۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تمہیں جس پر میں نے حملہ کرانے
کے لئے کہا تھا وہ علی عمران ہے جو سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر
جنرل سر عبدالرحمٰن کا بیٹا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام
کرتا ہے''...... بلیک کوبرا نے کہا اور اس بار بلیک گھوسٹ حقیقتاً
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سے ایک رنگ سا آ کر گزر
گیا اور اس کی آنکھیں یوں پھیل گئیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آ
گریں گی۔

''تت۔ تت۔ تمہارا مطلب ہے تم نے مجھے پاکیشیا سیکرٹ
سروس کے علی عمران پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا''...... بلیک
گھوسٹ نے رک رک کر کہا۔

''ہاں۔ اور اس کا شاگرد ٹائیگر جو انڈر ورلڈ میں پرنس رانکل
کے نام سے مشہور ہے''...... بلیک کوبرا نے کہا اور بلیک گھوسٹ کا
رنگ زرد ہو گیا۔

''اوہ اوہ۔ یہ تم نے مجھ سے کیا کرا دیا ہے راگھو دادا۔ اوہ۔ میں
ہمیشہ آج تک جن سے بچنے کی کوشش کرتا رہا ہوں تم نے مجھے انہی
کے چکروں میں پھنسا دیا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں تو مشہور
ہے کہ وہ ایک بار جس کے پیچھے پڑ جائیں قبر تک اس کا پیچھا نہیں
چھوڑتے۔ میں یہاں ہر قسم کے دھندے کرتا ہوں اور میں نے اپنا
ایک اسپیشل سیٹ اپ بھی بنا رکھا ہے تاکہ انٹیلی جنس اور دوسری
ایجنسیاں مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکیں لیکن میں نے ابھی تک ایسا کوئی
کام نہیں کیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس میرے پیچھے پڑ سکے اور تم
نے میرے ذریعے ہی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے اس جن کو ہلاک
کرانے کی کوشش کی ہے جس کے سامنے آتے ہوئے بڑے سے
بڑا ایجنٹ بھی گھبراتا ہے۔ عمران نامی اس شخص کو تو دنیا کی بڑی بڑی
ایجنسیاں اور طاقتور ایجنٹ بھی ہلاک کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں تو
بھلا میرے گروپس کے افراد اسے کیسے ہلاک کر سکتے ہیں۔ اور اگر
بالفرض محال عمران ہلاک ہو بھی گیا ہے تو بھی اب مجھے اپنی خیر نظر

نہیں آتی۔ تم نے کہا ہے کہ بلیک گروپ کے افراد کے پیچھے پاکیشیا سیکرٹ سروس لگ گئی ہے۔ وہ ہر حال میں ان کو اپنے قابو میں کر لیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ عمران اور اس کے شاگرد پر جان لیوا حملہ میں نے کرایا تھا تو سمجھو اس ملک سے میرا دانہ پانی ختم ہو چکا ہے اب مجھے اگر سیکرٹ سروس سے بچنا ہے تو مجھے جلد سے جلد اپنا سارا سیٹ اپ ختم کر کے یہاں سے نکلنا ہوگا ورنہ نہ میں رہوں گا اور نہ میرا کوئی سیٹ اپ باقی بچے گا''...... بلیک گھوسٹ بولنے پر آیا تو رکے بغیر بولتا ہی چلا گیا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سن کر اس کے چہرے پر حقیقت میں ہوائیاں سی اُڑنا شروع ہو گئی تھیں۔

''ہونہہ۔ کیا تم پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ڈرتے ہو''...... دوسری طرف سے بلیک کوبرا نے پھنکار کر کہا۔

''ہاں۔ میں تو کیا اس ملک میں ہر جرائم پیشہ فرد کسی اور سے ڈرتا ہو یا نہ ڈرتا ہو لیکن جب ان کے سامنے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام لیا جائے تو اس کے ماتھے پر پسینہ آ جاتا ہے۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ میں نے یہاں ہر ممکن طریقے سے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچنے کی کوشش کی ہے اور میں اس میں کامیاب بھی رہا ہوں اور تم جس پرنس راسکل کا نام لے رہے ہو اس کے بارے میں بھی میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ واقعی علی عمران کا شاگرد ہے اور وہ بھی کسی طرح عمران سے کم نہیں ہے اس لئے میں

نے تمام گروپس کو الرٹ کر رکھا تھا کہ ٹائیگر اگر کسی طرح روپ بدل کر ہمارے کسی گروپ میں شامل ہونے کی کوشش کرے تو وہ گروپ فوری طور پر ختم کر دیا جائے اور میں ایسا ہی کرتا چلا آ رہا ہوں۔ میرے تمام دھندے خفیہ ہوتے ہیں اور میں اپنے گروپس کو اس وقت ہی سامنے لاتا ہوں جب مجھے ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے لیکن اب۔ اب لگتا ہے کہ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ عمران اور پرنس راسکل پر حملہ میرے ہی گلے کا پھندہ بن جائے گا اگر وہ دونوں بچ گئے تب بھی میری موت یقینی ہے اور اگر وہ ہلاک ہو گئے تب بھی۔ ان کی ہلاکت کی صورت میں پاکیشیا سیکرٹ سروس ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ جائے گی اور مجھے اس ملک میں چھپنے کا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا''...... بلیک گھوسٹ نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

''احمقانہ باتیں مت کرو بلیک گھوسٹ۔ میں نے تمہیں ان کے بارے میں انفارم کر دیا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد آسمان سے اتری ہوئی کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے جن کا مقابلہ نہ کیا جا سکے وہ میری اور تمہاری طرح سے انسان ہی ہیں۔ تم اپنی حفاظت کے انتظامات اور سخت کر دو کہ وہ کسی بھی صورت میں تم تک نہ پہنچنے پائیں اور اپنے گروپس کو بھی الرٹ کر دو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد انہیں جہاں بھی نظر آئیں وہ فوراً ان کا خاتمہ کر دیں''...... بلیک کوبرا نے کہا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ اس قدر آسان ہوتا تو وہ کب کے ہلاک ہو چکے ہوتے راگھو داوا۔ لگتا ہے تمہارے پاس ان کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں جو تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ یہ درست ہے کہ وہ ہماری طرح انسان ہی ہیں لیکن ان کی صلاحیتیں ایسی ہیں جیسے کسی مافوق الفطرت ہستی میں ہو سکتی ہیں وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندہ رہنے والے انسان ہیں۔ میں اپنی حفاظت کا بندوبست تو ضرور کروں گا لیکن اگر میں نے اپنے گروپس کو ان پر حملہ کرنے کے لئے کہا تو میرا کوئی بھی گروپ ان کے سامنے نہیں ٹک سکے گا۔ اس لئے تم مجھے احمقانہ مشورے مت دو۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے مجھے کیسے بچنا ہے اس کے لئے اب مجھے خود ہی کچھ سوچنا پڑے گا''...... بلیک گھوسٹ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسا تم مناسب سمجھو''...... بلیک کوبرا نے جیسے منہ بنا کر کہا۔

''تم اپنا بتاؤ۔ تمہارا کام کہاں تک پہنچا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے سر جھٹک کر موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

''میرا کام پورا ہو چکا ہے۔ بس اب مجھے کل کا انتظار ہے۔ فائنل گیم پر کافرستان کی گرفت اس قدر مضبوط ہو چکی ہے کہ پاکیشیا کا کوئی بھی کھلاڑی میدان میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے گا''...... بلیک کوبرا نے کہا۔

''بہت خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ ورلڈ کپ کی طرح اس بار بھی جیت کافرستان کی ہی ہو گی''...... بلیک گھوسٹ نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں۔ اسے تم ہماری یقینی جیت کہہ سکتے ہو''...... دوسری طرف سے بلیک کوبرا نے جواب دیا۔

''پھر تو فائنل گیم اس قدر ٹف نہیں ہو گی جس کا پاکیشیا اور کافرستان میں تصور کیا جا رہا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے کہا۔

''نہیں گیم تو ٹف ہی ہو گی۔ ہم اس گیم کو ایک گیم کی طرح ہی کھیلیں گے اور کوشش کریں گے کہ کسی طرح مقابلہ ٹکر کا ہو جائے اور عام تاثر یہی رکھا جائے کہ کافرستان کو جیت کے لئے شدید محنت کرنا پڑی تھی اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہماری یہ جیت مشکوک بھی ہو سکتی ہے اور اگر ایسا ہوا تو ڈبلیو سی سی اس گیم کی انکوائری کے لئے کمیشن بھی بٹھا سکتی ہے جو آنے والے وقتوں میں ہمارے لئے مسئلہ کا باعث بن سکتی ہے اس لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ یہ گیم بظاہر فیئر گیم ہو لیکن اس کے پس منظر میں کیا ہو رہا ہے یا کیا ہو گا وہ ہم ہر حال میں سیکرٹ رکھیں گے''...... بلیک کوبرا نے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ کافرستانیوں کو کسی اور ملک کی ٹیم سے جیتنے کی اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی پاکیشیا سے جیت کر ہوتی ہے۔ پاکیشیا سے تو عام میچ بھی جیت کر کافرستان میں کئی دن جشن کا سماں رہتا ہے اور یہ تو پھر ایک سپر ورلڈ کپ کا فائنل ہے اس جیت سے تو ہر

کافرستانی کا سر فخر سے بلند ہو جائے گا''...... بلیک گھوسٹ نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہو گا۔ اوکے۔ تم اپنا خیال رکھنا۔ اگر ممکن ہو سکے تو کچھ روز کے لئے تم پاکیشیا سے نکل جاؤ تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی بھی طرح تم تک نہ پہنچ سکے۔ ایک دو ماہ بعد جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو واپس آ جانا''...... بلیک کوبرا نے کہا۔

''دیکھتا ہوں اب کیا ہو سکتا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور بلیک کوبرا نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ بلیک گھوسٹ نے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر بڑے تھکے تھکے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ کافی دیر اسی عالم میں بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے کچھ سوچ کر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔ جب تمام نمبر پریس ہو گئے تو اس نے رسیور کان سے لگا لیا۔

''یس''...... رابطہ ملتے ہی دوسری جانب سے ایک کھردری سی آواز سنائی دی۔

''ہردیال بول رہا ہوں''...... بلیک گھوسٹ نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ باس آپ۔ میں جے کشن بول رہا ہوں۔ حکم''۔ دوسری جانب بلیک گھوسٹ کی آواز سن کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''تم نے کنگ روڈ آپریشن پر بلیک گروپ کے کتنے افراد بھجوائے تھے''...... بلیک گھوسٹ نے پوچھا۔

''جگن داس سمیت پانچ افراد تھے باس۔ چار نے مشن پورا کرنا تھا اور پانچواں ویگن میں رہتا تاکہ انہیں بروقت وہاں سے نکلنے میں مدد دے سکے''...... جے کشن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان سے تمہارا دوبارہ رابطہ ہوا ہے''...... بلیک گھوسٹ نے پوچھا۔

''نو باس۔ میں نے ایک دو بار جگن داس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا سیل فون آف جا رہا ہے''...... جے کشن نے کہا۔

''تو اس کے کسی دوسرے ساتھی یا پھر ڈرائیور سے بات کرنی تھی کہ وہ کہاں ہیں''...... بلیک گھوسٹ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں نے باری باری سب سے بات کرنے کی کوشش کی تھی باس لیکن میرا کسی ایک سے بھی رابطہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کہتے ہیں تو میں دوبارہ کوشش کرتا ہوں''...... جے کشن نے کہا۔

''نہیں رہنے دو۔ ان کے پیچھے پاکیشیا سیکرٹ سروس لگی ہوئی ہے۔ یا تو وہ ان کے ہاتھوں مارے جائیں گے یا پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس ان کے ذریعے یہاں پہنچ جائے گی''...... بلیک گھوسٹ نے کہا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ کیا مطلب۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس ان

کے پیچھے کیسے لگ گئی"...... جے کشن نے چونک کر اور حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس ان کے پیچھے کیسے اور کیوں لگی ہے تم ان باتوں کو چھوڑو اور جیسا میں کہتا ہوں ویسا کرو"...... بلیک گھوسٹ نے غرا کر کہا۔

"یس باس۔ آپ حکم کریں"...... جے کشن نے فوراً کہا تو بلیک گھوسٹ اسے بتانے لگا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے جے کشن سے کہہ کر فوری طور پر کلب بند کرنے کا حکم دیا تھا اور تمام گروپس اور بدمعاشوں کو انڈر گراؤنڈ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے جے کشن سے کہا تھا کہ وہ مسلح افراد کی فوج کلب اور اس کی رہائش گاہ کے گرد پھیلا دے۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں جا رہا ہے اور اس کی رہائش گاہ کی طرف اگر انہیں کوئی پرندہ بھی آتا دکھائی دے تو وہ اسے ختم کر دیں۔

"یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... جے کشن نے کہا۔

"اور سنو۔ میں آج ہی اس ملک سے نکل رہا ہوں۔ جب تک یہاں معاملہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا نہ میں واپس آؤں گا اور نہ ہی یہاں میرا کوئی کام شروع ہو گا۔ تم ان تمام پارٹیوں کو فرداً فرداً کال کرو اور ان سے کہہ دو کہ ان کے جو بھی کام ہیں وہ اب مقررہ وقت پر نہیں بلکہ لیٹ ہوں گے۔ انہیں کوئی ٹائم فریم مت دینا۔ ہو سکتا

ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچنے کے لئے ہمیں کئی ماہ تک روپوش رہنا پڑے اور کسی اور نیٹ ورک کے تحت کام کرنا پڑے"...... بلیک گھوسٹ نے جے کشن کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ جیسا آپ کا حکم"...... جے کشن نے اسی طرح سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ پھر بلیک گھوسٹ نے اسے چند مزید ہدایات دیں اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر مسلسل سوچ و بچار کے تاثرات نمایاں تھے جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ وہ پاکیشیا سے ایسے کسی ملک میں جائے جہاں پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی بھی طرح سے اس تک نہ پہنچ سکے۔

عمران کے بازو اور سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھی۔ اور وہ بستر پر چت لیٹا چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی چند لمحے پہلے آنکھیں کھولی تھیں اور ہوش میں آتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے سابقہ مناظر گھوم گئے تھے جب ٹائیگر اس سے ملنے کے لئے اس کے فلیٹ میں آیا تھا۔

ٹائیگر اسے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے حوالے سے بتا رہا تھا اس کی باتوں میں عمران کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا جس سے ٹائیگر اس سے مایوس سا ہوکر واپس چلا گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے فلیٹ سے نکلتا عمران نے اچانک باہر سے تیز فائرنگ اور ٹائیگر کے ساتھ سلیمان کی تیز چیخوں کی آوازیں سنی تھیں اور پھر عمران اٹھ کر باہر جانے ہی لگا تھا کہ اچانک ایک زور دار دھماکہ ہوا جس سے عمران اچھل کر گرا پڑا اور اس کا سر زور سے فرش سے ٹکرایا تھا

اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہو جاتا اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے جسم پر کمرے کی چھت آ گری ہو اس کے بعد اب اسے ہوش آ رہا تھا اور وہ پچھلے واقعات کو یاد کرتے ہوئے چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''اب تمہاری طبیعت کیسی ہے''..... اچانک اسے جولیا کی آواز سنائی دی تو عمران نے چونک کر سر گھمایا تو اسے کمرے میں جولیا کے ساتھ صفدر اور کیپٹن شکیل دکھائی دیئے۔

''کیوں کیا ہوا ہے میری طبیعت کو اچھا بھلا تو ہوں''..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو ان تینوں کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

''اچھے بھلے ہوتے تو ہم یہاں آپ کی خیریت دریافت کرنے نہ آتے''..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو کیا یہاں کرکٹ کا میچ دیکھنے کے لئے آتے''..... عمران نے کہا تو ان کی مسکراہٹیں اور گہری ہو گئیں۔

''کرکٹ کا میچ ابھی کہاں شروع ہوا ہے اور کرکٹ کے میچ گراؤنڈز اور اسٹیڈیمز میں کھیلے جاتے ہیں ہسپتالوں میں نہیں''۔ جولیا نے کہا۔

''ہسپتال۔ ارے باپ رے۔ کیا میں ہسپتال میں ہوں۔ کیا ہوا ہے مجھے''..... عمران نے بوکھلانے کی جاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اب زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تمہیں سب معلوم ہے کہ کیا ہوا ہے"...... جولیا نے اس کی اداکاری دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں واقعی مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا ہے میں تو ابھی تک یہ بھی نہیں جانتا کہ میری شادی کس سے ہوئی ہے پھر اتنی جلدی کچھ ہو بھی گیا۔ اس پر مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے"۔ عمران نے کہا تو صفدر اور کیپٹن شکیل بے اختیار ہنس پڑے جبکہ جولیا اسے تیز نظروں سے گھورنا شروع ہو گئی تھی۔ عمران نے کیا ہوا ہے سے مراد بچے سے لے لی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ تم اب ٹھیک ہو یا نہیں"...... جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہوں۔ بالکل ٹھیک۔ تم کہو تو میں تمہارے لئے اسٹیڈیم میں جا کر کرکٹ میچ بھی کھیل سکتا ہوں"...... عمران نے مسمسی سی شکل بنا کر کہا۔

"تم اور کرکٹ میچ کھیلو گے۔ شکل دیکھی ہے تم نے کبھی آئینے میں"...... جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

"ہاں روز دیکھتا تھا۔ بڑی پیاری ہے۔ نہیں یقین تو تنویر سے پوچھ لو"...... عمران نے جواب دیا۔

"تنویر کے بارے میں معلوم بھی ہے تمہیں کہ وہ کس حال میں ہے"...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"کس حال میں ہے وہ تو خوش ہو گا اور ناچ رہا ہو گا کہ میں ہسپتال میں ہوں"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"ہونہہ۔ جب بھی سوچتے ہو الٹا ہی سوچتے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس وقت وہ تمہاری وجہ سے یقینی موت کے منہ سے نکل کر آیا ہے"...... جولیا نے کہا اور عمران حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں"...... عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"مس جولیا ٹھیک کہہ رہی ہیں عمران صاحب۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نئی زندگی دی ہے۔ آپ کی زندگی بچانے میں تنویر اور چیف کا بہت بڑا ہاتھ ہے اگر وہ دونوں آپ کی مدد نہ کرتے تو شاید......" کیپٹن شکیل نے کہتے کہتے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا اور تنویر کے ساتھ چیف کا سن کر عمران کے چہرے پر موجود حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"تنویر کی بات تو کسی حد تک سمجھ میں آ رہی ہے کہ وہ مجھے تباہ ہونے والے فلیٹ سے بروقت نکال کر یہاں لے آیا ہو گا اور ہسپتال کے اس کمرے کو میں بخوبی پہچانتا ہوں کہ فاروقی ہسپتال کا ہی کمرہ ہے لیکن اس میں چیف کہاں سے آ گیا اور اس نے میری زندگی بچانے کے لئے کیا کیا ہے"...... عمران نے کہا تو جولیا نے اسے ساری تفصیل بتانی شروع کر دی جسے سن کر عمران سچ مچ حیران

رہ گیا۔

"اوہ میرے خدا۔ تو میں اس حال تک پہنچ گیا تھا کہ مجھے بچانے کے لئے تنویر کو آگ میں کودنا پڑا تھا اور میرے سر کا آپریشن کرنے کے لئے خود چیف کو یہاں آنا پڑا تھا"...... عمران نے کہا اس کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"ہاں۔ پہلے تو ہم چیف کے خلاف بات کر رہے تھے کہ تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہو گیا ہے اور چیف کو کچھ پتہ ہی نہیں ہے میں چیف سے بات کر کے انہیں رپورٹ دینے ہی لگی تھی کہ چیف ڈاکٹر طاہر کے روپ میں ہمارے سامنے آ گئے اور انہیں اس طرح اپنے سامنے دیکھ کر ہم حیرت سے بُت ہی بن کر رہ گئے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ چیف نے اس طرح ہمارے سامنے آ کر واقعی ہمیں حیران کر کے رکھ دیا تھا اور جس طرح سے چیف نے تمہارے دماغ کا آپریشن کیا ہے اور تمہاری جان بچائی ہے اس سے ہمارے دلوں میں چیف کے لئے اور زیادہ قدر بن گئی ہے اور ہمیں واقعی خود پر بے پناہ فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہم ایکسٹو جیسے چیف کے ماتحت ہیں جو واقعی ایک نہیں ہزاروں آنکھیں رکھتا ہے اور اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہوتا"...... جولیا نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

"دو۔ دو۔ دیکھنا۔ چیف کی قدر دماغ کی حد تک ہی رکھنا ایسا نہ ہو کہ اس کی قدر تم دل میں اتار لو ورنہ میں اور تنویر بس تالیاں

ہی بجاتے رہ جائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"کیا مطلب"...... جولیا نے اسے گھور کر پوچھا۔

"مطلب نہ پوچھو۔ ورنہ اس بار چیف نے نہیں تم نے ہی میرے دماغ کا علاج شروع کر دینا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم میرے دماغ سے کھیلو۔ ورنہ میں معلوم نہیں کیا سے کیا بن جاؤں"...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور وہ تینوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے رپورٹ نہیں دی کہ وہ جن کے پیچھے گئے ہیں ان کا کیا ہوا ہے وہ ان کے ہاتھ لگے ہیں یا نہیں"...... عمران نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"حملہ آور پانچ افراد تھے۔ فور سٹارز نے ان کو دھر لیا تھا اور صدیقی نے ان میں سے ایک کی زبان کھلوا بھی لی تھی۔ جس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ تمہیں اور تمہارے شاگرد ٹائیگر کو ہلاک کرنے کا ٹاسک گھوسٹ کلب کے مالک بلیک گھوسٹ نے انہیں دیا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ تم اور ٹائیگر کون ہو۔ وہ بلیک گھوسٹ کے بلیک گروپ کے افراد تھے جن کا کام بلیک گھوسٹ کے حکم پر عمل کرنا ہوتا ہے"...... جولیا نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو اب وہ بلیک گھوسٹ کی طرف گئے ہیں"...... عمران نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ سارا چکر کیا ہے عمران صاحب۔ بلیک گھوسٹ سے آپ کی بھلا کیا دشمنی پیدا ہو گئی ہے کہ اس نے اس قدر خوفناک انداز میں آپ کو اور آپ کے شاگرد ٹائیگر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی"...... صفدر نے پوچھا۔

"وہ مجھے نہیں صرف ٹائیگر کے پیچھے آئے تھے۔ ٹائیگر کے پاس کچھ انفارمیشن تھی جو شاید وہ لوگ مجھ تک نہیں پہنچنے دینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے ٹائیگر کو ٹارگٹ کرنے کی کوشش کی تھی اور ٹائیگر چونکہ میرے فلیٹ میں تھا اس لئے لگے ہاتھوں انہوں نے مجھے بھی نشانہ بنا لیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"ٹائیگر کے پاس کیا انفارمیشن تھی۔ کیا پھر کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے"...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اسے میں ابھی کیس کا نام نہیں دے سکتا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کھیل کا معاملہ ہے اسے کھیل ہی رہنے دیا جائے تو اچھا ہو گا لیکن اب جو سلسلہ چل نکلا ہے اس سے مجھے واقعی اب خطرے کی بو آنی شروع ہو گئی ہے کہ کھیل کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کے خلاف انتہائی بھیانک سازش کی جا رہی ہے جس سے پاکیشیا کی سلامتی اور مفادات کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے"...... عمران نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

"کس کھیل کی بات کر رہے ہیں آپ اور کھیل سے بھلا پاکیشیا کے مفادات اور سلامتی کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"...... کیپٹن شکیل

نے حیران ہو کر کہا تو عمران نے انہیں ٹائیگر کی بتائی ہوئی تمام باتوں اور سابقہ تمام واقعات سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ پاکیشیا کرکٹ گیم کے ساتھ اس قدر گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا تھا اور پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو ہرانے کی پوری تیاریاں کر لی گئی تھیں یہ سن کر وہ تینوں حیرت زدہ رہ گئے۔

"حیرت ہے۔ ایک میچ جیتنے کے لئے کافرستان اس حد تک جا سکتا ہے کہ وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کے مفادات کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے یہ تو زیادتی ہے سراسر زیادتی"۔ صفدر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کافرستان، پاکیشیا کو ہر میدان میں ہارتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے اور پھر یہ معاملہ تو خود کافرستان کی عزت کا ہے۔ اس کی اپنی ٹیم میدان میں اترنے والی ہے وہ بھلا پاکیشیا کو کس طرح جیتتے ہوئے دیکھ سکتا ہے"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ کھیل کے میدان میں بھی اپنی دادا گیری جمانا چاہتے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے منہ بنا کر کہا۔

"جن کی دادیاں مر چکی ہوں وہ دادا گیری ہی کرتے ہیں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دیئے۔

"نہیں عمران صاحب۔ ہم پاکیشیا سے یہ زیادتی نہیں ہونے دیں گے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم جس محنت اور جس لگن کے ساتھ دوسرے تمام میچ جیت کر فائنل تک پہنچی ہے۔ فائنل میچ بھی جیتنا

ان کا حق ہے۔ اگر کافرستانی ٹیم خود کو اتنا ہی بہترین سمجھتی ہے تو
اسے اپنی پرفارمنس کھیل کے میدان میں دکھانی چاہئے۔ وہ اچھا
کھیل پیش کریں اور پاکیشیا کو چت کر کے سپر ورلڈ کی ٹرافی لے
جائیں تو اس پر بھلا کسی کو کیا اعتراض ہوگا لیکن وہ پاکیشیا کرکٹ
ٹیم کو اپنی مٹھی میں کر کے جس طرح سے میچ جیتنا چاہتے ہیں یہ غلط
ہے۔ میں اسے رانگ پلے کہوں گا۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ آپ
ہمیں بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے بارے میں بتائیں ہم ابھی جا کر
اسے اور اس کے گروپس کو ٹریس کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہم
اپنی پوری کوشش کریں گے کہ وہ کھیل کے میدان میں ایسا کچھ نہ کر
سکیں جس سے پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کے پلیئرز کسی دباؤ یا پریشانی
میں آ کر کھیلیں اور پاکیشیا ایک بار پھر کافرستان سے کھا
جائے“۔۔۔۔۔۔صفدر نے کہا۔

”میں اس سلسلے میں چیف سے بات کرنا چاہتا تھا اگر وہ کہتا
تب ہی تم اس میدان میں اتر سکتے تھے۔ میں بھلا اپنے طور پر تمہیں
یہ سب کیسے کہہ سکتا تھا“۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میں ابھی چیف سے بات کرتی ہوں اور اس
سے اجازت لے کر ہم سب بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کی تلاش میں نکل
جاتے ہیں بلکہ اسے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم پر اور
ٹائیگر پر بلیک گھوسٹ نے حملہ کرایا تھا اور اس کام کے لئے ظاہر
ہے اسے بلیک کوبرا نے ہی مامور کیا ہوگا اس لئے ہم بلیک گھوسٹ

کو پکڑ کر اس سے بلیک کوبرا کے بارے میں معلوم کرتے ہیں اور
پھر اس کے ہاتھ آتے ہی اس سے ساری حقیقت اگلوا لیں گے کہ
وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں کے ساتھ کیا سازش کر رہا ہے اور
پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے ایسے کون سے کھلاڑی ہیں جو ان کے ہاتھوں
بک چکے ہیں۔ ہم ان کے خلاف بھی کام کریں گے پھر یا تو وہ راہ
راست پر آ جائیں گے ورنہ انہیں ٹیم سے ڈراپ کرا کے ان کی جگہ
دوسرے کھلاڑیوں کو لے لیا جائے گا تاکہ وہ فائنل میچ میں پاکیشیا کو
فتح سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کر سکیں“۔۔۔۔۔۔جولیا نے
کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ تم چیف سے بات کر کے اجازت لو اور پھر
مجھے بتانا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ میں تو اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ
پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے لئے کچھ کر سکوں“۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا تو جولیا
نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میں باہر جا کر چیف سے بات کرتی ہوں“۔۔۔۔۔۔جولیا نے کہا۔

”عمران صاحب آپ آرام کریں ہم نے ابھی ٹائیگر، تنویر اور
سلیمان کا بھی حال دریافت کرنا ہے اب تک شاید انہیں بھی ہوش آ
گیا ہوگا“۔۔۔۔۔۔صفدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میری طرف سے بھی ان سے پوچھ لینا اور تنویر
سے خاص طور پر کہنا کہ اس نے میرے لئے جو کیا ہے میں اس کا
احسان تو نہیں اتار سکتا لیکن اس کے لئے اپنے حق سے دستبردار

ہونے کے لئے تیار ہوں"...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل اور صفدر عمران کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑے جبکہ جولیا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔

"کس حق کی بات کر رہے ہو"...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ارے باپ رے۔ اتنا غصہ۔ کک۔ کک۔ کچھ نہیں۔ میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا"...... عمران نے ایک بار پھر سہم جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور اس کی اداکاری دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی جولیا ان دونوں کے ساتھ ہنس پڑی اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ جیسے ہی وہ تینوں کمرے سے باہر نکلے اسی لمحے عمران کو اپنی کلائی میں ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔ عمران نے چونک کر اپنی ریسٹ واچ کی طرف دیکھا تو واچ کے ڈائل میں دو کا ہندسہ سپارک ہو رہا تھا۔ عمران نے دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ بند تھا اور کمرہ ساؤنڈ پروف تھا اس لئے عمران اطمینان سے بات کر سکتا تھا۔ دو کے ہندسے کے سپارک ہونے کا مطلب تھا کہ بلیک زیرو ایکسٹو کی حیثیت سے اسے کال کر رہا ہے۔ عمران کا دایاں ہاتھ فریکچر تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں ریسٹ واچ بندھی ہوئی تھی اس لئے اس نے ریسٹ واچ منہ کے قریب کی اور دانتوں سے اس کا ونڈ بٹن کھینچ لیا۔ اس نے دانتوں سے ہی گھڑی کی ساری سوئیاں دو کے ہندسے پر ایڈجسٹ کیں اور

پھر ونڈ بٹن پریس کر کے اسے دانتوں سے دوبارہ کھینچ کر باہر نکال لیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ایکسٹو کالنگ۔ اوور"...... اس بار ونڈ بٹن باہر آتے ہی واچ کے منی سپیکر سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"کون سا ایکسٹو۔ سیکرٹ سروس کا چیف یا ڈاکٹر ایکسٹو جس نے منکہ مسمی علی عمران فرزند سر عبدالرحمٰن خاندان چنگیز خان اور بندہ نادان، حیران و پریشان کے دماغ کا آپریشن کیا تھا۔ اوور"۔ عمران نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ آپ کو ہوش آ گیا ہے ورنہ میں آپ کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔ اوور"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔

"بھائی شکر کرو کہ مجھے ہوش آ گیا ہے اور مجھے سب کچھ یاد بھی ہے ورنہ جس طرح تم نے میرے دماغ کا آپریشن کر دیا تھا اگر میرے دماغ کی رگیں ادھر ادھر ہو جاتیں تو شاید اب تک میں عمران سے عمرانہ بن چکا ہوتا۔ اوور"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں عمران صاحب۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ان معاملات میں کس قدر ٹرینڈ ہوں۔ آپ نے ہی مجھے اپنی نگرانی میں تو یہ سب کچھ سکھایا تھا۔ پھر بھلا کیسے ممکن تھا کہ

میں آپ کے دماغ کا آپریشن کر کے آپ کو عمران سے عمرانہ بنا دیتا۔ اوور''...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اگر میں عمرانہ بن گیا ہوتا تو تنویر، جولیا کو چھوڑ کر میرے پیچھے لگ چکا ہوتا۔ خیر یہ سب چھوڑو میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ تم خصوصی طور پر میرے لئے یہاں آپریشن کرنے کے لئے آئے تھے۔ جولیا نے مجھے بتایا ہے کہ میری حالت دیکھ کر اس ہسپتال کے سینئیر ڈاکٹر فاروقی بھی پریشان ہو گئے تھے اور ان میں بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ میرے سر کا آپریشن کر سکیں۔ لیکن جو وہ نہیں کر سکے وہ تم نے کر دکھایا تھا۔ اپنوں کو تھینکس تو نہیں کہنا چاہئے لیکن پھر بھی میں سنجیدگی سے تمہارا شکر گزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد تم نے اور تنویر نے اس بار حقیقی طور پر میری جان بچائی ہے۔ اوور''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''میرا شکریہ ادا کر کے آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں عمران صاحب۔ اوور''...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا۔

''تو ہو جاؤ۔ تمہیں کس نے دیکھنا ہے۔ تم تو ویسے بھی سات پردوں میں چھپے ہوئے ہو۔ اوور''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑے۔

''اب کیسی ہے آپ کی طبیعت۔ اوور''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''پہلے سے بہتر ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ

میں، ٹائیگر، سلیمان اور تنویر یہاں موجود ہیں اور ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور تم وقت پر یہاں ڈاکٹر طاہر بن کر پہنچ بھی گئے تھے۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''جب کیپٹن شکیل اور صفدر، ٹائیگر اور سلیمان کو ہسپتال لائے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ کچھ دیر میں آپ کو بھی یہاں لایا جا سکتا ہے تو ڈاکٹر فاروقی نے فوراً مجھے کال کر کے بتا دیا تھا۔ صفدر نے ڈاکٹر فاروقی کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ کے فلیٹ پر خوفناک حملہ ہوا ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر فاروقی پریشان ہو گئے تھے اور انہیں شاید آپ نے ہی پہلے سے ہدایات دے رکھی تھیں کہ آپ یا پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کوئی بھی ممبر جب زخمی حالت میں ان کے پاس لایا جائے تو وہ اس کے بارے میں فوری طور پر ایکسٹو کو اطلاع کریں۔ ڈاکٹر فاروقی نے جب مجھے یہ سب بتایا تو مجھ سے رہا نہ گیا میں فوراً ہسپتال آ گیا اور جب مجھے یہاں کی سچوئشن معلوم ہوئی تو میں نے وہاں ڈاکٹر طاہر کا روپ دھار لیا اور پھر میں نے خصوصی طور پر سر سلطان کو فون کیا کہ وہ ڈاکٹر فاروقی سے کہہ کر میری فوری طور پر اس ہسپتال میں ایک سرکاری ڈاکٹر کی حیثیت سے تعیناتی کرا دیں۔ آپ کے بارے میں سن کر سر سلطان بھی پریشان ہو گئے تھے اور انہوں نے اسی وقت ڈاکٹر فاروقی کو فون کر کے میری یہاں تعیناتی کرا دی تھی جس میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ سر سلطان کے فون کی وجہ سے ڈاکٹر فاروقی نے مجھ سے نہ یہ پوچھا

تھا کہ میں کس ہسپتال سے آیا ہوں اور نہ ہی مجھ سے انہوں نے میرے ڈاکومنٹس مانگے تھے۔ اس لئے میں نے خاموشی سے اپنا کام کیا اور وہاں سے نکل گیا۔ اوور''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اچھا۔ ٹھیک ہے۔ تم سے جولیا بات کرنے والی ہے۔ وہ تم سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے حوالے سے جو بھی بات کرے اسے اجازت دے دینا کہ وہ ممبران اگر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے لئے کچھ کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ فور سٹارز، گھوسٹ کلب کے مالک بلیک گھوسٹ کی سرکوبی کے لئے گئے ہیں۔ انہیں بھی وہاں بھیج دو تاکہ وہ بلیک گھوسٹ کو قابو کر کے اس سے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''او کے۔ میں کہہ دیتا ہوں۔ اوور''...... بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے اس سے چند مزید باتیں کیں اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے اس کی سوئیاں دوبارہ ایڈجسٹ کرنی شروع کر دیں اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ ابھی مزید ریسٹ کرنا چاہتا ہو۔

جولیا، کیپٹن شکیل اور صفدر ایک کار میں شہر کے شمالی حصے میں ایک مصروف سڑک سے ہوتے ہوئے ایک کالونی کی طرف آئے تو سڑک کے موڑ پر انہیں صدیقی کی کار کھڑی دکھائی دی۔ کار کے پاس وہ چاروں موجود تھے جیسے وہ وہاں رک کر کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر چونکہ صفدر بیٹھا ہوا تھا اس لئے وہ کار سیدھا ان کی طرف لے گیا اور پھر اس نے صدیقی کی کار کے پیچھے اپنی کار لے جا کر روک دی۔ انہیں دیکھ کر وہ چاروں چونک پڑے۔ کار رکتے ہی جولیا اور کیپٹن شکیل کار سے باہر آ گئے اور صفدر نے بھی کار کا انجن بند کیا اور کار سے نکل کر ان چاروں کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

''کیا بات ہے تم چاروں یہاں کیوں کھڑے ہو۔ گھوسٹ کلب

میں جانے کا راستہ تو دوسری طرف ہے۔ پھر تم نے ہمیں اس طرف آنے کا کیوں کہا تھا''...... جولیا نے آگے بڑھتے ہوئے سلام و دعا کے بعد صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''گھوسٹ کلب بند کر دیا گیا ہے مس جولیا۔ اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں تھا اس لئے میں نے کال کر کے آپ کو یہاں بلا لیا ہے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کلب بند کر دیا گیا ہے۔ کیوں''...... صفدر نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہمیں بلیک گروپ کے جس شخص نے بلیک گھوسٹ اور اس کے کلب کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ گھوسٹ کلب میں داخل ہونا ہمارے لئے آسان نہیں ہو گا اس لئے ہم پہلے گھوسٹ کلب کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور پھر ہم کلب میں جا کر بلیک گھوسٹ پر ہاتھ ڈالیں گے۔ اس لئے ہم گھوسٹ کلب کے قریب موجود چند دوسرے کلبوں میں گئے اور وہاں سے گھوسٹ کلب اور بلیک گھوسٹ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ واقعی بلیک گھوسٹ اس قدر تر نوالہ نہیں ہے جسے ہم آسانی سے نگل سکیں۔ اس تک پہنچنا ہمارے لئے بے حد دشوار ہو سکتا تھا۔ بلیک گھوسٹ کے اصلی نام سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ سب اسے خونی جلاد کہتے ہیں ایک ایسا جلاد جو انسانوں کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کرتا ہے اور ان کو تڑپتا

دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس نے اپنے کلب کی حفاظت کا انتہائی سخت بندوبست کر رکھا ہے۔ کلب میں اتنے ممبر نہیں ہوتے ہیں جتنے کہ مسلح افراد۔ کلب میں صرف متعلقہ افراد کو ہی داخل ہونے دیا جاتا ہے جن کے پاس گھوسٹ کلب سے جاری کئے گئے مخصوص کارڈز ہوں ان کے علاوہ غیر متعلق آدمی کو کلب کے نزدیک بھی نہیں پھٹکنے دیا جاتا ہے۔ بلیک گھوسٹ نے مسلح افراد کو حکم دے رکھا ہے کہ اگر کوئی غیر متعلقہ شخص کلب میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ اسے گولی سے اُڑا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم نے جو معلومات حاصل کی ہیں بلیک گھوسٹ زیادہ تر کلب کے نیچے انڈر گراؤنڈ حصے میں رہتا ہے جہاں اس نے ایک طویل سرنگ بنا رکھی ہے جو کلب کے پچھلے حصے سے ہوتی ہوئی سیدھی اس کی رہائش گاہ میں جاتی ہے۔ بلیک گھوسٹ نے چونکہ اپنی رہائش گاہ کا کلب سے زیادہ حفاظت کا بندوبست کر رکھا ہے اس لئے وہ کلب میں اسی سرنگ کے راستے آتا اور واپس جاتا ہے۔ اس لئے بہت کم افراد ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ بلیک گھوسٹ کب کلب میں ہوتا ہے اور کب اپنی رہائش گاہ میں۔ ہم نے جو معلومات اکھٹی کی ہیں ان معلومات کے مطابق بلیک گھوسٹ کی رہائشی عمارت جو ایک بڑے کمپاؤنڈ میں ہے نیو کلین کالونی میں ہے۔ نیو کلین کالونی کے شروع میں ہی ایک کافی بڑی عمارت ہے جسے چاروں طرف سے قلعے نما اونچی اونچی دیواریں بنا کر بند کیا گیا ہے۔ اس عمارت میں داخل ہونے کے

صرف دو راستے ہیں ایک عمارت کا بڑا گیٹ اور دوسری وہ سرنگ جو گھوسٹ کلب کے تہہ خانے سے رہائش گاہ کی طرف آتی ہے۔ سرنگ کا راستہ تو صرف بلیک گھوسٹ ہی استعمال کرتا ہے جبکہ گیٹ سے جانے والے افراد کو گیٹ کے باہر اور اندر جا کر چند مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب تک آنے والے شخص کی چھان بین مکمل نہیں ہو جاتی اس وقت تک بلیک گھوسٹ اس سے ملاقات نہیں کرتا چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو اور یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا ہے کہ بلیک گھوسٹ عمارت کے کس حصے میں رہتا ہے۔ چھان بین کے دوران ہمیں ایک ایسا آدمی مل گیا تھا جو کافی عرصہ پہلے بلیک گھوسٹ کی عمارت میں ہی کام کرتا تھا وہ بلیک گھوسٹ کا خانساماں تھا جس کی ایک حادثے میں ٹانگ کٹ گئی تھی تو اسے بلیک گھوسٹ نے فارغ کر دیا تھا وہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہے ہم نے اس سے ملاقات کی اور اس کی مدد کی تو اس نے ہمیں اس عمارت کا تھوڑا بہت نقشہ بتایا ہے کہ اس کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق رہائش گاہ کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں کلوز سرکٹ کیمرے نہ لگے ہوں اور جہاں مسلح افراد موجود نہ ہوں۔ وہ خانساماں اس عمارت میں چار سال سے کام کر رہا تھا لیکن اسے بھی آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ بلیک گھوسٹ عمارت کے کس خفیہ حصے میں رہتا ہے البتہ اس نے ایک اہم بات یہ ضرور بتائی ہے کہ بلیک گھوسٹ نے اس عمارت میں ایک ایسا سسٹم بھی بنا رکھا

ہے کہ خطرے کی صورت میں وہ آسانی سے اس عمارت کو بھی چھوڑ کر نکل سکتا ہے۔ عمارت سے نکل کر وہ کہاں جاتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے“...... صدیقی نے ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”بلیک گھوسٹ نے اپنی حفاظت کے جو انتظامات کر رکھے ہیں وہ واقعی فول پروف ہیں اور اسے ایسے ہی انتظامات کرنے چاہئیں ورنہ اس تک تو کوئی بھی آسانی سے پہنچ سکتا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے کلب کیوں بند کر دیا ہے۔ چیف نے تو بتایا تھا کہ گھوسٹ کلب ڈے نائٹ کھلا رہتا ہے“...... جولیا نے کہا۔

”گھوسٹ کلب بند ہونے کے بارے میں ہمیں دوسرے کلب سے معلومات ملی تھیں۔ اس کلب کے افراد بھی حیران تھے کہ اچانک گھوسٹ کلب کیوں بند کر دیا گیا ہے۔ ان کے پاس تو ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ بلیک گھوسٹ نے جن پارٹیوں سے جرائم کرنے اور کرانے کے ایڈوانس لے رکھے ہیں یا تو انہیں ان کے ایڈوانس واپس کئے جا رہے ہیں یا پھر ان سے وقت لیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے نہایت تیزی سے اپنے تمام غیر قانونی دھندے بھی سمیٹنے شروع کر دیئے ہیں۔ شہر میں ہر طرف گھوسٹ کلب کے نام کا ڈنکا بجتا تھا لیکن اب ایسا لگ رہا ہے جیسے بلیک گھوسٹ پسپائی اختیار کر رہا ہے جیسے اس کے پیچھے کوئی لگ گیا ہو یا اسے کسی سے خطرہ ہو اور وہ خود کو بچانے کے لئے یہ سب کر

رہا ہو۔ اس کے جتنے بھی کریمنلز گروپس تھے وہ سب بھی انڈر گراؤنڈ چلے گئے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے ایسا لگتا کہ بلیک گھوسٹ ہماری وجہ سے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے''...... جولیا نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہماری وجہ سے۔ کیا مطلب''...... صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

''بلیک گھوسٹ کا انڈر ورلڈ میں بے حد نام ہے اور پاکیشیا کے جتنے بھی انڈر ورلڈ گروپس ہیں وہ بلیک گھوسٹ سے ڈرتے ہیں۔ بلیک گھوسٹ نے نیچے سے لے کر اوپر تک کے حکومتی اداروں کو یقیناً اپنی مٹھی میں لے رکھا ہو گا۔ اسی لئے اس کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ ان میں سنٹرل انٹیلی جنس، نارکوٹکس ایجنسیاں اور ایسے ہی دوسرے ادارے ہوں گے۔ وہ ادارے چونکہ اس کے خلاف ایکشن نہیں لے سکتے اس لئے اسے ڈر ہو گا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے پیچھے پڑ گئی تو اس کا کیا ہو گا اس لئے اس نے سب کچھ سمیٹ لیا ہے اور انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے''...... جولیا نے تجزیہ کرنے والے انداز میں کہا۔

''لیکن اسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے پیچھے پڑ چکی ہے''...... چوہان نے حیران ہو کر کہا۔

''کیوں۔ تم اس کے بلیک گروپ کے پیچھے نہیں گئے تھے کیا اسے اپنے بلیک گروپ کے ممبران کے ہلاک ہونے کا پتہ نہیں چلا ہو گا''...... جولیا نے کہا۔

''اگر اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا اتنا ہی خوف ہوتا تو وہ عمران صاحب کے فلیٹ پر حملہ ہی کیوں کراتا''...... نعمانی نے کہا۔

''وہ سب اس نے انجانے میں کیا ہو گا۔ اسے معلوم نہیں ہو گا کہ اس نے جنگل کے کس شیر کو شکار کرنے کی کوشش کی ہے وہ شیر اگر ہلاک ہو گیا تب بھی اس کی موت کا باعث بن جائے گا اور زندہ رہ گیا تو بھی اس کی تباہی یقینی ہے اس لئے اس نے خوف زدہ ہو کر خود کو چھپا لینا ہی مناسب سمجھا ہو گا۔ چیف نے جو صورتحال بتائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے لئے جو جال بچھایا گیا ہے اس کے پیچھے کافرستانی ایجنٹوں کا کام ہے جو بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کہلاتا ہے۔ بلیک گھوسٹ چونکہ ان کا ہم وطن ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ نے اسے وقتی طور پر استعمال کیا ہو تا کہ ہم اس سے الجھے رہیں اور وہ اپنا کام کر جائے۔ بلیک گھوسٹ کافی طاقتور اور فعال ہے اگر ہم اس سے الجھے رہیں تو واقعی بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو اتنا وقت مل سکتا ہے کہ وہ فائنل گیم میں اپنا کردار بخوبی نبھاتے رہیں''...... جولیا نے کہا۔

''تو پھر ہمیں پہلے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو تلاش کرنا چاہئے۔ بلیک گھوسٹ سے تو ہم بعد میں بھی نپٹ سکتے ہیں''...... خاور نے کہا۔

''بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو ٹریس کرنے کا ہمارے پاس نہ کوئی ذریعہ ہے اور نہ ہی وقت ہے۔ کل فائنل گیم ہے اور اگر ہم اپنے

طور پر بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تو اس میں ہمیں خاصا وقت لگ جائے گا جبکہ اگر ہم کسی طرح سے بلیک گھوسٹ کو قابو کر لیں تو اس کے ذریعے ہم بلیک کوبرا سینڈیکیٹ تک بھی پہنچ سکتے ہیں اور چیف نے بھی مجھے یہی ہدایات دے کر یہاں بھیجا ہے کہ ہم جلد سے جلد بلیک گھوسٹ تک پہنچنے کی کوشش کریں ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں سے نکل جائے۔ اگر وہ یہاں سے نکل گیا تو پھر ہمارے لئے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ تک پہنچنا مشکل ہو جائے گا''...... جولیا نے کہا تو خاور نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

''بلیک گھوسٹ تک پہنچنے کا تو بس اب ایک ہی راستہ ہے''۔ صدیقی کہا۔

''کون سا راستہ ہے''...... جولیا نے پوچھا۔

''جس طرح سے بلیک گھوسٹ انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے اس تک پہنچنے کے لئے ہمیں اب ڈائریکٹ ایکشن کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر ہم شاید بلیک گھوسٹ تک نہ پہنچ سکیں''...... صدیقی نے سنجیدگی سے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے تنویر ایکشن''...... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں۔ تنویر ہمارے ساتھ تو نہیں ہے لیکن ہمیں اس کا انداز اپنانا ہی پڑے گا''...... صدیقی نے جواب دیا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''چیف کا بھی یہی خیال تھا اس لئے ہم اسلحے سے لیس ہو کر آئے ہیں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تو پھر ہمیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں بلیک گھوسٹ تک پہنچنے کے لئے فوری کارروائی کرنی ہو گی تاکہ وہ یہاں سے نکل کر بھاگ نہ سکے''...... چوہان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ۔ بتاؤ کہاں ہے اس کی رہائش گاہ''...... جولیا نے کہا۔

''پھر تو ہمیں یہاں سے باقاعدہ تیار ہو کر آگے جانا پڑے گا''...... چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ ہم جاتے ہی عمارت پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے عمارت کے باہر اگر ہمیں روکنے کی کوشش کی گئی تو ہم کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بلیک گھوسٹ نے اپنی جتنی بھی فوج بنا رکھی ہو گی وہ کریمنلز ہی ہوں گے اس لئے ان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا جو نظر آئے اسے اڑا دینا''...... جولیا نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ہم اسلحہ آپس میں تقسیم کر لیں''...... صدیقی نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سڑک دور دور تک خالی تھی اور موڑ ہونے کی وجہ سے وہاں کوئی رہائش گاہ بھی نزدیک نہیں تھی البتہ وہاں درختوں کی بہتات تھی۔ اس لئے صفدر نے جا کر اپنی کار کی ڈگی کھولی اور اس میں سے

اسلحہ سے بھرا ہوا بیگ نکال لیا اور پھر اس نے ان سب میں اسلحہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

ان کے پاس مشین پسٹل، ان کے میگزین، راڈز بلاسٹرز اور منی میزائل گنیں بھی تھیں اس کے علاوہ ان کے پاس ایسی منی میزائل گنیں بھی تھیں جن میں سگار جیسے میزائل موجود تھے جن سے کسی مضبوط ترین جدید ٹینک کو بھی تباہ کیا جا سکتا تھا۔

صفدر، چیف کی ہدایات پر ریڈ بلاکرز بھی لے آیا تھا۔ اس نے، کیپٹن شکیل اور جولیا نے رانا ہاؤس سے اسلحہ لیتے وقت وہیں اپنے لباسوں کے نیچے ریڈ بلاکرز پہن لئے تھے جو جھلی جیسے باریک لباس تھے اور کرسٹل فائبر آپٹیکل گلاس وائرز سے بنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے نہ تو انہیں کوئی گولی چھو سکتی تھی اور نہ ہی ان پر کسی بم کا کوئی اثر ہو سکتا تھا۔ صفدر نے چار کرسٹل فائبر آپٹیکل گلاس وائرز سے بنے ہوئے لباس جو ریڈ بلاکرز تھے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو دیئے جو لباس لے کر درختوں کے پیچھے چلے گئے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ تیار ہو کر واپس آ گئے اور پھر وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں کی جانب مڑ گئے۔ چند ہی لمحوں میں ان کی گاڑیاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگی جا رہی تھیں۔ صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے چونکہ پہلے ہی بلیک گھوسٹ کی رہائش گاہ دیکھ رکھی تھی اس لئے اس کی کار آگے تھی اور صفدر اس کے پیچھے اپنی کار دوڑا رہا تھا۔ ان سب نے کانوں میں منی مائیکرو فون لگا لئے تھے جن کے

ساتھ حساس مائیک بھی لگے ہوئے تھے جو سب ایک دوسرے سے لنکڈ تھے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے باتیں کر بھی سکتے تھے اور ایک دوسرے کی باتیں سن بھی سکتے تھے۔

صدیقی مختلف راستوں سے ہوتا ہوا کالونی کے ایسے حصے میں آ گیا جہاں ایک سڑک کے موڑ پر انہیں واقعی قلعے نما ایک بہت بڑی عمارت دکھائی دی جس کی دیواریں کافی اونچی تھیں اور دیواروں پر باڑ لگی ہوئی تھی۔ عمارت کے باہر انہیں جگہ جگہ سادہ لباس والے افراد دکھائی دے رہے تھے جو شکل و صورت سے ہی چھٹے ہوئے بدمعاش دکھائی دے رہے تھے۔ ان کاروں کو آتے دیکھ کر سامنے موجود چند بدمعاشوں نے اپنے نیفوں میں اڑسے مشین پسٹل اور ریوالور نکال کر ہاتھوں میں لے لئے اور بیچ سڑک پر آ کر رک گئے۔

وہ اس انداز میں سڑک کے درمیان میں آ کر رک گئے تھے جیسے وہ ان کی گاڑیوں کو آگے جانے سے روکنا چاہتے ہوں۔

''کیا کہتی ہیں مس جولیا''...... صدیقی نے سامنے کھڑے بدمعاشوں کی جانب دیکھتے ہوئے مائیک میں جولیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''اُڑا دو انہیں''...... جواب میں جولیا کی کرخت آواز سنائی دی اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اس نے ساتھ بیٹھے ہوئے خاور کی جانب دیکھا اس نے بھی جولیا کی آواز سن لی تھی اس لئے اس

نے مشین پسٹل لوڈ کیا اور اسے دائیں ہاتھ میں لے لیا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے نعمانی اور چوہان نے بھی اپنے پسٹل لوڈ کر لئے تھے۔ صدیقی نے جان بوجھ کر کار کی رفتار دھیمی کر لی تھی تاکہ وہ ان بدمعاشوں کے زیادہ سے زیادہ نزدیک جا سکیں اور اس کے ساتھی اچانک کار سے نکل کر ان پر حملہ کر سکیں۔

سڑک پر آٹھ افراد موجود تھے جو مشین پسٹلز اور ریوالور ہاتھوں میں لئے ان کی ہی جانب متوجہ تھے اور وہ سڑک پر پھیل گئے تھے۔ پھر جب کاروں اور بدمعاشوں کا فاصلہ چند گز کا رہ گیا تو سامنے کھڑے ایک بدمعاش نے انہیں ریوالور کے اشارے سے گاڑی روکنے کا کہا تو صدیقی نے فوراً گاڑی روک لی اس سے پہلے کہ بدمعاش ان کی کار کی طرف آتے اچانک خاور، چوہان اور نعمانی نے اپنی اپنی سائیڈوں کے دروازے کھولے اور مشین پسٹل لے کر بجلی کی سی تیزی سے باہر آ گئے اس سے پہلے کہ سڑک پر موجود بدمعاش کچھ سمجھتے اچانک ماحول مشین پسٹلوں کے تڑتڑانے کی تیز آوازوں کے ساتھ چند انسانی چیخوں سے بھی گونج اٹھا۔ خاور، چوہان اور نعمانی نے کار سے نکلتے ہی سامنے موجود افراد پر فائرنگ کر دی تھی جس کے نتیجے میں وہ چیختے ہوئے وہیں ڈھیر ہو گئے تھے۔ کچھ نے دائیں بائیں چھلانگیں لگا کر اپنی جانیں بچانے کی کوششیں کی تھیں لیکن چوہان اور نعمانی نے ان پر بھی گولیاں برسا دیں اور وہ بھی سڑک پر گرے تڑپتے دکھائی دیئے۔ جیسے ہی سڑک

پر بدمعاشوں کی لاشیں گریں اسی لمحے پچھلی کار سے جولیا اور اس کے ساتھی اپنا اسلحہ لے کر باہر آ گئے۔

''ہم فرنٹ کی طرف سے حملہ کرتے ہیں تم چاروں جا کر عمارت کے پچھلے حصے سے حملہ کرو انہیں سنبھلنے کا کوئی موقع نہیں ملنا چاہئے''...... جولیا نے چیختے ہوئے کہا تو صدیقی جو کار سے نکل رہا تھا وہ فوراً واپس کار میں بیٹھ گیا۔ جولیا کی بات سنتے ہی چوہان، خاور اور نعمانی بھی کار کی جانب لپکے اور دوسرے لمحے صدیقی کار تیزی سے آگے بڑھا لے گیا۔ کافی فاصلے پر انہیں چند اور مسلح افراد بھاگ کر اس طرف آتے دکھائی دے رہے تھے۔ دائیں طرف ایک موڑ تھا جس کے دوسرے کنارے پر وہ قلعہ نما عمارت تھی۔ جولیا اور اس کے ساتھیوں نے اپنی کار وہیں چھوڑ دی تھی اور بھاگتے ہوئے اس عمارت کی جانب بڑھے ابھی وہ موڑ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک انہیں موڑ سے مزید دس افراد نکل کر اس طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ انہوں نے مڑتے ہی جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل کو دیکھ لیا تھا اور انہیں دیکھتے ہی مسلح افراد نے ان پر ایک ساتھ فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ مسلح افراد کو دیکھ کر جولیا اور اس کے ساتھیوں نے رکنے کی بجائے مسلسل ان کی طرف بھاگتے ہوئے ان پر گولیوں کی بوچھاڑیں کرنا شروع کر دی۔ ان تینوں نے چونکہ ریڈ بلاکرز پہن رکھے تھے اس لئے ان پر بھلا مسلح افراد کی چلائی ہوئی گولیوں کا کیا

اثر ہو سکتا تھا۔ گولیاں ان کے جسموں سے ٹکرا ٹکرا کر اچٹ رہی
تھیں لیکن ان کی چلائی ہوئی گولیوں سے بدمعاشوں کی لاشیں گرنا
شروع ہو گئی تھیں۔ موڑ مڑنے والے تمام افراد ان کی گولیوں کا
شکار ہو کر وہیں گر گئے اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے موڑ کی طرف آ
گئے۔ موڑ مڑتے ہی انہیں چھ اور افراد اپنی طرف آتے دکھائی
دیئے تو جولیا نے فوراً اپنی جیب سے ایک راڈ بلاسٹر نکالا اور اس کے
سرے پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کر کے راڈ پوری قوت سے ان
بدمعاشوں کی طرف پھینک دیا۔ راڈ جیسے ہی ان بدمعاشوں کے
قریب گرا ایک زور دار دھماکہ ہوا اور ان چھ کے چھ بدمعاشوں کے
پرخچے اُڑتے نظر آئے۔

''دائیں بائیں کناروں کی طرف بھی مسلح افراد موجود ہیں۔
انہیں بھی نشانہ بناؤ۔ ہمیں سامنے گیٹ کی جانب جانا ہے''...... جولیا
نے چیختے ہوئے کہا تو صفدر اور کیپٹن شکیل فائرنگ کرتے ہوئے
سڑک کے دائیں بائیں موجود درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے مسلح
غنڈوں پر فائرنگ کرنا شروع ہو گئے۔ جبکہ جولیا سڑک پر موجود باقی
افراد کو مشین پسٹل اور راڈ بلاسٹر سے ہلاک کرتی ہوئی قلعہ نما
عمارت کے بڑے سے پھاٹک جیسے گیٹ کی جانب بھاگتی چلی گئی۔
گیٹ کے پاس بھی آٹھ دس مسلح افراد موجود تھے جنہوں نے گیٹ
کے سامنے مورچے بنا رکھے تھے وہ ریت کی بوریوں کے پیچھے چھپے
ہوئے تھے اور انہوں نے ہیوی مشین گنیں سنبھال رکھی تھیں۔ جولیا

اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی انہوں نے ان پر فائرنگ کرنا
شروع کر دی تھی۔ ریڈ بلاکرز ہونے کے باوجود جولیا خود کو گیٹ اور
دوسری اطراف سے آتی ہوئی گولیوں سے بچانے کے لئے زگ
زیگ انداز میں بھاگتی ہوئی گیٹ کی جانب بڑھی جا رہی تھی۔
بھاگتے بھاگتے اس نے ایک اور راڈ بلاسٹر نکال کر اس کا بٹن آن
کر دیا تھا اور پھر وہ جیسے ہی گیٹ کے نزدیک پہنچی اس نے پوری
قوت سے راڈ گیٹ کے سامنے بنے مورچے کی جانب اچھال دیا۔
راڈ اُڑتا ہوا جیسے ہی مورچے کی جانب گیا وہاں موجود افراد نے
مورچے میں چھپنے اور دائیں بائیں چھلانگیں لگانے کی کوشش کی لیکن
راڈ ٹھیک ان کے مورچے میں گرا۔ دوسرے لمحے ایک زور دار
دھماکہ ہوا آگ کے شعلوں کے ساتھ انسانی ٹکڑے سے اُڑے اور
سامنے پڑی ہوئی ریت کی بوریاں بھی ہوا میں اُڑ کر سڑک پر
آ گریں۔ اسی لمحے سڑک کے دائیں طرف موجود ایک درخت سے
جولیا پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی جولیا کو اپنے دائیں کاندھے اور پہلو
میں زور دار جھٹکے لگے تو وہ زخمی ناگن کی طرح پلٹی۔

دائیں طرف سڑک کے کنارے پر ایک بدمعاش مشین گن لئے
حیرت سے آنکھیں پھاڑے جولیا کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اسی نے
جولیا پر فائرنگ کی تھی اور اس نے گولیاں جولیا کو لگتے بھی دیکھی
تھیں لیکن یہ دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا کہ گولیاں لگنے کے
باوجود جولیا کو کچھ نہیں ہوا تھا وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ جولیا کے

لباس کے نیچے ریڈ بلا کر لباس موجود ہے۔ اس سے پہلے کہ جولیا کو اپنی طرف مڑتے دیکھ کر وہ درخت کی آڑ میں جاتا جولیا کے مشین پسٹل سے شعلے نکلے اور بدمعاش کے جسم میں گم ہوتے چلے گئے۔ بدمعاش کے منہ سے زور دار چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے جا گرا اور بری طرح سے تڑپنے لگا اور پھر ساکت ہو گیا۔ جولیا نے گیٹ کی طرف دیکھا۔ اس طرف اب کوئی نہیں تھا۔ جولیا نے دائیں طرف موجود درختوں کی طرف فائرنگ کرتے ہوئے ایک بار پھر گیٹ کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔ گیٹ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ بلیک گھوسٹ نے واقعی اپنی حفاظت کے لئے اس عمارت کو کسی جنگی قلعے جیسا بنا رکھا تھا۔ عمارت کے چاروں طرف مسلح افراد کی فوج تھی۔ جو بھاگ بھاگ کر ان کی طرف آ رہی تھی۔ پھر اچانک جولیا نے دائیں طرف موجود ایک دوسری سڑک سے ایک جیپ نکل کر اس طرف آتے دیکھی۔ جیپ میں چار افراد موجود تھے جن میں سے ایک جیپ ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ ایک شخص سائیڈ والی اور ایک شخص پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس نے جیپ کے اوپر بنے ہوئے راڈ پر ایک ہیوی مشین گن فکس کی ہوئی تھی۔ انہیں گیٹ کے پاس جولیا دکھائی دی تھی جسے دیکھتے ہی مشین گن بردار نے مشین گن کا منہ کھول دیا تھا۔ ہیوی مشین گن کی زور دار آوازوں سے ماحول بری طرح سے لرز اٹھا اور جولیا کے ارد گرد زمین اور عمارت کی دیواروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُڑتے چلے گئے۔

جیپ تیزی سے اس کی جانب بڑھی آ رہی تھی یہ دیکھ کر جولیا نے فوراً اپنی کمر کے گرد بندھی ہوئی بیلٹ سے منی میزائل گن نکالی اور پھر اس نے گن کا رخ جیپ کی طرف کرتے ہی بٹن پریس کر دیا۔ گن کی نال سے شرارے برساتا ہوا ایک سگار جیسا میزائل نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے جیپ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ میزائل جیپ کے فرنٹ سے ٹکرایا اور ایک زور دار دھماکے سے جیپ کے پرخچے اُڑتے چلے گئے۔ اس میں بیٹھے چاروں افراد کے بھی ٹکڑے اُڑ گئے تھے۔ جیپ کا جلتا ہوا ڈھانچہ ہوا میں اچھل کر نیچے گرا تھا اور دھڑا دھڑ جلنا شروع ہو گیا تھا۔

''مس جولیا۔ گیٹ کی طرف دیکھیں''...... اچانک صفدر نے چیختے ہوئے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا جو کیپٹن شکیل کے ساتھ بھاگتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ جولیا نے پلٹ کر گیٹ کی جانب دیکھا تو اسے گیٹ کے ساتھ والی دیوار میں ایک بڑا سا چوکھٹا سا کھلتا دکھائی دیا جس میں سے ایک بڑی گن کی موٹی سی نال نکل کر باہر آ رہی تھی۔ یہ میزائل لانچر کی نال تھی جو اس چوکھٹے سے نکل رہی تھی تاکہ آنے والے حملہ آوروں کو میزائل سے نشانہ بنایا جا سکے۔ نال چوکھٹے سے کافی حد تک نکل کر باہر آ گئی تھی اور نال کا رخ مشینی انداز میں گھومتا ہوا نیچے کی طرف ہو رہا تھا جیسے میزائل سے ڈائریکٹ انہیں نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ میزائل لانچر دیکھتے ہی جولیا نے اپنی منی میزائل گن کا منہ اس کی طرف کیا اور

گن کا بٹن پریس کر دیا۔ اس کی گن سے ایک اور سگار جیسا میزائل نکلا اور اس چوکھٹے میں گھستا چلا گیا جہاں سے لانچر کی نال باہر آ رہی تھی۔ دوسرے لمحے ایک زور دار دھماکہ ہوا اور دیوار کا بہت بڑا حصہ ٹوٹ کر باہر سڑک پر آ گرا۔ اس کے ساتھ ایک میزائل لانچر بھی باہر آ گرا تھا جو خون سے بھرا ہوا تھا۔ جولیا کے منی میزائل نے میزائل فائر کرنے والے شخص کو بھی ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

اسی لمحے انہیں سڑک کے دائیں بائیں سے کئی جیپیں مسلح افراد سے بھری ہوئی نکل کر اس طرف آتی دکھائی دیں تو صفدر اور کیپٹن شکیل نے بھی اپنی منی میزائل گنیں نکال لیں۔

”تم دونوں ان گاڑیوں کو سنبھالو میں گیٹ اڑاتی ہوں۔ بلیک گھوسٹ نے تو یہاں واقعی ایک جنگی قلعہ بنا رکھا ہے“...... جولیا نے تیز لہجے میں کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلائے اور وہ دونوں دائیں بائیں سے آنے والی جیپوں کی جانب متوجہ ہو گئے اور پھر ان کی میزائل گنوں سے منی میزائل نکل نکل کر ان جیپوں سے ٹکرانے لگے اور ماحول انتہائی زور دار دھماکوں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ عمارت کی دوسری طرف سے بھی زور دار دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں شاید فور سٹارز نے بھی بدمعاشوں کی فوج کا قلع قمع کرنا شروع کر دیا تھا۔

جولیا گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹتی چلی گئی اور پھر اس نے سڑک کے دوسرے کنارے پر موجود درختوں کے

پاس جا کر میزائل گن کا رخ گیٹ کی طرف کیا اور بٹن پریس کرتی چلی گئی۔ اس کی گن سے یکے بعد دیگرے چار میزائل نکلے اور گیٹ کے اوپر سے ہوتے ہوئے دوسری طرف جا گرے۔ ابھی دوسری طرف زور دار دھماکے شروع ہوئے ہی تھے کہ جولیا نے میزائل گن سے گیٹ کے کناروں کی طرف بھی میزائل برسا دیئے۔ دو دو میزائل ایک ساتھ گیٹ کے کناروں پر پڑے تو زور دار دھماکے ہوئے اور گیٹ کی سائیڈ کی دیواریں اکھڑتی چلی گئیں اور گیٹ اچھل کر عمارت کے اندر جا گرا۔ جیسے ہی گیٹ عمارت کے اندر گرا۔ وہاں ہر طرف دھول کا طوفان سا اٹھتا دکھائی دیا۔ جولیا نے فوراً میزائل گن اپنی جیب میں ڈالی اور دوسری جیب سے اس نے دو راڈ بلاسٹر نکالے اور ان کے بٹن پریس کر کے تیزی سے گرے ہوئے گیٹ کی جانب بھاگتی چلی گئی۔ اس نے تیز تیز چلتے ہوئے دونوں راڈز پوری قوت سے دائیں بائیں پھینک دیئے۔ یکے بعد دیگرے دو ہولناک دھماکے ہوئے اور آگ کے شعلے اٹھتے دکھائی دیئے تو جولیا نے بیلٹ میں اڑسا ہوا مشین پسٹل نکالا اور بجلی کی سی تیزی سے اندر کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

کیپٹن شکیل اور صفدر نے دونوں اطراف سے آنے والی تین تین جیپوں کو میزائل گنوں سے تباہ کر دیا تھا۔ انہوں نے گیٹ اڑتے اور جولیا کو اندر جاتے دیکھا تو وہ بھی میزائل گنیں اور مشین پسٹل لئے اس کی طرف بھاگتے چلے گئے۔

جولیا نے گیٹ اُڑانے سے پہلے اندر میزائل برسائے تھے اور گیٹ اُڑتے ہی اس نے دائیں بائیں راڈ بلاسٹر پھینک دیئے تھے جن کی وجہ سے وہاں جگہ جگہ آگ لگ گئی تھی اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا تھا۔ دھوئیں میں بھاگتے ہوئے وہ آگے بڑھے تو ان پر مختلف اطراف سے فائرنگ ہونا شروع ہو گئی۔ جولیا نے مشین پسٹل سے مسلسل فائرنگ کرنا شروع کر دی تھی جبکہ جن اطراف سے فائرنگ ہو رہی تھی اس طرف کیپٹن شکیل اور صفدر نے میزائل گنوں سے منی میزائل فائر کرنے شروع کر دیئے اور عمارت فائرنگ کی تیز آوازوں کے ساتھ زور دار دھماکوں سے بری طرح سے لرزنا شروع ہو گئی۔

جولیا اور اس کے ساتھی اپنے ساتھ کافی اسلحہ لائے تھے۔ صدیقی نے جولیا کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ انہیں کس قسم کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس لئے وہ پوری تیاری سے وہاں پہنچے تھے اور انہیں یہاں آ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جیسے کسی مجرم کا نہیں بلکہ کسی پرانے زمانے کے بادشاہ کا جنگی قلعہ فتح کرنے آئے ہوں۔

چاروں طرف باؤنڈری وال تھی جس کے وسطی احاطے میں ایک بہت بڑی رہائشی عمارت تھی۔ عمارت کے چاروں طرف مسلح افراد موجود تھے جو ان پر مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن ان جیالوں کو روکنا بھلا ان

عام بدمعاشوں کے بس کی بات کہاں تھی۔ فائرنگ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ان پر ہینڈ گرنیڈ بھی پھینک رہے تھے اور ایک دو بار ان پر ایم فورٹی بم بھی پھینکے گئے تھے لیکن ان بموں کے پھٹنے سے پہلے ہی وہ تینوں چھلانگیں لگا کر دور ہٹ گئے تھے جہاں ایم فورٹی بم پھٹے تھے وہاں آگ کے الاؤ سے بھڑک اٹھے تھے۔ یہ ایم فورٹی وہی راڈز بم تھے جن سے بلیک گھوسٹ کے بلیک گروپ نے عمران کے فلیٹ کو نشانہ بنایا تھا۔

رہائشی حصے کی چھت پر اور بالکونیوں میں بھی کئی مسلح افراد موجود تھے جو فائرنگ کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر بم بھی پھینک رہے تھے لیکن جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل ریڈ بلاکرز کی وجہ سے محفوظ تھے۔ جہاں بھی مسلح افراد دکھائی دیتے تھے وہ ان پر یا تو فائرنگ کر دیتے تھے یا پھر منی میزائل گنوں سے ان کے ٹکڑے اُڑا دیتے تھے جس کی وجہ سے رہائشی عمارت کی چھت کے کناروں اور بالکونیوں میں موجود مسلح افراد کی لاشیں الٹ الٹ کر نیچے گر رہی تھیں۔

سامنے رہائشی حصے میں اندر جانے کا راستہ تھا۔ وہاں ایک بڑا سا دروازہ تھا جو بند نظر آ رہا تھا۔ صفدر نے جولیا کے کہنے پر دروازے پر منی میزائل فائر کیا تو دھماکے سے دروازے کے پرخچے اُڑتے چلے گئے۔ وہ تینوں چھلانگیں مارتے ہوئے آگے بڑھے اور رہائش گاہ میں داخل ہو گئے۔ مشین پسٹل خالی ہوتے ہی وہ تیزی سے اس کے میگزین بدل لیتے تھے تاکہ فائرنگ کے تسلسل میں کوئی

فرق نہ آئے۔ رہائشی حصے میں بھی انہیں جگہ جگہ غنڈوں نے گولیوں اور بموں سے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن ان کی کوششیں بے کار ہی ثابت ہو رہی تھیں۔

جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل عمارت میں داخل ہو کر وہاں نظر آنے والے ایک ایک غنڈے کو نشانہ بنا رہے تھے۔ انہیں عمارت میں جو بھی دروازہ بند نظر آتا وہ اسے بم سے اُڑا کر اندر داخل ہو جاتے اور جہاں انہیں مسلح افراد دکھائی دیتے وہ انہیں گولیوں سے بھون دیتے تھے۔ کچھ ہی دیر میں صدیقی اور اس کے ساتھی بھی عمارت میں داخل ہو گئے اور پھر وہ سب جولیا کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے عمارت کے مختلف حصوں میں چلے گئے اور انتہائی شدت سے ہر طرف بلیک گھوسٹ کو تلاش کرنے لگے۔

کمروں میں داخل ہو کر وہ ہر کمرے کی دیواریں اور اس کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھتے تھے کہ ان کے نیچے کوئی تہہ خانہ نہ ہو۔ جیسے ہی انہیں کسی دیوار یا فرش پر شک ہوتا وہ دھماکے سے اس دیوار اور فرش کو اڑا دیتے تھے۔ عمارت کے نیچے کئی تہہ خانے بنے ہوئے تھے۔ وہ چھلانگیں لگا کر تہہ خانوں میں آ گئے تھے اور انہوں نے تہہ خانوں میں بھی موجود کمروں کے دروازوں کو بموں سے اُڑانا شروع کر دیا۔ تہہ خانوں میں بھی انہیں کئی مسلح افراد کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن وہ دن شاید ان بدمعاشوں کے لئے یوم حساب کا تھا موت ہی ان کا مقدر بن رہی تھی۔

جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل نے ان میں سے کئی بدمعاشوں کو پکڑ کر ان سے بلیک گھوسٹ کے بارے میں پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہے لیکن اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ عمارت کے کس حصے میں موجود ہے۔ اس لئے وہ سب عمارت کے ہر حصے کو تباہ کر رہے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ سچ مچ زمین میں چھپے ہوئے بلیک گھوسٹ کو تلاش کر کے ہی دم لیں گے چاہے اس کے لئے انہیں عمارت کا ہر حصہ ہی کیوں نہ اُڑانا پڑے۔

وہ سب بلیک گھوسٹ کو تلاش کرنے کے لئے زخمی شیروں کی طرح عمارت کے ایک ایک حصے میں بھاگ رہے تھے تہہ خانوں کو چیک کر رہے تھے لیکن بلیک گھوسٹ انہیں کہیں بھی دستیاب نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے کانوں میں چونکہ ایئر فون اور مائیک لگے ہوئے تھے اس لئے وہ سب ایک دوسرے کو اپنی پوزیشن کے بارے میں بتا بھی رہے تھے۔ جولیا ایک تہہ خانے میں بھاگتی ہوئی ایک فولادی کمرے کے سامنے آئی۔ دروازہ بند دیکھ کر اس نے منی میزائل گن سے ایک میزائل اس فولادی دروازے پر فائر کر دیا۔ میزائل دروازے سے ٹکرایا اور دروازے کے پرخچے اڑتے چلے گئے۔ جولیا نے دوسرا میزائل فائر کیا تو دروازے کے چوکھٹے کے ساتھ دیوار کا بڑا حصہ بھی دھماکے سے تباہ ہو گیا۔ دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ کمرے کی ایک دیوار میں ایک بڑا سا دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا وہ شاید کسی سرنگ کا دہانہ تھا۔ جولیا جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی

اسے سامنے ایک لمبا تڑنگا اور بھاری جسم والا ادھیڑ عمر تیزی سے اس کھلے ہوئے دروازے کی جانب بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ وہ تیزی سے سرنگ میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ ہی سرنگ کا دروازہ تیزی سے بند ہوتا چلا گیا ابھی دروازہ آدھا ہی بند ہوا ہو گا کہ جولیا اچھل کر فوراً اندر آ گئی۔ اس کی گن سے ایک اور میزائل نکلا اور سرنگ کا بند ہوتا ہوا دروازہ دھماکے سے تباہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جولیا بجلی کی سی تیزی سے سرنگ کی جانب لپکی۔ سرنگ کافی طویل تھی اور وہاں روشنی تھی۔ جولیا کے فائر کئے ہوئے میزائل نے دروازہ دھماکے سے تباہ کر دیا تھا جس کے نتیجے میں سرنگ میں زبردست ارتعاش پیدا ہوا تھا اور لمبا تڑنگا ادھیڑ عمر وہیں اچھل کر منہ کے بل گر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر وہاں سے بھاگتا جولیا تیزی سے سرنگ میں داخل ہو گئی۔

''سٹاپ۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا بلیک گھوسٹ''...... جولیا نے میزائل گن کا رخ ادھیڑ عمر کی جانب کرتے ہوئے کہا۔ ادھیڑ عمر کا ڈیل ڈول اور اس کا اس طرح سے سرنگ میں بھاگنا جولیا کو یقین دلانے کے لئے کافی تھا کہ وہ بلیک گھوسٹ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ جولیا کو اس طرح سرنگ میں داخل ہوتے دیکھ کر ادھیڑ عمر وہیں ساکت ہو گیا تھا اس کے چہرے پر انتہائی خوف کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی نظریں جولیا کے ہاتھ میں موجود منی میزائل گن پر جمی ہوئی تھیں۔

''مم مم۔ میں میں۔ بلیک گھوسٹ نہیں ہوں''...... ادھیڑ عمر نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا لیکن اس کے لہجے میں کھوکھلا پن تھا جسے جولیا نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

جولیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے نزدیک آ گئی اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ ادھیڑ عمر سہما ہوا ضرور دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے کی بناوٹ اور اس کی سرخ سرخ آنکھیں چیخ چیخ کر اس کی خباثت اور اس کی درندگی کا ثبوت دے رہی تھیں۔

''اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ جلدی''...... جولیا نے غرا کر کہا اور ادھیڑ عمر فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نہایت خوف کے تاثرات تھے۔

''اگر تم بلیک گھوسٹ نہیں ہو تو کون ہو''...... جولیا نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مم مم۔ میرا نام پریم کمار ہے۔ پریم کمار''...... ادھیڑ عمر نے اسی انداز میں کہا۔

''کون پریم کمار۔ اگر تم پریم کمار ہو تو بلیک گھوسٹ کون ہے۔ کہاں ہے وہ''...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

''مم مم۔ میں نہیں جانتا۔ یہ بلیک گھوسٹ کی رہائش گاہ ضرور ہے لیکن وہ اس عمارت میں کہاں رہتا ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ وہ یہاں تہہ خانے میں رہتا ہے''...... پریم کمار نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

ادھیڑ عمر خود کو موجودہ سچوئیشن میں سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جولیا ایک منجھی ہوئی لیڈی ایجنٹ تھی وہ اس کے لہجے سے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

''ٹھیک ہے۔ چلو۔ سرنگ سے باہر نکلو۔ میں تم سے باہر چل کر بات کرتی ہوں''...... جولیا نے غرا کر کہا تو پریم کمار نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ جولیا سے واقعی خوفزدہ ہو گیا ہو۔ اس نے جھک کر اپنا بریف کیس اٹھانا چاہا تو جولیا نے اسے روک دیا۔

''پڑا رہنے دو اسے یہیں اور چلو یہاں سے''...... جولیا نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پریم کمار نے بریف کیس وہیں چھوڑ دیا۔ پھر وہ جولیا کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ اسی کمرے کی جانب چل پڑا جہاں سے وہ سرنگ میں داخل ہوا تھا۔ وہ اچانک حملہ نہ کر دے اس کے لئے جولیا تیار تھی۔ جیسے ہی پریم کمار اس کے نزدیک سے گزرنے لگا جولیا سائیڈ میں ہوگئی اور پریم کمار اس کے قریب سے ہوتا ہوا کمرے کی طرف چلا گیا۔

''مجھے شاید بلیک گھوسٹ مل گیا ہے۔ تم سب میرے پاس آ جاؤ''...... جولیا نے مائیک میں اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر سپیشل کوڈ میں کہا۔

''او کے۔ کہاں ہیں آپ''...... ایئر فون میں صفدر کی آواز سنائی دی تو جولیا نے اسے اس کمرے کی لوکیشن کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

ادھیڑ عمر جس نے اپنا نام پریم کمار بتایا تھا وہ ٹوٹی ہوئی دیوار سے گزر کر کمرے میں گیا تو جولیا بھی اس کے پیچھے کمرے میں آ گئی۔ جولیا نے پہلے کمرے پر توجہ نہیں تھی مگر اب کمرے کی سجاوٹ اور وہاں موجود قیمتی سامان دیکھ کر جولیا کو اور زیادہ یقین ہو گیا کہ اس کے سامنے پریم کمار نہیں بلکہ بلیک گھوسٹ ہی تھا جو جان بوجھ کر اس سے اپنی شناخت چھپانے کی کوشش میں جھوٹ بول رہا تھا۔

''بس یہیں رک جاؤ''...... جولیا نے ادھیڑ عمر سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ فوراً رک گیا۔

''گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ جاؤ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر گردن کے پیچھے رکھ لو''...... جولیا نے کرخت لہجے میں کہا تو ادھیڑ عمر نے جولیا کی جانب ترحم بھری نظروں سے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر بھوکی شیرنی جیسا غضب دیکھ کر وہ فوراً گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا اور اس نے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ لئے۔ چند ہی لمحوں میں اس کے ساتھی وہاں آ گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر کی جانب دیکھنے لگے۔

''کیا یہ ہے بلیک گھوسٹ''...... صفدر نے ادھیڑ عمر کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے عبرانی زبان میں جولیا سے پوچھا۔

''مجھے تو یہی لگتا ہے۔ اس نے یہاں جس طرح سے کمرہ سجا رکھا ہے اور جب میں نے اس کمرے کا دروازہ میزائل سے اُڑایا تو

یہ کمرے سے نکل کر سرنگ کے راستے فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ سرنگ کا دروازہ بند ہو جاتا میں نے سرنگ کا دروازہ بھی اُڑا دیا تھا۔ لیکن اب یہ اس بات سے انکار کر رہا ہے کہ یہ بلیک گھوسٹ ہے“...... جولیا نے بھی اسی زبان میں کہا۔

”ہونہہ۔ ابھی پتہ چل جائے گا کہ یہ کون ہے۔ آپ مجھے صرف دس منٹ دے دیں مس جولیا پھر دیکھیں یہ کس طرح سے ہمارے سامنے سچ بولتا ہے“...... خاور نے آگے بڑھ کر کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ۔ باہر کی کیا پوزیشن ہے“...... جولیا نے پوچھا۔

”ہم نے عمارت کا ایک ایک حصہ دیکھ لیا ہے اور جو بھی ہمارے سامنے آیا تھا ہم نے اسے ختم کر دیا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق باہر اب کوئی بھی زندہ شخص موجود نہیں ہے“...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر بھی ہمیں احتیاط کی ضرورت ہے۔ تم چاروں باہر جا کر دھیان رکھو۔ میں اس سے خود پوچھ گچھ کر لوں گی“...... جولیا نے کہا تو ان چاروں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ ادھیڑ عمر ان سب کی جانب بڑی خوف بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں وہاں سے باہر چلے گئے۔ اب کمرے میں ادھیڑ عمر، جولیا، صفدر اور کیپٹن شکیل موجود تھے۔

”اسے بے ہوش کر کے باندھ دوں تاکہ اس سے آسانی سے پوچھ گچھ کی جا سکے“...... صفدر نے جولیا سے پوچھا۔

”نہیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیپٹن شکیل تم سرنگ میں جاؤ۔ وہاں اس کا ایک بریف کیس موجود ہے۔ اسے اٹھا کر لے آؤ۔ اس میں شاید کچھ ایسا مل جائے جس سے پتہ چل سکے کہ یہ بلیک گھوسٹ ہے یا نہیں“...... جولیا نے پہلے صفدر سے اور پھر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا تو کیپٹن شکیل سر ہلا کر سرنگ کے ٹوٹے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

جولیا نے میزائل گن اپنی جیب میں ڈالی اور اس کی جگہ دوسری جیب سے مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے مشین پسٹل کا میگزین نکالا تو اس میں کوئی گولی موجود نہیں تھی۔ جولیا نے خالی میگزین نکال کر ایک طرف اچھالا اور اس کی جگہ بھرا ہوا میگزین مشین پسٹل میں لگا لیا۔

”تو تم پریم کمار ہو۔ بلیک گھوسٹ نہیں۔ یہی کہا ہے نا تم نے“...... جولیا نے اس کی جانب تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں بلیک گھوسٹ کے ساتھ کام ضرور کرتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کہاں موجود ہے۔ وہ اپنا چہرہ میک اپ کے نقاب میں چھپائے رکھتا ہے۔ کسی نے آج تک اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا ہے“...... ادھیڑ عمر نے اسی انداز میں کہا تو جولیا کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے اچانک ادھیڑ عمر کے دائیں طرف فائرنگ کر دی۔ تڑتڑاہٹ کے

ساتھ کئی گولیاں ادھیڑ عمر کے دائیں طرف دبیز قالین میں گھستی چلی گئیں اور فائرنگ کی آواز سن کر ادھیڑ عمر بوکھلائے ہوئے انداز میں بائیں طرف ہو گیا جیسے اس نے بے اختیاری طور پر خود کو گولیوں سے بچانے کی کوشش کی ہو۔

''تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے بلیک گھوسٹ۔ میں سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا جانتی ہوں۔ اس بار تو میں نے تم پر فائرنگ نہیں کی لیکن اگر تم نے دوبارہ مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو میں مشین پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے جسم میں اتار دوں گی۔ تم اگر بلیک گھوسٹ ہو تو میں بھی کسی ریڈ موٹیری سے کم نہیں ہوں اور مجھے یہ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ریڈ موٹیری خونخوار شیرنی کو کہتے ہیں''...... جولیا نے حلق کے بل غراتے ہوئے کہا۔

''نن نن۔ نہیں نہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مم۔ مم۔ میں......''
ابھی ادھیڑ عمر نے اتنا ہی کہا تھا کہ جولیا کے مشین پسٹل سے پھر تڑتڑاہٹ ہوئی اور اس بار گولیاں ادھیڑ عمر کے ٹھیک سر کے اوپر سے گزرتی چلی گئیں۔

''آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ سچ بتا دو اور اپنی جان بچا لو۔ اگر تم بلیک گھوسٹ نہیں ہو تو پھر میں تمہیں ہلاک کرنے میں ایک لمحے کا بھی وقت ضائع نہیں کروں گی۔ تمہیں اب تک یقیناً اس بات کا پتہ چل چکا ہو گا کہ اس رہائش گاہ کے اندر اور باہر تمہارے جتنے بھی وفادار تھے وہ سب ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہم

یہاں بلیک گھوسٹ کو زندہ پکڑنے کے لئے آئے ہیں اس کے علاوہ ہم یہاں کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے''...... جولیا نے اسی انداز میں کہا اور ادھیڑ عمر کا رنگ زرد ہو گیا وہ بے اختیار جولیا اور صفدر کی جانب دیکھتا ہوا اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل سرنگ سے اس کا بریف کیس اٹھا کر واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بریف کیس دیکھ کر ادھیڑ عمر کے جسم میں کپکپی سی طاری ہو گئی جیسے اس کی جان نکل کر کیپٹن شکیل کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہو۔

''یہ تمہارا بریف کیس ہے۔ بریف کیس کھلا تو ہو سکتا ہے کہ اس سے تمہاری اصلیت ہمارے سامنے آ جائے۔ ایسی صورت میں ہم تمہارا کیا حشر کریں گے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنی زبان کھول دو اور مان لو کہ تم ہی بلیک گھوسٹ ہو''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں ہاں۔ میں ہی گھوسٹ ہوں۔ بلیک گھوسٹ۔ میں بلیک گھوسٹ ہی ہوں۔ بس''...... ادھیڑ عمر نے بری طرح سے چیختے ہوئے انداز میں کہا اور اس کا جواب سن کر ان تینوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں آ گئیں۔

''گڈ شو۔ اب بتاؤ کہ تم نے عمران کے فلیٹ پر کس کے کہنے پر حملہ کیا تھا''...... جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''وہ عمران کا فلیٹ تھا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم

تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجاہد بلڈنگ کے فلیٹ نمبر دو سو میں عمران صاحب رہتے ہیں تو میں کسی بھی صورت میں وہاں اپنے آدمی نہ بھیجتا۔ میں نے عمران صاحب کے فلیٹ کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر وہاں جو اٹیک کرایا تھا وہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اتنی بڑی غلطی کہ تم سب نے میری برسوں کی کمائی ہوئی دولت اور میری طاقت لمحوں میں ختم کر دی ہے۔ میں ہمیشہ سے ہی پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچتا آیا تھا لیکن اس بار شاید میرے مقدر ہی خراب تھے کہ میں نے عمران صاحب اور ان کے شاگرد پر اٹیک کرنے کے لئے اپنا گروپ بھیج دیا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ فلیٹ اس علی عمران کا ہے جس کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے تو میں کبھی وہاں اپنا کوئی گروپ نہ بھیجتا''...... ادھیڑ عمر نے روہانسے لہجے میں کہا جو بلیک گھوسٹ تھا۔ بریف کیس میں شاید اس کے خلاف تمام ثبوت موجود تھے جنہیں لے کر وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا اور وہ بریف کیس کیپٹن شکیل کے ہاتھ میں تھا اس لئے بلیک گھوسٹ کے سامنے اب کوئی چارا نہیں تھا کہ وہ ان پر اپنی اصلیت ظاہر کر دے۔

''ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تم جیسا بودا شخص کبھی بھی اپنے طور پر عمران کے فلیٹ اور ان کے شاگرد پر حملہ کرانے کا رسک نہیں لے سکتا ہے۔ بتاؤ۔ کس کے کہنے پر تم نے وہاں اٹیک کرایا تھا۔ بتاؤ۔ ورنہ''...... جولیا نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی

کہ بلیک گھوسٹ نے یہ حملہ کافرستانی سینڈیکیٹ بلیک کوبرا کی ایماء پر کرایا تھا لیکن وہ یہ سب بلیک گھوسٹ کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

''راگھو۔ میں نے راگھو کے کہنے پر بلیک گروپ کو یہ ٹاسک دیا تھا''...... بلیک گھوسٹ نے تھکے تھکے سے انداز میں جواب دیا۔

''کون راگھو۔ کیا وہ کافرستانی جو بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا سربراہ ہے''...... جولیا نے غرا کر پوچھا تو وہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات تھے۔

''تت۔ تت۔ تم اس کے بارے میں کیسے جانتی ہو''...... بلیک گھوسٹ نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''مجھ سے سوال مت کرو۔ جو پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ راگھو ہی بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا باس ہے''...... بلیک گھوسٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اب اس کے پاس چھپانے کے لئے کچھ بھی نہ رہ گیا ہو۔

''کیا تم جانتے ہو کہ وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے خلاف کیا سازش کر رہا ہے اور اس نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کن کن کھلاڑیوں کو خریدا ہے اور کن کو سپیشل ڈوز دے کر اپنے قابو میں کیا ہے''۔ جولیا نے پوچھا اور بلیک گھوسٹ کا چہرہ اور زیادہ حیرت سے بگڑ گیا اس کے شاید تصور میں بھی نہیں تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس قدر باخبر ہوگی کہ انہیں ہر بات کا علم ہو جائے گا۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ بہت بڑی غلطی۔ میں کسی بھی طور پر راگھو کا ساتھ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن ایک تو وہ میرا دوست تھا اور دوسرا میں چونکہ یہاں کافی عرصے سے کام کر رہا ہوں اس لئے مجھ پر اوپر سے بھی دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ میں ہر معاملے میں راگھو کا ساتھ دوں۔ اس لئے میں مجبور تھا۔ بہت مجبور"...... بلیک گھوسٹ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اوپر سے دباؤ۔ مطلب۔ کافرستانی حکومت کی طرف سے تم پر دباؤ تھا"...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں کافرستانی ہوں اس لئے ظاہر ہے مجھ پر کافرستانی حکومت ہی دباؤ ڈال سکتی ہے"...... بلیک گھوسٹ نے جواب دیا۔

"ہونہہ تو اس سازش میں تمہارا بھی اتنا ہی ہاتھ ہے جتنا بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا"...... جولیا نے کہا۔

"نہیں۔ سارا کام راگھو اور اس کا سینڈیکیٹ ہی کر رہا ہے میں تو اسے صرف سپورٹ کر رہا تھا"...... بلیک گھوسٹ نے جواب دیا۔

"کیا سپورٹ کر رہے تھے تم اسے اور اس کا پلان کیا ہے۔ بتاؤ"...... جولیا نے اور زیادہ کڑک کر کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر مشین پسٹل کا برسٹ مارا۔ گولیاں بلیک گھوسٹ کے سر کے قریب سے گزریں تو وہ چیخ مار کر نیچے ہو گیا اور پھر بلیک گھوسٹ کی زبان کسی ریکارڈ کی ہوئی ٹیپ کی طرح چلنا شروع ہو گئی۔

"اب وہ کہاں ہے"...... جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اس سے

پوچھا تو بلیک گھوسٹ نے اسے راگھو کے خفیہ ٹھکانے کے بارے میں بتانا شروع کر دیا جو اسی نے راگھو کو مہیا کیا تھا۔ بلیک گھوسٹ نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ اس نے راگھو اور اس کے بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کو کیا کیا سپورٹ کیا تھا۔ اس میں وہ پلان شامل نہیں تھا جو راگھو اور راون نے کھیل کے میدان کو موت کا میدان بنانے کا بنایا تھا تاکہ وہاں دھماکے کر کے تماشائیوں کو ہلاک کر کے پاکیشیا کے خلاف پروپیگنڈا کھڑا کیا جا سکے کہ پاکیشیا میں فائنل گیم سیکورٹی رسک ہے اور گیم ختم کر کے اسے کافرستان یا کسی اور ملک میں شفٹ کیا جا سکے۔ البتہ اس نے انہیں ان کھلاڑیوں کے بارے میں بتا دیا تھا جنہیں راگھو نے خرید لیا تھا اور جو کھلاڑی نہ بکے تھے اور نہ اس کے سامنے جھکے تھے انہیں کس طرح سے سپیشل ڈوز دے کر اپنے قابو میں کیا گیا تھا اور کس طرح ان کے گھر والوں کو یرغمال بنا کر رکھا گیا تھا۔ ساری حقیقت جان کر ان سب کے خون کھول اٹھے تھے کہ کافرستان تمام اخلاقی اور قانونی قدریں پامال کر کے کس طرح سے محض ایک کھیل جیتنے کے لئے اس قدر گھناؤنی سازش کر رہا ہے۔

"اب کیا کیا جائے۔ انہوں نے جن کھلاڑیوں کو خریدا ہے ان پر نظر رکھنے کے لئے تو انہوں نے کچھ نہیں کیا ہے لیکن فہیم شہزاد سمیت چھ کھلاڑی ایسے ہیں جنہیں انہوں نے سپیشل ڈوز بھی دی ہے اور ان کے گھر والوں کو بھی یرغمال بنا رکھا ہے تاکہ اگر وہ ان

کی مرضی کے مطابق نہیں کھیلیں گے تو وہ ان کھلاڑیوں کے گھر والوں کو نقصان پہنچا دیں گے''...... جولیا نے غصے سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہمیں سب سے پہلے ان کھلاڑیوں کے گھر والوں کے لئے کچھ کرنا چاہئے جنہیں بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے افراد نے یرغمال بنا رکھا ہے۔ ان سب کے لئے بھی ہمیں ایکشن لینا پڑے گا لیکن وہاں ہم ڈائریکٹ ایکشن کرنے کی بجائے دوسرے طریقے پر عمل کریں گے تاکہ کھلاڑیوں کے گھر والوں کو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہاں۔ وہاں ہمیں گیس پسٹل سے کام چلانا ہوگا جس سے وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر ہم مجرموں میں سے ان تمام افراد کو الگ کر دیں گے اور ان تمام مجرموں کو یا تو گرفتار کر کے سوپر فیاض کے حوالے کر دیں گے یا پھر انہیں وہیں ختم کر دیں گے''...... صفدر نے کہا۔

''بلیک کوبرا سینڈیکیٹ پر بھی ہمیں ایسے ہی ہاتھ ڈالنا پڑے گا۔ ٹائیگر کے کہنے کے مطابق جب اس کے دو شارپ شوٹرز نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے غیر ملکی کوچ گراہم ڈوساک کو ٹارگٹ کیا تھا تو انہیں گولڈن سینڈ کے ہری ناتھ نے ہی سپورٹ کی تھی اس کے بعد اب بلیک گھوسٹ سامنے آیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ راگھو کے یہاں اور بھی روابط ہوں اور اسے پتہ چل جائے کہ ہم نے بلیک گھوسٹ کی لنکا

تباہ کر دی ہے تو وہ اس کی دی ہوئی رہائش گاہ چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جائے۔ ایسی صورت میں ہم کس کس سینڈیکیٹ کے پیچھے بھاگتے پھریں گے اور اسے کہاں کہاں تلاش کرتے پھریں گے''...... صفدر نے کہا۔

''تو پھر ہمیں سب سے پہلے راگھو اور اس کے سینڈیکیٹ پر ہی ہاتھ ڈالنا چاہئے۔ وہ ہاتھ آ گیا تو پھر ہم اطمینان سے کھلاڑیوں کے خاندانوں کو یرغمالیوں سے بھی بچا لیں گے''...... جولیا نے کہا۔

''یہی مناسب ہوگا''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تو پھر آپ چیف سے بات کریں اور انہیں سب کچھ بتا دیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ہمیں ایسا ہی مشورہ دیں گے''۔ صفدر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اس کا کیا کرنا ہے''...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔ اس کا اشارہ بلیک گھوسٹ کی جانب تھا جو احمقوں کی طرح ان کی شکلیں دیکھ رہا تھا وہ سب چونکہ عبرانی زبان میں باتیں کر رہے تھے اس لئے شاید اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔

''کرنا کیا ہے۔ یہ بھی بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے جرم میں برابر کا شریک ہے اور اسی نے ہی عمران اور ٹائیگر پر حملہ کرایا تھا۔ اس کے علاوہ یہ ایک ایسا مجرم ہے جو کافرستانی ہو کر پاکیشیا کی نوجوان نسل کی رگوں میں منشیات کا زہر اتار کر انہیں موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے اگر ہم اس کے جرائم کا احاطہ کریں تو یہ کسی بھی رعایت کا

مستحق نہیں ہے۔ اُڑا دو اسے''...... جولیا نے بلیک گھوسٹ کی جانب نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو کیپٹن شکیل نے مشین پسٹل کا رخ بلیک گھوسٹ کی جانب کر دیا۔ یہ دیکھ کر بلیک گھوسٹ کا رنگ اُڑ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اسی لمحے تڑتڑاہٹ ہوئی اور دوسرے لمحے بلیک گھوسٹ بری طرح سے چیختا ہوا الٹ کر گر گیا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

''خس کم جہاں پاک''...... صفدر نے کہا۔

''میں چیف سے بات کرتی ہوں''...... جولیا نے کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر جولیا ریسٹ واچ سے چیف سے بات کرنے کے لئے اس کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع ہو گئی۔

فون کی گھنٹی بجی تو راگھو دادا نے ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... راگھو دادا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''راون بول رہا ہوں باس''...... دوسری جانب سے راون کی آواز سنائی دی۔

''یس راون۔ بولو''...... راگھو دادا نے کہا۔

''کام پورا ہو گیا ہے باس۔ تمام صورتحال اب ہمارے کنٹرول میں ہے''...... راون نے جواب میں کہا۔

''ہونہہ۔ ایسے نہیں۔ مجھے سپیشل کال کرو اور پوری تفصیل بتاؤ''...... راگھو دادا نے سر جھٹک کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں پانچ منٹ تک آپ کو سپیشل کال کرتا ہوں''...... دوسری طرف سے راون نے کہا اور پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ رابطہ ختم ہوتے ہی راگھو دادا نے رسیور کریڈل پر رکھا اور

پھر اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں پڑا ہوا مخصوص ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا ایک بٹن پریس کر کے اسے آن کیا اور اسے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔

پانچ منٹ بعد اچانک ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی مخصوص آواز نکلنا شروع ہو گئی اور ساتھ ہی سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا بلب سپارک کرنے لگا۔ راگھو دادا نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس کا ایک اور بٹن پریس کیا تو ٹرانسمیٹر سے نہ صرف ٹوں ٹوں کی آواز نکلنی بند ہو گئی بلکہ سپارک کرتا ہوا سرخ بلب بھی بند ہو گیا اور ساتھ ہی ایک سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔

”ہیلو ہیلو۔ راون کالنگ۔ ہیلو ہیلو۔ اوور“...... ٹرانسمیٹر سے راون کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”لیس بلیک کوبرا اٹنڈنگ یو۔ اوور“...... راگھو دادا نے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ میں اب آپ کو پوری تفصیل بتاتا ہوں۔ اوور“...... راون نے جواب دیا۔

”بولو۔ میں سن رہا ہوں۔ اوور“...... راگھو دادا نے کہا۔

”میں اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ اسٹیڈیم پہنچ چکا ہوں باس۔ ہم اپنے ساتھ گرین راڈ بم لے گئے ہیں جو چھوٹی چھوٹی سلاخوں کی شکل میں ہیں۔ یہ گرین راڈ ہم نے اپنے جسموں کے ساتھ چپکا لئے تھے جنہیں کسی ڈیٹکٹر سے چیک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے

ہم سیکورٹی کے تمام انتظامات سے گزر کر آسانی سے اسٹیڈیم میں آ گئے تھے۔ میں آپ سے پہلے اسٹیڈیم سے بات کر رہا تھا لیکن اب میں آپ کو اسٹیڈیم میں موجود ایک واش روم سے کال کر رہا ہوں میں نے واش روم میں وائس سکر مشین لگا دی ہے جس کی وجہ سے کوئی میری اور آپ کی آوازیں نہیں سن سکے گا۔ اوور“۔ دوسری طرف سے راون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گرین راڈز۔ یہ تو ریموٹ کنٹرول سسٹم سے چلتے ہیں۔ ان منی بموں سے کیا ہو گا تمہیں تو وہاں زور دار اور خوفناک دھماکے کرنے تھے۔ اوور“...... راگھو دادا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ عام راڈز نہیں ہیں باس۔ میں ڈبل کوٹڈ گرین راڈز کی بات کر رہا ہوں جن سے ہونے والے بلاسٹ سے کسی بڑی عمارت کو بھی آسانی سے اُڑایا جا سکتا ہے اور سو سے زائد افراد کو ایک ساتھ ہلاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ اوور“...... راون نے کہا۔

”اوہ۔ پھر ٹھیک ہے۔ اب ارادہ کیا ہے تمہارا۔ اوور“...... راگھو دادا نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا وہی منصوبہ ہے باس جس کے بارے میں آپ سے میں پہلے ہی ڈسکس کر چکا ہوں۔ ہم یہاں عام تماشائیوں کی طرح رہیں گے۔ تمام انکلوژرز میں ہمارے ساتھی جا کر گرین راڈز چھپا دیں گے۔ کراؤڈ میں چونکہ بے حد رش ہے اس لئے کسی کو ان گرین راڈز کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ گرین راڈز کے

ریموٹ کنٹرول ہم سب کے پاس ہیں۔ پہلے ہم تیل دیکھیں گے اور پھر تیل کی دھار دیکھیں گے اگر فائنل گیم میں ہماری سلیکٹڈ ٹیم آئی اور انہوں نے ویسا ہی کھیل پیش کیا جیسا ہم چاہتے ہیں تو ہم خاموش رہیں گے اور اگر مجھے گیم کا پانسہ پلٹتا نظر آیا تو پھر میں ایک ایک کر کے گرین راڈز بلاسٹ کرنا شروع کر دوں گا جس سے یہاں کافی تباہی ہو گی اور ہزاروں تماشائی ہلاک ہو جائیں گے جس کی وجہ سے لامحالہ کھیل روک دیا جائے گا اور پھر وہی ہو گا جو ہم چاہتے ہیں یعنی فائنل گیم سیکورٹی ریزن کی وجہ سے پاکیشیا سے کافرستان منتقل کرا لی جائے گی۔ اوور''...... راون نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''جہاں بلاسٹ ہونے ہیں وہاں کافرستان سے آئے ہوئے تماشائی بھی تو ہو سکتے ہیں۔ ان کا کیا سوچا ہے تم نے۔ اوور''۔ راگھو دادا نے پوچھا۔

''کافرستان سے آئے ہوئے تماشائیوں کے لئے الگ انتظامات کئے گئے ہیں باس۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ بلاسٹنگ میں کافرستانی بھی ہلاک ہوں تب ہی ہم پاکیشیا پر زیادہ دباؤ ڈال سکیں گے کہ ہم یہ کھیل پاکیشیا میں نہیں کھیل سکتے۔ دوسری صورت میں پاکیشیا ڈبلیو سی سی کو یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ ان دھماکوں میں صرف پاکیشیائی ہی ہلاک ہوئے ہیں کوئی اور نہیں۔ اوور''...... راون نے سفاکی سے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ چند کافرستانیوں کے ہلاک ہونے سے اگر اتنی بڑی خوشی سو کروڑ سے زیادہ کافرستانیوں کے حصے میں آتی ہے تو یہ ہمارے لئے کچھ زیادہ مہنگا سودا نہیں ہو گا۔ بہرحال تم صورتحال دیکھ کر اپنا کام کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں وہاں ایسا کچھ کرنا ہی نہ پڑے اور گیم پکے ہوئے پھل کی طرح ہماری جھولی میں آ گرے۔ اوور''...... راگھو دادا نے کہا۔

''یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں آخری وقت تک انتظار کروں گا۔ جب کافرستانی ٹیم خطرے میں ہو گی اور اس کے جیتنے کے تمام امکانات ختم ہو جائیں گے تب ہی میں اپنے پلان پر عمل کروں گا اس سے پہلے نہیں۔ اوور''...... راون نے جواب دیا۔

''گڈ۔ کیا تماشائی میدان میں جمع ہو چکے ہیں۔ اوور''۔ راگھو دادا نے پوچھا۔

''ابھی تو تماشائیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ہے باس۔ ابھی میدان کافی حد تک خالی ہے۔ اوور''...... راون نے کہا۔

''کھیل کس ٹائم شروع ہو گا۔ اوور''...... راگھو دادا نے پوچھا۔

''ابھی دن کا ایک بجا ہے کھیل پاکیشیا کے اسٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق چار بجے شروع ہو جائے گا۔ اوور''...... راون نے کہا۔

''کیا گرین شرٹس والے وہاں پہنچ چکے ہیں۔ اوور''...... راگھو دادا نے پوچھا۔

''یس باس۔ وہ سب صبح سے ہی یہیں ہیں اور مسلسل پریکٹس کر

رہے ہیں۔ ہماری ٹیم کے کھلاڑی بھی ہیں وہ الگ حصے میں پریکٹس
کرنے میں مصروف ہیں۔ اوور“..... راون نے کہا۔

”جن کھلاڑیوں کو ہم نے خریدا ہے وہ تو وہی کریں گے جو ہم
چاہیں گے لیکن جن کھلاڑیوں کو سپیشل ڈوز دی گئی ہے۔ ان کا کیا
کرنا ہے انہیں اگر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ڈوز نہ دی گئی تو وہ کھیل
شروع ہونے سے پہلے ہی گر جائیں گے۔ اوور“..... راگھو دادا نے
تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”تشویش کی کوئی بات نہیں ہے باس۔ جن کھلاڑیوں کو ڈوز دی
گئی ہے ان کے عزیز ہمارے قبضے میں ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ
ڈوز کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے اس لئے انہیں وقتی توانائی کے
لئے سپیشل ڈوز کی گولیاں دے دی گئی ہیں جیسے ہی وہ اپنی توانائی
میں بگاڑ ہوتا ہوا محسوس کریں گے ایک ایک گولی نگل لیں گے جس
کے بعد وہ دوبارہ نارمل ہو جائیں گے اور انہیں ایسا ہی لگے گا جیسے
وہ پوری طرح سے نارمل ہوں اور کھیل کے اہل ہوں۔ ان کے
پاس اتنی ہی گولیاں ہیں جو وہ کھیل کے دوران اس وقت تک
استعمال کر سکیں گے جب تک ہم انہیں اپنی مرضی سے کھلانا چاہیں
گے اور جب گولیاں ختم ہوں گی تب فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہو
گا۔ اگر کافرستان پہلے ٹاس جیت کر بیٹنگ کا فیصلہ کرے گا تو پھر
ہمیں سپیشل ڈوز میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے انہیں گولیاں دینی پڑیں
گی تاکہ وہ میدان میں کھڑے رہ سکیں لیکن ان کی فیلڈنگ اور

باؤلنگ ٹھیک ڈھنگ سے نہ ہو سکے۔ آپ یہ سب مجھ پر چھوڑ دیں
میں یہ سب آرام سے مینج کر لوں گا۔ اوور“..... راون نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم وہی کرو گے جو کہہ رہے ہو۔
مجھے بس ہر صورت میں کافرستان کی جیت چاہئے اور کچھ نہیں۔ اس
کے لئے تم جو کرنا چاہو اس کے لئے پہلے سے ہی میں نے تمہیں
فری ہینڈ دے رکھا ہے۔ اوور“..... راگھو دادا نے کہا۔

”لیس باس اور آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کو مایوس نہیں
کروں گا۔ جیت تو کافرستان کی ہی ہو گی۔ یہ طے ہے۔ اوور“۔
راون نے جوش بھرے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اوور اینڈ آل“..... راگھو دادا نے کہا اور اس نے
ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر اب بے حد اطمینان تھا۔
اسے یقین تھا کہ راون جو کچھ بھی کہہ رہا ہے وہ ضرور ہو گا اور
کامیابی صرف کافرستان کے ہاتھ ہی آئے گی۔

ہارٹ سٹی کے قدسی اسٹیڈیم میں اس وقت تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ پاکیشیا اور کافرستانی ٹیم میں ہونے والا فائنل میچ کھیلے جانے میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے لیکن لوگوں نے چونکہ دوسرے شہروں سے اور دور دراز سے آنا تھا اس لئے انہوں نے صبح ہوتے ہی گراؤنڈ کی طرف جانا شروع کر دیا تھا اور دوپہر تک اسٹیڈیم تماشائیوں سے بھر چکا تھا۔

اسٹیڈیم میں وی آئی پی اور دوسرے کئی انکلوژرز تھے جہاں ہر طبقے کے افراد میچ دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان میں بچے بوڑھے، جوان اور عورتیں بھی موجود تھیں جو پاکیشیا اور کافرستان کا فائنل میچ لائیو دیکھنا چاہتے تھے۔ ان میں غیر ملکی بھی تھے اور کافرستان سے بھی بے شمار تماشائی اپنی ٹیم کو سپورٹ کرنے کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے جس کے لئے پاکیشائی حکومت کی طرف

سے انہیں سپیشل ویزے جاری کئے گئے تھے۔ ان میں کافرستان کے عام شہری بھی تھے۔ کرکٹ کے سابقہ پلیئرز بھی اور کافرستانی فلم انڈسٹری کے ٹاپ سٹارز بھی۔ کافرستان کے عام شہریوں کے لئے الگ انکلوژر بنایا گیا تھا تاکہ وہ پاکیشیائی تماشائیوں سے دور رہ کر ہی میچ سے لطف اندوز ہو سکیں اور کافرستان سے جو وی آئی پیز شخصیات آئی تھیں ان کے لئے وی آئی پی انکلوژر ہی منتخب کئے گئے تھے۔

پہلے تو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ فائنل میچ دیکھنے کے لئے کافرستان کے پرائم منسٹر اور پریزیڈنٹ کو بھی پاکیشیا حکومت کی طرف سے انویٹیشن دیا گیا تھا اور انہوں نے فائنل میچ دیکھنے کی حامی بھی بھر لی تھی لیکن پھر پاکیشیا کے سیکورٹی رسک کی وجہ سے انہوں نے پاکیشیا میں فائنل میچ دیکھنے کے لئے آنے سے معذرت کر دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود کافرستان کی کئی اعلیٰ شخصیات بطور خاص فائنل میچ دیکھنے کے لئے پاکیشیا پہنچ گئے تھے جن میں سپورٹس منسٹر، وزارت داخلہ اور وزارت خارجہ سمیت دوسرے کئی منسٹرز اور ان کے سیکرٹریز بھی شامل تھے۔

کافرستان کو چونکہ پاکیشیا کی سیکورٹی رسک کا مسئلہ تھا اس لئے پاکیشیا نے منسٹرز اور دوسری تمام وی آئی پیز شخصیات کے ساتھ کافرستان سے آئے ہوئے عام شہریوں کی حفاظت کا بھی فول پروف انتظام کر لیا تھا۔ سیکورٹی رسک کی وجہ سے کافرستان سے

آنے والے تمام تماشائیوں کو خصوصی انتظام کے تحت خفیہ جگہ رکھا گیا تھا جن کی حفاظت رینجرز کے ساتھ دوسری سیکورٹی فورسز کر رہی تھیں۔ ان تماشائیوں کو ان سیکورٹی فورسز نے اپنی نگرانی میں اسٹیڈیم تک پہنچایا تھا اور اسٹیڈیم میں بھی ان کی حفاظت کے لئے انہوں نے خصوصی انتظامات کئے تھے۔ جن انکلوژرز میں کافرستانی تماشائیوں نے میچ دیکھنا تھا اس کے گرد چاروں طرف باڑ لگا دی گئی تھی اور وہاں مسلح افراد تعینات کر دیئے گئے تھے تاکہ میچ کی پوزیشن جس سمت بھی جا رہی ہو نہ پاکیشیا کے عوام کافرستانیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکیں اور نہ ہی کافرستانی تماشائی پاکیشیائیوں کو نقصان پہنچا سکیں۔ اسی طرح وی آئی پیز گیلریوں میں بھی حفاظت کے خصوصی انتظامات کر دیئے گئے تھے۔

اسٹیڈیم میں آنے والے ہر خاص و عام کو جدید آلات سے چیک کر کے ہی اندر جانے دیا جاتا تھا۔ چونکہ وہاں آنے والے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے اسٹیڈیم کے گرد جتنے بھی دروازے تھے وہ سب کھول دیئے گئے تھے اور وہاں مسلح افراد نے گھیرا ڈال لیا تھا۔ جامہ تلاشی کے ساتھ ساتھ اسٹیڈیم میں جانے والوں کو باقاعدہ سائنسی اور مشینی آلات سے بھی چیک کیا جاتا تھا اور ہر طرح کی تسلی کے بعد ہی انہیں اسٹیڈیم میں داخل ہونے دیا جاتا تھا۔

گراؤنڈ میں مخصوص یونیفارمز میں ورکرز کام کر رہے تھے جو پچ

پر رولر چلاتے ہوئے پچ کی سطح ہموار کر رہے تھے اور باقی افراد گراؤنڈ میں موجود گھاس سے تنکے اور دوسری چیزیں ہٹانے میں مصروف نظر آ رہے تھے۔

پاکیشیائی عوام چونکہ انتہائی جوش و جذبے سے میچ دیکھنے کے لئے آئی تھی اس لئے بہت سے منچلے اپنے ساتھ بینڈز بھی لے آئے تھے اور وہاں موجود تقریباً ہر شخص کے پاس باجے موجود تھے۔ جسے وہ پاکیشیا کے ہر اٹھنے والے اسٹیپس پر استعمال کرنا چاہتے تھے چاہے وہ بلے بازی کے سلسلے میں ہو یا باولنگ کے لئے۔ ایسا ہی سب کچھ کافرستانی تماشائیوں کے پاس بھی تھا وہ بھی اپنی ٹیم کو سپورٹ کرنے کے لئے پوری تیاری سے وہاں آئے تھے۔ ابھی میچ شروع نہیں ہوا تھا لیکن اسٹیڈیم میں ہر طرف سے باجوں، ڈھول تاشوں اور دوسرے میوزک بجنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے پرجوش نعرے گونج رہے تھے۔ کہیں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ 'جیتے گا بھئی جیتے گا۔ پاکیشیا فائنل جیتے گا' تو کہیں سے نعرہ تکبیر، اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی تھیں جس میں بوڑھے بچے اور خواتین بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

کہیں ڈھول اور تاشے بج رہے تھے جہاں منچلے لڑکے اور لڑکیاں والہانہ انداز میں ناچ رہے تھے۔ الغرض ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں میچ شروع ہونے تک خود کو مصروف رکھے ہوئے تھا۔ یہی حال کافرستانی انکلوژر میں بھی دکھائی دے رہا تھا۔ کافرستانی تماشائی

بھی اپنے اپنے راگ الاپ رہے تھے اور پاکیشیائیوں کے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر اپنی ٹیم کی جیت کے نعرے لگا رہے تھے۔

یہ چونکہ ڈے اینڈ نائٹ میچ تھا اس لئے اسٹیڈیم کے چاروں اطراف اونچے اونچے پولز پر ہیوی سرچ لائٹس لگا دی گئی تھیں تاکہ سورج ڈھلتے ہی اس اسٹیڈیم کے ایک ایک حصے کو دن کی روشنی کی طرف منور کیا جا سکے۔ اسی طرح اسٹیڈیم کے ایک طرف الیکٹرک اسکور بورڈ لگا ہوا تھا اور اسٹیڈیم کے دو سائیڈوں پر بڑی بڑی اسکرینیں نصب کر دی گئی تھیں تاکہ اسٹیڈیم میں موجود ہر تماشائی نہ صرف پورے میچ سے لطف اندوز ہو سکے بلکہ ہر بال کا ری پلے بھی دیکھ سکے۔

اسٹیڈیم کے ساتھ ساتھ پاکیشیا اور کافرستان میں بھی اس میچ کی وجہ سے جیسے زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ چونکہ یہ فائنل میچ تھا اس لئے پاکیشیا کے ساتھ ساتھ کافرستان میں بھی عام تعطیل کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ دونوں ممالک کی سڑکیں، گلیاں اور بازار ویران سے ہو کر رہ گئے تھے۔ اسٹیڈیم میں تو میچ دیکھنے والوں کی محدود تعداد تھی لیکن دونوں ملکوں کی کروڑوں کی تعداد میں عوام صبح سے ہی اپنے اپنے گھروں، پارکوں، سینما گھروں اور شہر میں خصوصی طور پر لگائی گئی سکرینوں کے سامنے ڈیرے جما کر بیٹھ گئے تھے تاکہ وہ بھی اسی طرح سے میچ سے لطف اندوز ہو سکیں جس طرح اسٹیڈیم میں موجود تماشائی میچ دیکھ رہے ہوں۔

پاکیشیا میں بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں دن رات اللہ کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر پاکیشیا کی جیت کی دعائیں مانگتے رہے تھے۔ ان میں ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے منتیں مانگ کر میچ شروع ہونے سے پہلے ہی نیازیں دینا شروع کر دی تھیں اور کچھ کرکٹ کے شیدائی ایسے بھی تھے جنہوں نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے جتوانے کے لئے روزے بھی رکھے ہوئے تھے اور انہوں نے یہ قسمیں بھی کھا رکھی تھیں کہ جب تک پاکیشیا کرکٹ ٹیم کھیل کے میدان میں جیت حاصل نہیں کر لیتی اس وقت تک وہ کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔

یہی حال کافرستانیوں کا بھی تھا ان کی تو جیسے نیندیں ہی اُڑی ہوئی تھیں۔ کافرستانی میڈیا نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے بارے میں ایسی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں کہ جیسے پاکیشیا کرکٹ ٹیم جلادوں کی ٹیم ہو اور انہوں نے کافرستانی ٹیم کو ہرانے کے لئے چھریاں اور چاقو تیز کرنا شروع کر دیئے ہوں اور میدان میں اترتے ہی وہ جیسے کافرستانی ٹیم کو ذبح کرنا شروع کر دیں گے۔ ان کے خوف کا یہ عالم تھا کہ ان میں جیت کی خواہش تو ضرور تھی لیکن جیت کے جذبے کی شدید کمی تھی اور پورا کافرستان انہونی طور پر ہی کافرستانی ٹیم کو جیتتے دیکھنا چاہتا تھا ان کا خیال تھا کہ پاکیشیا میں اگر کافرستانی ٹیم جیتی تو یہ اس صدی کی سب سے بڑی انہونی بات ہو گی ورنہ انتہائی باہمت اور انتہائی پرفارم کھلاڑی بھی شاید پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا

مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس کی دو وجوہات بیان کی جا رہی تھیں ایک تو یہ
کہ کافرستانی ٹیم چونکہ پاکیشیا میں کھیل رہی تھی اس لئے ان پر
شدید دباؤ تھا اور ان پر دوسرا شدید دباؤ یہ تھا کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم
نے پچھلے جتنے میچوں میں بھی کامیابیاں حاصل کی تھیں وہ انتہائی
بہترین انداز میں کھیلے تھے جس کی وجہ سے ان کا مورال کافرستانی
ٹیم سے کہیں زیادہ بہتر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کافرستان میں ہر خاص و
عام کا رنگ زرد زرد سا ہو رہا تھا اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں اتنی
تیز تھیں کہ انہیں بمشکل ہی کافرستانی ٹیم جیتتے ہوئے دکھائی دے
رہی تھی۔ اس لئے وہ بھی کسی انہونی کے لئے پوجا پاٹ میں لگے
ہوئے تھے۔

گراؤنڈ میں چاروں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جہاں ہر
طرف مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں
میں پلے کارڈز کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کے جھنڈے بھی دکھائی دے
رہے تھے۔ پروٹوکول کے تحت کافرستانیوں کو بھی کافرستانی جھنڈے
لانے پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی اور انہیں بھی پلے کارڈز مہیا
کر دیئے گئے تھے جن کی ایک طرف چار کا ہندسہ چوکے کے لئے
مخصوص تھا اور دوسری طرف چھ کا ہندسہ چھکے کے لئے مخصوص تھا۔
اسی طرح دونوں ممالک کے تماشائیوں نے اپنے اپنے ملک کی ٹیم
کے کھلاڑیوں کی بڑی بڑی پسندیدہ تصویریں بھی سنبھال رکھی تھیں
اور وہ ان تصویروں کو اٹھائے بار بار لہراتے ہوئے ناچتے دکھائی

دے رہے تھے۔

گراؤنڈ میں اسکور پوائنٹنگ بتانے کے لئے جگہ جگہ اسپیکرز بھی
لگا دیئے گئے تھے تاکہ کمنٹری کرنے والے کی آواز پورے گراونڈ
میں گونج سکے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا لوگوں میں بے چینی کے ساتھ
ساتھ جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ ان کے باجے، ڈھول اور
دوسرے بینڈ بجانے میں شدت آتی جا رہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹوں
کے بعد اسپیکرز آن ہوئے اور پروٹوکول کے تحت دونوں ملکوں کے
عوام کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے اور انہیں باہمت رہنے کی تلقین
کرنے کے لئے کہا جانے لگا۔ اعلان میں کہا جا رہا تھا کہ کرکٹ کا
یہ میچ چونکہ ایک کھیل ہے اس لئے اس کھیل کو دونوں ممالک کے
عوام کھیل سمجھ کر ہی اس پر توجہ دیں۔ اس کھیل کو نہ تو انا کا مسئلہ
بنایا جائے اور نہ ہی گراؤنڈ اور گراؤنڈ کے باہر موجود دونوں ممالک
کے عوام غیر جذباتی ہو کر ایسا کوئی کام کریں جس سے دونوں ملکوں
کی عزت اور وقار کو ٹھیس پہنچ سکے۔ اعلان میں بار بار یہ کہا جا رہا
تھا کہ کھیل ہمیشہ کھیل ہوتا ہے۔ اس میں اگر ایک ٹیم جیتتی ہے تو
دوسری ہارتی بھی ہے۔ ہار جیت والے اس کھیل کے دونوں
پہلوؤں کو اپنے دماغ میں رکھنا چاہئے۔ اگر پاکیشیائی کرکٹ ٹیم اس
میچ میں جیت حاصل کرتی ہے تو کافرستانی عوام کو خوش دلی سے اپنی
شکست تسلیم کرنی چاہئے اور اگر پاکیشیائی ٹیم میچ ہار جاتی ہے تو

پاکیشیائی عوام کو بھی کافرستان کی جیت پر افسوس نہیں ہونا چاہئے اور اس کھیل کو فروغ دینے کے لئے انہیں بھی اتنی ہی عزت دینی چاہئے جتنی کہ وہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں کو ان کی جیت پر دے سکتے ہیں۔

یہ سب اعلان بار بار دہرائے جا رہے تھے لیکن گراؤنڈ میں دونوں ممالک کے تماشائی اپنے اپنے راگ الاپ رہے تھے۔ دونوں ممالک کے تماشائی اپنے ملک کی ٹیم کو کسی بھی صورت میں ہارتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

اعلان کے بعد قاری صاحب نے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا شروع کی تو پاکیشیائی تماشائیوں کے ساتھ ساتھ کافرستانی تماشائی بھی اس کی عزت اور احترام کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر اس کے بعد باری باری دونوں ممالک کے قومی ترانے بجائے جانے لگے۔ چونکہ پاکیشیا اس میچ کی میزبانی کے فرائض انجام دے رہا تھا اس لئے پہلا ترانہ کافرستان کا بجایا گیا تھا جس پر کافرستانی عزت اور احترام سے اپنی اپنی جگہوں پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور جب ان کا قومی ترانہ ختم ہوا تو وہ سب اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد پاکیشیا کا قومی ترانہ نشر کیا جانے لگا تو پاکیشیائی عوام بھی اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سر جھکائے بڑے غور سے ترانے کا ایک ایک لفظ سنتے ہوئے ساتھ ساتھ ترانہ بولنا شروع ہو گئے۔

ترانہ ختم ہوا تو کچھ دیر کے لئے اسپیکر بند کر دیئے گئے جس کے ساتھ ہی گراؤنڈ میں ایک بار پھر شور وغوغا بلند ہونا شروع ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میچ کے تین ایمپائر باہر آئے تو دونوں ممالک کے تماشائی زور زور سے چیخنا شروع ہو گئے۔

تینوں ایمپائرز نے پہلے گراؤنڈ اور پھر پچ کا بغور معائنہ کیا اور پھر انہوں نے آپس میں صلاح و مشورے کے بعد اشارے سے پاکیشیا اور کافرستان کی ٹیموں کو پویلین سے باہر آنے کا اشارہ دے دیا۔ کچھ ہی دیر میں پاکیشیا اور کافرستان کرکٹ ٹیم کے کیپٹن باہر آئے تو ہر طرف سے ان دونوں کے لئے زور دار نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا کپتان فہیم شہزاد تھا جبکہ کافرستانی ٹیم کا کپتان بھوانی سنگھ تھا۔ بھوانی سنگھ بھی آل راؤنڈرز میں شمار ہوتا تھا وہ ٹیم کا کپتان ہونے کے ساتھ ساتھ وکٹ کیپر بھی تھا جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس کی طرف آنے والی بال کسی بھی صورت میں اس کے ہاتھوں سے نکل کر نہیں جاتی تھی۔ وہ وکٹ کے پیچھے مشکل سے مشکل کیچ پکڑنے کا بھی گر جانتا تھا اور اسٹیمپ وکٹ کرنے میں بھی اسے کمال کی مہارت حاصل تھی۔ ادھر بیٹسمین کریز سے نکلا نہیں کہ بھوانی اسے ایک لمحے میں اسٹیمپ آؤٹ کر دیتا تھا۔

بھوانی سنگھ بے حد مسرور اور بے فکر دکھائی دے رہا تھا اس کے چہرے پر فتح کی چمک ابھی سے ہی لہراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی

اور اس کے چہرے پر ایسا غرور دکھائی دے رہا تھا جیسے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی اس کے اور اس کے کھلاڑیوں کے سامنے بچوں کی ٹیم ہو جسے وہ آسانی سے چت کر دیں گے۔

فہیم شہزاد کے چہرے پر بھی آسودگی تھی۔ اس کے چہرے پر تو جیت کا جذبہ دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کا اندر سے کیا حال تھا یہ وہ ہی جان سکتا تھا لیکن اس نے اپنی پریشانی اور اپنے خوف کو چہرے پر نہیں آنے دیا تھا وہ دیکھنے میں انتہائی ہشاش بشاش اور انتہائی پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔ ان دونوں کے گراؤنڈ میں اترتے ہی دونوں ممالک کے تماشائیوں نے اپنے اپنے ملک کی ٹیم کے کپتانوں کا پرجوش استقبال کیا اور ہر طرف سے شور اور ان کے حق میں نعرے لگانے کے ساتھ ساتھ تالیاں بجانے کی آوازیں سنائی دینا شروع ہو گئیں۔

دونوں کپتان بھاگتے ہوئے انداز میں گراؤنڈ میں آئے اور ایمپائرز کے پاس پہنچ گئے۔

ایمپائرز کے ساتھ ان دونوں نے ایک بار پھر گراؤنڈ اور پچ کا معائنہ کیا اور پھر ان ایمپائرز نے ان سے ٹاس کے بارے میں دریافت کیا۔

تینوں ایمپائرز کا تعلق دوسرے ممالک سے تھا۔ ان میں سے ایک کاسٹرائی تھا، ایک گریٹ لینڈ کا ایمپائر تھا اور تیسرا جو تھرڈ ایمپائر کے فرائض سرانجام دیتا تھا اس کا تعلق کیوی ملک سے تھا۔ ان

تینوں کو نیوٹرل ایمپائرنگ کے فرائض انجام دینے کے لئے ہائر کیا گیا تھا اور دونوں ممالک کے کھیل کے اداروں نے باہمی رضا مندی اور ڈبلیو سی سی کی منظوری پر ہی انہیں فائنل میچ میں ایمپائرنگ کے لئے بلایا تھا۔

دونوں ممالک کی ٹیم کے کپتانوں کو بھی ان ایمپائروں پر یقین تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی ملک کی سائیڈ نہیں لے گا اور نیوٹرل ہو کر اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے اپنے فرائض پوری ایمانداری اور پوری توجہ سے انجام دے گا۔

کاسٹرایائی ایمپائر نے جیب سے ایک سکہ نکالا اور اسے ہوا میں اچھالنے کے لئے مخصوص انداز میں انگوٹھے پر رکھ دیا۔ اس نے دونوں کپتانوں کی طرف دیکھا تو دونوں نے ایک ساتھ اسے سکہ اچھالنے کی اجازت دے دی۔ ٹاس کا منظر پوری دنیا کو دکھانے کے لئے ایک کمنٹیٹر اپنے ساتھ مائیک اور ایک کیمرہ مین کو بھی لے آیا تھا جو مسلسل دونوں ٹیموں کے کپتانوں کے چہروں پر موجود جوش اور جذبے کی تعریف میں بولتا جا رہا تھا۔

پاکیشیا اور کافرستان کی ٹیموں کے درمیان چونکہ ٹاس ہو رہا تھا اور اس ٹاس کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جانا تھا کہ کون سے ملک کی ٹیم پہلے بیٹنگ کرے گی اور کون سی فیلڈنگ اس لئے گراؤنڈ میں موجود تماشائیوں میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی اور اب ہر طرف اسپیکروں سے کمنٹیٹر کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔

دونوں کپتانوں کی اجازت ملتے ہی ایمپائر نے سکہ ہوا میں اچھال دیا۔

''ہیڈ''...... سکہ اچھلتے ہی کافرستانی ٹیم کے کپتان بھوانی سنگھ نے تیز آواز میں کہا۔

''ٹیل''...... جواب میں فہیم شہزاد نے کہا۔ سکہ ہوا میں گھومتا ہوا کچھ بلندی پر گیا اور پھر تیزی سے نیچے آ گرا۔

جس جگہ سکہ گرا تھا وہاں ایمپائروں سمیت دونوں کپتان اور کیمرہ مین کے ساتھ کمنٹیٹر بھی آگے آ گئے۔ دوسرے لمحے ہر طرف اعلان کیا جانے لگا کہ کافرستانی ٹیم کے کپتان بھوانی سنگھ نے ٹاس جیت لیا ہے اس نے ہیڈ مانگا تھا اور سکے پر ہیڈ ہی آیا ہے۔

کافرستان ٹیم کے ٹاس جیتنے پر ایک لمحے کے لئے پاکیشائی عوام کی امیدوں پر جیسے اوس سی پڑ گئی۔ تمام پاکیشائی تماشائی خاموش ہو گئے تھے جبکہ کافرستانی انکلوژر میں کافرستانیوں نے ٹاس جیتنے کی خوشی میں اچھل اچھل کر شور کرنا، باجے اور ڈھول بجانے شروع کر دیئے۔ ان کی خوشی دیدنی تھی جیسے ٹاس جیت کر میچ کی جیت بھی پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں آ گری ہو۔

کافرستانی کپتان نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا تھا۔

اس لئے دونوں کپتانوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور پھر وہ واپس پویلین کی طرف چل دیئے۔

کچھ ہی دیر بعد گرین شرٹس پویلین سے باہر آنا شروع ہو گئے

اور جیسے ہی پویلین سے گرین شرٹس والے پاکیشیائی کھلاڑی باہر آئے گراؤنڈ میں موجود پاکیشیائی تماشائیوں نے اٹھ کر ان کے استقبال میں زور زور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ ایسا چونکہ ہر میچ میں ہوتا تھا۔ تماشائی چونکہ اپنی ٹیم کا اسی طرح والہانہ استقبال کرتے تھے اس لئے ٹیم کے کھلاڑی اس طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ وہ ہنستے مسکراتے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں وکٹ کیپر کے فرائض جو کھلاڑی سرانجام دے رہا تھا اس نے ہاتھوں میں کیچ پکڑنے والے دستانے پہن رکھے تھے اور گھٹنوں کے اوپر تک پیڈز بھی لگا رکھے تھے اور اس کے سر پر ہیلمٹ بھی تھا تاکہ تیز رفتار بال سے وہ خود کو بچا سکے۔

میدان میں آتے ہی کھلاڑیوں نے باقاعدہ وارم اپ کرنا شروع کر دیا تاکہ کھیل کے دوران ان کے ہاتھ پاؤں کھلے رہیں اور وہ میدان میں جمے رہ سکیں۔ تھرڈ ایمپائر کچھ دیر وہاں رک کر اپنے کیبن کی طرف چلا گیا تھا جہاں وہ سکرین کے سامنے بیٹھ کر ایک ایک بال پر نظر رکھ سکے اور ہر نو بال، وائڈ بال اور اسٹمپ آؤٹ ہونے کے ساتھ ساتھ باؤنڈری کی طرف جانے والی بالز پر نظر رکھ سکے اور کھلاڑیوں کی طرف سے دی جانے والی اپیل پر اپنا فیصلہ دے سکے۔

کھلاڑی کچھ دیر تو وارم اپ کرتے رہے پھر کپتان فہیم شہزاد نے اشارہ کر کے انہیں اپنی طرف بلایا اور پھر وہ سب ایک دوسرے

کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اور سر جھکا کر ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے گئے۔ کیپٹن فہیم شہزاد نے تلاوت کلام کے بعد کھلاڑیوں کو حوصلہ مند رکھنے۔ انہیں اپنے اپنے انداز میں کھیلنے اور بہترین پرفارمنس دکھانے کے لئے مشورے دیئے اور یگانگت کا درس دینا شروع کر دیا۔ پھر ایک کھلاڑی نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کے جواب میں تمام کھلاڑیوں نے یک زبان ہو کر اللہ اکبر کہا اور پھر وہ سب الگ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد کافرستان کی طرف سے کھیلنے کے لئے دو کھلاڑی گلووز پہنے سروں پر مخصوص تاروں والے ہیلمٹ پہنے اور ہاتھوں میں اپنے بیٹس اٹھائے اور انہیں گھماتے ہوئے میدان میں داخل ہوئے تو کافرستانی تماشائیوں نے اٹھ کر ان کے لئے تالیاں بجاتے ہوئے والہانہ استقبال کرنا شروع کر دیا۔ ان دونوں بیٹسمینوں کی حوصلہ افزائی کے لئے پاکیشیائی تماشائیوں نے بھی تالیاں بجا کر ان کا شاندار انداز میں استقبال کیا تھا تاکہ وہ پاکیشیا سے جائیں تو ان کے دلوں میں پاکیشیائی عوام کے بھی نیک جذبات نمایاں رہ سکیں۔

دونوں کھلاڑی پچ کے پاس آ کر رک گئے اور چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک دوسرے سے کھیل میں مختلف اطراف میں اسٹروکس کھیلنے کے بارے میں مشورے کرنے لگے۔ دونوں اوپنرز منجھے ہوئے کھلاڑی تھے جنہوں نے سابقہ تمام میچوں میں سنچریوں

اور نصف سنچریوں کے شاندار ریکارڈز بنائے تھے اور بعد میں آنے والے کھلاڑیوں کے لئے اچھا خاصا اسکور پوائنٹ کیا تھا جسے آگے بڑھانے میں آنے والے کھلاڑیوں میں جوش و جذبہ زیادہ ہو جاتا تھا اور وہ کھل کر کھیلتے تھے۔

فہیم شہزاد کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا اسے پیچھے اپنی ماں، اپنی بہنوں، بیوی اور بچی کی فکر تھی اور اس کی آنکھوں کے سامنے رہ رہ کر اپنے باپ کا چہرہ بھی آ رہا تھا جسے کافرستانی ایجنٹ راما نند نے اس کی آنکھوں کے سامنے گولیاں مار دی تھیں۔ وہ اپنے باپ سے بہت پیار کرتا تھا اور اس کی لاش دیکھ کر اس کا جو حال ہوا تھا وہ اس کا بیان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر فائنل میچ نہ ہوتا اور اس کی پاکیشیا ٹیم کو ضرورت نہ ہوتی تو شاید وہ یہ میچ کھیلنے سے ہی انکار کر دیتا۔ اسے اپنے گھر والوں کی بھی فکر تھی لیکن اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس سے پاکیشیا کی جیت کے لئے جو کچھ بھی ہو سکے گا وہ ضرور کرے گا۔

راما نند نے اسے چند گولیاں دی تھیں تاکہ اگر وہ اپنے جسم میں کمزوری محسوس کرے تو وہ ان گولیوں کو کھا کر خود کو سنبھال سکے لیکن فہیم شہزاد جانتا تھا کہ وہ عارضی گولیاں ہیں جو زیادہ دیر اس کے کام نہیں آ سکیں گی اور میدان میں وہ زیادہ دیر نہیں ٹک سکے گا۔ اس کے باقی کھلاڑیوں کا بھی اس جیسا ہی حال تھا اور اس نے کافرستانی ٹیم کے کپتان کی آنکھوں میں فتح کی جو چمک دیکھی تھی

اس سے بھی اس کا دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

میدان میں پاکیشیا کے تماشائیوں کو دیکھ دیکھ کر فہیم شہزاد کا دل بیٹھا جا رہا تھا کہ اس وقت عوام انتہائی پرجوش نظر آ رہی تھی اور جب اس کی ٹیم بہترین کارکردگی نہیں دکھائے گی اور کافرستانی ٹیم کا ان پر دباؤ بڑھ جائے گا تو ان لوگوں کا کیا ہو گا جو وہاں پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی جیت کے جھنڈے اٹھا کر آئے ہوئے تھے۔ لیکن اب جو ہونا تھا وہ تو طے تھا۔ اس لئے فہیم شہزاد بھلا اکیلا کیا کر سکتا تھا اس کے ساتھ جو بیت رہی تھی یہ تو وہی جانتا تھا اور اس ماحول میں وہ اپنی پریشانی کا کسی سے ذکر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میچ شروع ہونے والا تھا۔ فہیم شہزاد نے فاسٹ باؤلر اسلم انصاری کو بال دے دی تھی جو بال لے کر بال پر چمک پیدا کرنے کے لئے اسے رومال سے رگڑ رہا تھا اور سٹی اینڈ کی طرف سے پہلی بال کرانے کے لئے بڑھا جا رہا تھا۔ اسلم انصاری ٹیم کا سب سے فاسٹ باؤلر تھا اس کی باؤلنگ سپیڈ ایک سو چوالیس کلو میٹر فی گھنٹہ تھی۔ اس کی تیز بال گولی کی رفتار سے وکٹ کی طرف آتی تھی اور منجھا ہوا کھلاڑی بھی اس کی تیز رفتار باؤلنگ سے ڈر جاتا تھا اور اس کی ذرا سی مس ٹیک اس کے آؤٹ ہونے کا باعث بن جاتا تھا۔ اسلم انصاری کی گیند سیدھی وکٹوں پر لگتی تھی جس سے بعض اوقات وکٹوں کے بھی ٹکڑے اُڑ جاتے تھے۔

ٹیم کا کپتان ہونے کے ناطے فہیم شہزاد نے باؤلر اسلم انصاری

کے کہنے پر فیلڈنگ ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی تھی۔ تمام کھلاڑی اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکے تھے جبکہ دونوں کافرستانی کھلاڑی ایک دوسرے سے صلاح و مشورے کر کے اپنی اپنی کریز کی جانب آ گئے۔ ان دونوں کے چہروں پر بے پناہ اعتمادی جھلک رہی تھی۔

سٹی اینڈ کی جانب جا کر اسلم انصاری نے ایک طائرانہ نظر چاروں طرف ڈالی اور پھر وہ اپنے سامنے موجود کافرستانی کھلاڑی کی جانب دیکھنے لگا جو بیٹ اٹھائے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے زمین پر بیٹ کے ٹپ کرنے شروع کر دیئے۔

ایک ایمپائر باؤلنگ سائیڈ کی وکٹوں کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا اور دوسرا ایمپائر دوسری طرف رن آؤٹ اور اسٹیمپ آؤٹ پوزیشن کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

وکٹ کے سامنے کھڑے ایمپائر نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے جب پہلی گیند کھیلنے والے کھلاڑی کو تیار دیکھا تو اس نے ہاتھ نیچے کر لیا۔

اسلم انصاری نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور پھر اس نے بسم اللہ پڑھی اور وہ دائیں ہاتھ میں گیند لے کر تیزی سے بھاگنا شروع ہو گیا۔ جیسے ہی اس نے بھاگنا شروع کیا گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تماشائیوں نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر زور و شور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ یہی حال کافرستانی تماشائیوں کا تھا انہوں نے اپنے بیٹسمین کو پہلی

بال پر چھکا لگانے کے لئے سکسر سکسر کہتے سکس نمبر کے پلے کارڈ اٹھا کر بلند کر لئے تھے۔ اسلم انصاری کے بال کرانے کے لئے بھاگتے ہی دوسری طرف کھڑا کھلاڑی کریز لائن سے بیٹ لگا کر رن بنانے لگانے کے لئے تیار ہو گیا۔

نہایت تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا وہ وکٹ کے پاس کھڑے ایمپائر کی طرف آیا اور پھر اس نے کریز سے پہلے اپنا مخصوص انداز اپناتے ہوئے کافرستانی کھلاڑی کی طرف گیند پھینک دی۔ گیند کراتے ہوئے اس کی نظریں کھلاڑی کی بجائے اس کے پیچھے سے نظر آنے والی وکٹوں پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہ بیٹسمین کو نہیں بلکہ ان وکٹوں کو اڑانے کے لئے گیند کرا رہا ہو۔

کافرستانی کھلاڑیوں کے اوپنرز میں جو دو کھلاڑی تھے ان میں سے اسلم انصاری کی پہلی گیند کھیلنے کے لئے وشوا ناتھ آیا تھا۔ اس کی نظریں اسلم انصاری کے ہاتھ میں موجود گیند پر جمی ہوئی تھی۔ اسلم انصاری کی گیند اس کے ہاتھ سے نکلی اور بجلی کی سی تیزی سے وکٹوں کی جانب بڑھی لیکن اس سے پہلے کہ گیند وکٹوں سے ٹکراتی وشوا ناتھ نے نہایت تیز رفتاری سے بیٹ گھمایا اور اس نے کمال مہارت سے لیگ کی جانب پش کر دیا۔ گیند اس کے بیٹ سے ٹکرا کر اسی تیزی سے باؤنڈری کی جانب بڑھی لیکن وہاں فیلڈر موجود تھا اس نے برق رفتاری سے جمپ لگا کر باؤنڈری کی طرف جاتے ہوئے گیند کو روکا اور اسے پوری قوت سے وکٹ کیپر کی طرف

اچھال دیا۔ لیکن اس دوران وشوا ناتھ اور اس کا ساتھی پلیئر ایک رن بنا چکا تھا۔

وکٹ کیپر نے گیند دوبارہ اسلم انصاری کی جانب اچھال دیا جسے اسلم انصاری نے ہوا میں ہی دبوچ لیا اور پھر وہ دوبارہ بال کرانے کے لئے اپنے مخصوص فاصلے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر اس نے ایک مرتبہ پھر گیند کرانے کے لئے تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ عوام ایک مرتبہ پھر اس کے حق میں بڑے جوش بھرے انداز میں نعرے لگاتے اور تالیاں بجانے لگے۔

اسلم انصاری نے گیند کرائی اس بار وشوا ناتھ کی جگہ دلبیر سنگھ تھا اس نے اسلم انصاری کے باؤلنگ کے انداز کو سمجھتے ہوئے بیٹ پہلے ہی اٹھا لیا تھا اور پھر جیسے ہی گیند اس کی طرف آئی اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور بال اس کے بلے سے ٹکرا کر لیگ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ایک فیلڈر نے تیزی سے آگے آ کر گیند پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس بار چونکہ دلبیر سنگھ نے تیز سٹروک کھیلا تھا اس لئے گیند اس فیلڈر کے قریب سے گزرتی ہوئی باؤنڈری کی طرف بڑھتی چلی گئی اور باؤنڈری لائن پار کر گئی۔

دوسری گیند پر کھیلا جانے والا کافرستانی ٹیم کا یہ پہلا چوکا تھا۔ جس کے لگتے ہی پاکیشیا کی عوام خاموش ہو گئی تھی جبکہ اس چوکے کے لگنے پر کافرستانی عوام نے زور زور سے نعرے لگانے، باجے بجانے اور ڈھول تاشے پیٹنے شروع کر دیئے تھے۔ اپنی بال پر چوکا

لگتے دیکھ کر اسلم انصاری نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ فہیم شہزاد نے بھی گیند باؤنڈری کی جانب جاتے دیکھی تو اس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لئے۔ جب تک باؤنڈری سے گیند واپس آتی فہیم شہزاد بھاگتا ہوا اسلم انصاری کے قریب آ گیا۔

"صحیح لائن آف لینتھ پر بال کراؤ۔ انہیں چوکا اور چھکا لگانے کا کوئی موقع نہ دو"...... فہیم شہزاد نے اسلم انصاری کے قریب آ کر آہستہ آواز میں کہا۔

"کوشش کر رہا ہوں۔ اگلی ایک دو بالز پر میں کم از کم اسے تو آؤٹ کر ہی دوں گا"...... اسلم انصاری نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"ان کا جلد سے جلد آؤٹ ہونا بہت ضروری ہے۔ ہمیں انہیں اتنا بڑا ٹارگٹ نہیں بنانے دینا جسے بعد میں ہم چیز نہ کر سکیں"۔ فہیم شہزاد نے کہا تو اسلم انصاری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میرے اوور میں یہ زیادہ اسکور پوائنٹ نہیں کر سکیں گے"...... اسلم انصاری نے جواب دیا تو فہیم شہزاد نے اثبات میں سر ہلایا اور الٹے قدموں اپنی پوزیشن پر واپس بھاگتا چلا گیا اور پھر وہ اردگرد موجود فیلڈرز کو ان کی پوزیشن قدرے تبدیل کرنے کا کہنا شروع ہو گیا۔

بال واپس اسلم انصاری کو مل چکی تھی۔ وہ بال لے کر بال کرانے کے مخصوص پوائنٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اپنے مخصوص

پوائنٹ پر جاتے ہی وہ مڑا اور بال لے کر ایک بار پھر دلبیر سنگھ کو بال کرانے کے لئے بھاگنے لگا۔ اس بار بھی پاکیشیائی تماشائی زور زور سے تالیاں بجانے لگے اور ساتھ ہی وہ 'وکٹ وکٹ' کے نعرے لگانے شروع ہو گئے۔ اسلم انصاری نے بال کرائی۔ اس بار اس نے دلبیر سنگھ کی طرف باؤنس مارا تھا۔ باؤنس دیکھ کر دلبیر سنگھ نے اس بال کو کھیلنے کی بجائے اپنا جسم کمان کی طرف پیچھے کی طرف موڑ لیا جس کی وجہ سے بال اس کے اوپر سے ہوتی ہوئی پیچھے موجود وکٹ کیپر کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔

"ویل ڈن اسلم بھائی۔ ایسی ہی باؤلنگ کراؤ"...... وکٹ کیپر نے اسلم انصاری کی باؤلنگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا اور اس نے گیند دائیں طرف موجود ایک فیلڈر کی جانب اچھال دی۔ فیلڈر نے اسلم انصاری کو آواز دی جو بال لئے بغیر ہی اپنی باؤلنگ کرانے والے پوائنٹ کی جانب بڑھا جا رہا تھا اس کی آواز سن کر اسلم انصاری نے اس کی طرف دیکھا تو فیلڈر نے بال اس کی جانب اچھال دی جسے اسلم انصاری نے ہوا میں دبوچا اور پھر اس نے زبان سے انگوٹھے پر تھوک لگایا اور باؤلنگ پوائنٹ کی جانب بڑھتے ہوئے گیند اپنی پتلون کے سائیڈ میں رگڑنی شروع کر دی۔

باؤلنگ پوائنٹ پر پہنچ کر وہ رکا۔ اس نے واپس پلٹ کر دلبیر سنگھ کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھتے ہوئے جھکے ہوئے انداز میں بیٹ زمین پر ٹپ کر رہا تھا۔ اسلم انصاری اس کی طرف دوڑا

اور اس نے ایک بار پھر دلبیر سنگھ کو گیند کرا دی۔ دلبیر سنگھ پہلے بھی کئی بار اسلم انصاری کی باؤلنگ کا دلیری سے مقابلہ کر چکا تھا اس لئے وہ اسلم انصاری کی باؤلنگ کرانے کے انداز کو خوب سمجھتا تھا اس بار جیسے ہی اسلم انصاری نے بال کرائی دلبیر سنگھ نے اپنا ایک گھٹنا زمین سے لگایا اور پھر جیسے ہی گیند اس کے نزدیک آئی اس نے بیٹ سے گیند کو سوئپ کر دیا۔ گیند اس کے بیٹ سے ٹکرا کر لیگ کی طرف گئی۔ اس طرف موجود فیلڈر نے چھلانگ لگا کر گیند روکنی چاہی لیکن گیند اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ پیچھے موجود وکٹ کیپر نے بھی چھلانگ لگا کر گیند پکڑنی چاہی لیکن اس کا ہاتھ گیند سے چند انچ کے فاصلے پر رہ گیا اور گیند ایک بار پھر باؤنڈری کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ شارٹ لگاتے ہی دونوں کھلاڑی رنز لینے کے لئے دوڑ پڑے تھے لیکن جب انہیں گیند باؤنڈری کی جانب جاتی دکھائی دی تو وہ دونوں رک گئے اور پچ کے درمیان ایک دوسرے کے قریب آ کر انہوں نے اپنے گلووز سے ایک دوسرے کو داد دینے والے انداز میں مکے مارے۔

اپنی بال ایک بار پھر باؤنڈری کی جانب جاتے دیکھ کر اسلم انصاری کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا اور وہ اس فیلڈر اور وکٹ کیپر کی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا جن کے پاس سے گیند نکل گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں اسلم بھائی۔ آپ گیند کراؤ۔

انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا"..... اسلم انصاری کو غصے میں دیکھ کر فہیم شہزاد نے تالی بجاتے ہوئے اس کا حوصلہ بڑھانے والے انداز میں کہا۔

چار بالیں ہو چکیں تھیں۔ ان چار بالوں میں پہلی بال پر کافرستانی کھلاڑیوں نے ایک رن بنایا تھا۔ دوسری پر چوکا لگا تھا جبکہ تیسری بال باؤنس ہونے کی وجہ سے کھلاڑی نے چھوڑ دی تھی اور اب چوتھی بال پر دلبیر سنگھ ایک بار پھر اسلم انصاری جیسے تیز رفتار باؤلر کی بال پر چوکا لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

گیند جب واپس اسلم انصاری کو ملی تو وہ سیکنڈ لاسٹ بال کرنے کے لئے اپنے مخصوص پوائنٹ کی جانب بڑھا۔ پوائنٹ پر جاتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ تیزی سے بھاگتا ہوا وہ جیسے ہی کریز کے نزدیک آیا اس نے اپنا مخصوص انداز اپنایا اور گیند پہلے سے زیادہ طاقت سے دلبیر سنگھ کی جانب پھینک دی۔ اس بار دلبیر سنگھ نے مڈل آرڈر پر آ کر کھیلنے کی کوشش کی تھی لیکن اس بار وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا جیسے ہی اس نے گیند کو ہٹ کرنے کی کوشش کی اسی لمحے گیند اس کے بیٹ کے نچلے حصے سے نکل کر وکٹوں کی جانب بڑھی اور دوسرے لمحے گراؤنڈ پاکیشیائی تماشائیوں کے پرجوش نعروں سے گونجنا شروع ہو گیا۔ اسلم انصاری کی گیند نے پیچھے موجود وکٹوں کو اُڑا دیا تھا۔ جیسے ہی اسلم انصاری نے وکٹیں اُڑتے دیکھیں وہ دونوں ہاتھ پھیلا

کر خوشی سے دائیں بائیں لہراتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ وکٹیں اُڑتے دیکھ کر فہیم شہزاد سمیت وہاں موجود تمام فیلڈر مسرت بھرے انداز میں اچھل پڑے اور پھر وہ زور زور سے تالیاں بجاتے ہوئے اسلم انصاری کی جانب بڑھے اور پھر وہ سب جیسے اسلم انصاری سے لپٹ گئے۔

اپنے پہلے اوور کی پانچویں بال پر اسلم انصاری نے کافرستانی اوپنرز کے ایک تیز رفتار کھلاڑی کو کلین بولڈ کر دیا تھا جس کی وجہ سے کافرستانی انکلوژر میں جیسے سوگ کا سا ماحول طاری ہو گیا تھا اور دلبیر سنگھ بھی حیرت سے مڑ کر اُڑی ہوئی وکٹوں کی جانب دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنے آنکھوں پر ابھی تک یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ کلین بولڈ ہو چکا ہے۔

کافرستان کے پہلے کھلاڑی کو آؤٹ ہوتے دیکھ کر گراؤنڈ میں ہر طرف باجے، ڈھول اور تاشے بجنا شروع ہو گئے تھے اور پاکیشیائی تماشائیوں نے زور زور سے پاکیشیا زندہ باد۔ اسلم انصاری زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے وہاں باقاعدہ رقص کرنا شروع کر دیا۔
چونکہ دلبیر سنگھ کلین بولڈ ہوا تھا اس لئے ایمپائر نے انگلی اٹھا کر آؤٹ ہونے کا مخصوص اشارہ نہیں کیا تھا۔ لیگ ایمپائر البتہ گری ہوئی وکٹوں کی طرف بڑھ آیا اور اس نے وکٹوں کو دوبارہ درست پوزیشن میں ایڈجسٹ کرنا شروع کر دیا۔
دلبیر سنگھ آؤٹ ہونے کی وجہ سے بے حد افسردہ دکھائی دے رہا

تھا اس نے حسرت بھری نظروں سے وشوا ناتھ کی جانب دیکھا تو وشوا ناتھ نے اسے اشارے سے حوصلہ دیتے ہوئے وہاں سے جانے کا کہا تو دلبیر سنگھ نے بیٹ غصے سے زمین پر مارا اور برے برے منہ بناتا ہوا پویلین کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اسی لمحے پویلین سے اس کی جگہ لینے کے لئے دوسرا بیٹسمین نکل کر بیٹ گھماتا اور اچھلتا کودتا ہوا میدان میں آ گیا۔

کچھ ہی دیر میں میدان دوبارہ اپنی پوزیشن میں آ گیا۔ فیلڈر اپنی مخصوص جگہوں پر پہنچ گئے اور اسلم انصاری بال لئے اپنے پہلے اوور کی آخری بال کرانے کے لئے اپنے مخصوص پوائنٹ کی جانب بڑھ گیا۔ دلبیر سنگھ کی جگہ اب نیا بیٹسمین اسلم انصاری کے سامنے تھا جو اپنی لائن آف لینتھ چیک کر رہا تھا پھر اس نے اسلم انصاری کی طرف دیکھتے ہوئے بیٹ زمین پر ٹپ کرنا شروع کر دیا۔

اسلم انصاری جب باؤلنگ کرانے کے لئے دوڑا تو پاکیشیائی تماشائیوں نے اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر زور زور سے تالیاں بجاتے ہوئے 'ونس مور، ونس مور' کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ اسلم انصاری نے اپنی آخری بال کرائی اور نئے بیٹسمین نے اس بال کو کھیلنے کی بجائے اپنے بیٹ پر روک لیا۔

فرسٹ اوور میں کافرستان کی طرف سے صرف نو رنز بنے تھے اور ان کا ایک مایہ ناز بیٹسمین اوپنر آؤٹ ہو کر پویلین لوٹ گیا تھا۔

جولیا اور اس کے ساتھیوں نے وہی کیا تھا جس کا انہوں نے بلیک گھوسٹ کی رہائش گاہ میں فیصلہ کیا تھا۔

چیف سے اجازت لے کر وہ سب سے پہلے اس رہائش گاہ میں گئے تھے جہاں راگھو دادا موجود تھا۔ انہوں نے چاروں طرف سے راگھو دادا کی رہائش گاہ گھیر لی تھی اور پھر جولیا نے راگھو دادا کے رائش گاہ میں گیس بم برسا دیئے تھے جس سے رہائش گاہ میں موجود تمام افراد بے ہوش ہو گئے تھے اور پھر وہ سب رہائش گاہ کے اندر داخل ہو گئے۔ راگھو دادا کے حلیئے کے بارے میں انہیں بلیک گھوسٹ نے پہلے ہی بتا دیا تھا جو انہیں وہاں مل گیا تھا۔ راگھو دادا کے ساتھ اس کے سینڈیکیٹ کے چند افراد اور بھی موجود تھے۔ ان سب کو جولیا اور اس کے ساتھیوں نے ایک جگہ لا کر باندھ دیا تھا۔

جولیا کے کہنے پر راگھو دادا کو ایک کرسی پر رسیوں سے باندھا گیا

اور پھر اسے ہوش میں لا کر جب جولیا نے اس سے اس کے بارے میں پوچھنا شروع کیا تو پہلے تو راگھو دادا نے اس کے سامنے زبان نہیں کھولی لیکن جب جولیا نے ایک خنجر سے اس کے چہرے اور جسم پر زخم لگائے تو راگھو دادا کی ہمت ٹوٹنا شروع ہو گئی۔ ناک، کان اور گال کٹ جانے کے بعد جب جولیا نے راگھو دادا کی ایک آنکھ میں خنجر مار کر اس کا ڈھیلا باہر نکالا تو راگھو دادا کی دردناک چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا اور پھر اس نے اپنی زبان کھول دی۔ اس نے جولیا کو اپنی ساری پلاننگ کے بارے میں بتا دیا اور جولیا کے مزید پوچھنے پر اس نے یہ بھی بتا دیا کہ کھیل کے آخری لمحے تک کو اس نے اپنے حق میں کرنے کے لئے کیا منصوبہ بندی کی تھی۔ اس نے راون اور ان دس افراد کے بارے میں بھی بتا دیا تھا جو کھیل کے آخری اوورز میں اپنی ٹیم کو شکست کھاتے دیکھ کر اسٹیڈیم میں موجود بے گناہ تماشائیوں کو موت کا شکار بنانا چاہتے تھے۔ ان کی خوفناک منصوبہ بندی کا سن کر نہ صرف جولیا بلکہ تمام ممبران بھی حیران رہ گئے۔

جولیا کے پوچھنے پر راگھو دادا نے راون اور اس کے نو ساتھیوں کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی تھی جو میک اپ میں وہاں ریموٹ کنٹرولڈ راڈ بم ساتھ لے گئے تھے۔

اسٹیڈیم میں لاکھوں تماشائی موجود تھے۔ جولیا اور اس کے ساتھیوں کو فکر لاحق ہو رہی تھی کہ وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں

راون اور اس کے نو ساتھیوں کو کیسے تلاش کریں گے۔ جولیا نے راگھو دادا پر بہت زور دیا تھا کہ وہ کسی طرح سے اسٹیڈیم میں موجود راون اور اس کے ساتھیوں سے رابطہ کرے اور انہیں اسٹیڈیم میں دھماکے کرنے سے روک دے لیکن راگھو دادا نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا جس پر جولیا نے اس پر مزید تشدد کرنا شروع کر دیا لیکن شاید راگھو دادا نے آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے بارے میں انہیں کچھ نہیں بتائے گا۔ تشدد سے چونکہ اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی اس لئے وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکا تھا۔

جولیا اور اس کے ساتھی، راگھو دادا کو ہلاک ہوتے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ پھر سب کے کہنے پر جولیا نے چیف کو ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ چیف نے انہیں کھلاڑیوں کو یرغمال بنانے والے افراد کی طرف جانے سے روک دیا اور ان سے کہا کہ وہ ان کھلاڑیوں کے اہل خانہ کو بچانے کے لئے ان کافرستانی ایجنٹوں کے خلاف کمانڈوز ایکشن کرا لے گا انہیں فوری طور پر اسٹیڈیم پہنچ جانا چاہئے اور ہر حال میں راون اور اس کے نو ساتھیوں کو تلاش کرنا چاہئے جو بے گناہ عوام کو ہلاک کرنے اور پاکیشیا کی ساکھ کو تباہ کرنے کے لئے جارحانہ عزائم لے کر اسٹیڈیم میں پہنچے ہوئے ہیں۔

چیف کا حکم سن کر جولیا اور اس کے ساتھی فوراً اسٹیڈیم جانے

کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہ چونکہ دارالحکومت میں تھے اس لئے انہیں ہارٹ سٹی پہنچانے کے لئے چیف نے ان کے لئے ایک سپیشل طیارہ ہائر کرایا تھا اور وہ سب اس طیارے میں سوار ہو کر ہارٹ سٹی پہنچ گئے۔ چیف نے انہیں سپیشل کارڈز جاری کر دیئے تھے تاکہ انہیں اسٹیڈیم میں جانے اور وہاں جا کر پورے گراؤنڈ میں سرچ کرنے سے روکا نہ جا سکے۔

جولیا اپنے ساتھ صفدر، کیپٹن شکیل اور فور سٹارز کو لائی تھی۔ اسٹیڈیم میں پہنچ کر وہ ہر طرف تماشائیوں کا ہجوم دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔ اسٹیڈیم واقعی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ موجود تھے جن میں جوان، بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی موجود تھیں۔

اسٹیڈیم اور اس کے اردگرد کی حفاظت کی ذمہ داری ہارٹ سٹی کے ڈی پی او کے پاس تھی اس لئے ڈی پی او نے انہیں اپنی نگرانی میں اسٹیڈیم پہنچایا تھا اور اس نے اپنی پوری فورس کو ان کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ سب ان سے مکمل تعاون کریں۔ اس کے لئے ظاہر ہے چیف کے کہنے پر سر سلطان نے ڈی پی او کو فون کر کے ہدایات دی تھیں۔

ڈی پی او انہیں خصوصی دے سے اسٹیڈیم میں لایا تھا جہاں سے وہ اسٹیڈیم کے تمام انکلوژرز میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لے سکتے تھے۔ وہاں ہر طرف انسان ہی انسان دکھائی دے رہے تھے جیسے

اسٹیڈیم میں ہارٹ سٹی سمیت پورا پاکیشیا ہی فائنل میچ دیکھنے کے لئے اُمڈ آیا ہو۔ ان کے پاس پریس کارڈز تھے اور انہوں نے سٹل فوٹو گرافی کے کیمرے پکڑ رکھے تھے تاکہ وہ اسٹیڈیم کے ہر حصے میں جا کر میڈیا کوریج کے لئے لوگوں کی تصویریں بنا سکیں۔

''اب کیا کریں۔ یہاں تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہیں۔ ہم ایک ایک کو کیسے چیک کریں گے کہ ان میں راون کون ہے اور اس کے ساتھی کون''...... خاور نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''اگر ہم نے ایک ایک کو چیک کرنا شروع کیا تو اس میں ایک تو ہمیں بہت وقت لگ جائے گا اور دوسرا اگر راون اور اس کے ساتھیوں کو ہم پر شک ہو گیا تو وہ یہاں وقت سے پہلے بھی بلاسٹ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں نہایت احتیاط اور سمجھداری سے کام لینا ہو گا تاکہ راون اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے بارے میں کچھ علم نہ ہو سکے اور انہیں یہاں ایک بھی بلاسٹ کرنے کا موقع نہ مل سکے''...... صدیقی نے کہا۔

''میں بھی یہی سوچ رہی ہوں''...... جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''یہاں چاروں طرف کیمرے لگے ہوئے ہیں جو میچ لائیو دکھا رہے ہیں۔ ان کیمروں سے اسٹیڈیم کے تمام افراد کو چیک کیا جا سکتا ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''کیسے۔ راگھو نے بتایا تھا کہ راون اور اس کے تمام ساتھی

میک اپ میں ہیں۔ اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ راون اور اس کے ساتھیوں نے کس قسم کے میک اپ کر رکھے ہیں۔ کیمروں سے اگر ہم انہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ان تماشائیوں میں کون راون ہے اور کون اس کے ساتھی''۔ جولیا نے کہا۔

''ہمارے پاس کراس ویژنل گلاسز والے چشمے ہیں۔ ان چشموں کے ذریعے ہم ان کے میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی چہروں کو تلاش کر سکتے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ انہیں ڈھونڈنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں پورے کراؤڈ کو چیک کرنا ہو گا''...... نعمانی نے کہا۔

''اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ان دس افراد کو تلاش کرنے کا۔ کراس ویژنل گلاسز والے چشمے لگا کر ہم انہیں ڈائریکٹ ہی ڈھونڈ سکتے ہیں ٹی وی یا کسی دوسرے کیمرے کی آنکھ سے نہیں''...... چوہان نے کہا۔

''کراؤڈ سے ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ ہم سب کے حصے میں ہزاروں افراد آئیں گے۔ پھر یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ راون اور اس کے ساتھی ایک ہی جگہ بیٹھے رہیں وہ ادھر سے ادھر بھی تو جا سکتے ہیں''...... صفدر نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہم کیسے تلاش کریں ان سب کو''۔

جولیا نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے''...... صفدر نے ہونٹ بھینچ کر جواب دیا۔

''ابھی میچ شروع ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ پچاس پچاس اوورز کا میچ ہے اور ابھی کافرستانی ٹیم کھیل رہی ہے۔ اس نے دس اوورز میں ایک سو دس رنز سکور کئے ہیں اور اس کا ابھی ایک ہی کھلاڑی آؤٹ ہوا ہے۔ ابھی انہوں نے مزید چالیس اوورز کا میچ کھیلنا ہے اس کے بعد یہ ایک آدھ گھنٹے کا ریسٹ کریں گے اور پھر پاکیشائی کھلاڑیوں کو بھی مقررہ پچاس اوورز کھیلنے پڑیں گے۔ اس لحاظ سے ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے ہم کوشش کریں تو راون اور اس کے ساتھیوں کو ہم تلاش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ہاتھ لگ گیا تو ہم اس سے اس کے باقی ساتھیوں کے بارے میں بھی اگلوا سکتے ہیں''...... صدیقی نے اسٹیڈیم میں لگے الیکٹرونک اسکور بورڈ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ایک آدھ سے ہمارا کام پورا نہیں ہو گا اگر ہم نے ان میں سے کسی ایک پر ہاتھ ڈالا تو باقی سب کو اس کا علم ہو جائے گا اور پھر ہماری پوچھ گچھ شروع ہونے سے پہلے ہی باقی افراد یہاں تباہی پھیلا دیں گے۔ پہلے ہمیں ان دس کے دس افراد کو ڈھونڈنا ہو گا اور پھر ایک ساتھ ان پر ہاتھ ڈالنا ہو گا''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہماری تعداد ان دس افراد سے کم ہے۔ ایک ساتھ ہم ان پر کیسے ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور یہ ضروری تو نہیں ہیں کہ وہ ایک ساتھ ہی کہیں موجود ہوں وہ بکھر کر کہیں بیٹھے ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سب کا آپس میں مائیکرو فونز سے لنک ہو''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''میرا خیال ہے ہمیں باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے انہیں تلاش کرنے کا کام شروع کر دینا چاہئے۔ ہمارے پاس سٹل کیمرے ہیں ہم اخباری رپورٹر بن کر یہاں آئے ہیں۔ اس لئے ہم آسانی سے تمام انکلوژرز میں جا کر لوگوں کی تصویریں بنانے کے بہانے انہیں چیک کر سکتے ہیں۔ یہ کام ہمیں الگ الگ رہ کر کرنا ہو گا کسی کو ہم پر شک نہیں ہو گا۔ تصویریں بنانے کے بہانے ہم کراس ویژنل گلاسز والے چشمے سے ان میک اپ زدہ افراد کو شناخت کر لیں گے اور انہیں چھیڑنے کی بجائے ہم آپس میں ایک دوسرے کو اس کی نشاندہی کر دیں گے کہ کون کہاں موجود ہے۔ جب وہ دس کے دس افراد ہماری نظروں میں آ جائیں گے تب ہم ایک ساتھ انہیں پکڑنے کی کوشش کریں گے اور وہ بھی اس انداز میں کہ ارد گرد موجود افراد کو شک نہ ہو۔ ہمارے پاس نیڈل گنیں ہیں۔ جن میں بے ہوش کرنے والی سوئیاں بھری ہوئی ہیں۔ ہم ان سوئیوں سے انہیں ایک ہی وقت میں بے ہوش کریں گے تا کہ ان سے کسی بھی ساتھی کو اتنا موقع نہ مل سکے کہ وہ یہاں کچھ کر

سکے''...... جولیا نے کہا۔
''مگر وہ دس ہیں اور ہم دس کی تعداد میں ہوں گے تب ہی ان
پر ایک ساتھ نیڈل تھرو کر سکیں گے جبکہ ہماری تعداد سات ہے۔ ان
پر ایک ساتھ حملہ کرنے کے لئے ہمیں مزید تین افراد کی ضرورت
ہے''۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔
''ہاں۔ کاش ہمارے ساتھ تنویر، عمران اور ٹائیگر ہوتے تو ہمارا
یہ کام آسان ہو جاتا۔ خیر اب جو بھی کرنا ہے ہمیں ہی کرنا ہے کیسے
کرنا ہے یہ بعد میں سوچیں گے پہلے ہمیں راون اور اس کے
ساتھیوں کو تلاش کرنا ہے''...... جولیا نے کہا اور پھر انہوں نے اپنے
لئے مختلف انکلوژرز کا انتخاب کیا اور پھر وہ سب بکھر کر اسٹیڈیم کے
مختلف حصوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ایک دوسرے سے رابطے
میں رہنے کے لئے انہوں نے کانوں میں ایئر فونز لگا لئے تھے جن
کے ساتھ مائیک بھی لگے ہوئے تھے وہ سب ایک دوسرے سے نہ
صرف باتیں کر سکتے تھے بلکہ ایک دوسرے کی باتیں سن بھی سکتے
تھے۔

میچ کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر تماشائیوں میں بے پناہ جوش و
خروش دکھائی دے رہا تھا۔ لوگ کافرستان کا اسکور ایوریج بڑھنے کے
باوجود بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے۔ ہر طرف سے باجے
بجنے، نعرے لگانے اور ڈھول پیٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں
اور بہت سے منچلے ڈھول اور دوسرے میوزک کی تال پر باقاعدہ

رقص کرنے اور بھنگڑے ڈالنے میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔
ایسے میں ان کو وہاں فوٹو گرافی کرنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں
ہو سکتا تھا۔ ان سب نے پہلے ہی آنکھوں پر کراس ویژنل گلاسز
والے چشمے لگا رکھے تھے جن کے گلاسز انہوں نے اس انداز میں
ایڈجسٹ کر رکھے تھے کہ وہ ہر قسم کے میک اپ میں چھپے ہوئے
افراد کو ٹریس کر سکتے تھے۔ اس قدر کثیر تعداد میں لوگوں میں سے
محض دس افراد کو تلاش کرنا بھوسے میں سے سوئی تلاش کرنے کے
مترادف تھا لیکن وہ اپنے کاموں میں جٹ گئے تھے۔ میچ میں کیا
ہونا تھا اور کیا ہونے والا تھا اس سے زیادہ انہیں ان افراد کی فکر تھی
جو اتنے بڑے اسٹیڈیم میں خوفناک تباہی لا کر ہزاروں افراد کو موت
کے گھاٹ اتار سکتے تھے۔ ایسے درندہ صفت انسانوں کو وہ بھلا
آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے اس لئے انہوں نے کمر باندھ لی کہ
وہ اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک راون اور اس
کے نو ساتھی ان کی گرفت میں نہیں آ جاتے۔

اگلے دو گھنٹوں میں کافرستانی ٹیم مزید پندرہ اوور کھیل چکی تھی
اور ان کا اسکور ایوریج اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اسکور بورڈ پر کافرستان
کے پینتیس اوورز میں دو سو چوہتر بن چکے تھے اور ان کے صرف
چار کھلاڑی آؤٹ تھے۔ اب بھی پندرہ اوورز باقی تھے اور کافرستانی
کھلاڑیوں نے اور زیادہ ڈٹ کر اور کھل کر کھیلنا شروع کر دیا تھا۔
باؤلنگ کرنے والے کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ فیلڈنگ کرنے والے

کھلاڑی بھی تھکے تھکے اور پژمردہ سے دکھائی دے رہے تھے۔ باؤلرز نہ تو اپنی لائن آف لینتھ پر ٹھیک ڈھنگ سے باؤلنگ کر پا رہے تھے اور نہ ہی فیلڈرز اپنی طرف آنے والی گیندوں کو روک رہے تھے۔ پاکیشیائی فیلڈرز نے کئی اہم کیچ بھی ڈراپ کر دیئے تھے اور انہیں نے باؤنڈری کی طرف جاتے والی آسانی سے رک جانے والی بالوں کو بھی مس کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ باؤلرز کافرستانی ٹیم کو ایکسٹرا رنز بھی دے رہے تھے کبھی ان کی بالیں وائیڈ ہو جاتیں۔ کبھی ایمپائر نو بال کا اشارہ کر دیتا۔ جس سے پاکیشیائی کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ پاکیشیائی تماشائیوں کا بھی جوش و خروش کم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

کافرستان کا بڑھتا ہوا اسکور ہر پاکیشیائی کے دل بوجھ سا بنتا جا رہا تھا اور وہاں موجود ہزاروں افراد کافرستانی کھلاڑیوں کو جلد سے جلد آؤٹ کر کے پویلین لوٹا دینا چاہتا تھا لیکن یہ ان کے بس کی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ پاکیشیائی کھلاڑی جو پہلے ہی تھک چکے تھے وہ جان بوجھ کر لوز پرفارمنس دے رہے تھے اور جو کھلاڑیوں بشمول کپتان فہیم شہزاد سپیشل ڈوز کے شکار تھے ان کی جسمانی اور دماغی قوت مفلوج ہوتی جا رہی تھی اور ان کے پاس جو گولیاں تھیں اب انہیں وہ طاقت نہیں دے رہی تھی کہ وہ میدان میں جم کر رہ سکیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے دھند چھا جاتی تھی اور انہیں اپنا جسم ڈگمگاتا ہوا محسوس ہونا شروع ہو رہا تھا یہی وجہ تھی کہ باؤلرز

اپنی لائن آف لینتھ پر باؤلنگ نہیں کر پا رہے تھے اور اسی وجہ سے فیلڈرز سے بار بار کیچ ڈراپ ہو رہے تھے اور بالز مس ہو کر باؤنڈری کی طرف بڑھ جاتی تھیں۔

ان کے مقابلے میں کافرستانی ٹیم اور کافرستانی شائقین کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ سارا میدان اب ان کافرستانیوں کے شور سے گونجتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی اس پوزیشن کو دیکھ کر ممبران کے دلوں میں شدید غم و غصہ بڑھتا جا رہا تھا لیکن وہ بھلا ان کھلاڑیوں کی کیا مدد کر سکتے تھے۔ انہیں تو صرف ان دس افراد کو تلاش کرنا تھا جو کافرستان کو میچ ہارتے دیکھ کر وہاں شر انگیزی پھیلانے کے لئے موجود تھے۔

”کچھ پتہ چلا“...... جولیا نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ وہ بے شمار افراد کو کیمرے سے تصویر اتارنے کے بہانے چیک کر چکی تھی لیکن اسے ان میں سے ایک بھی میک اپ میں دکھائی نہیں دیا تھا وہاں چونکہ ہر طرف لوگ ہی لوگ موجود تھے اور ہر کوئی اپنی اپنی بولی بول رہا تھا اس لئے جولیا نے ممبران سے بات کرنے کے لئے ہینڈ بیگ سے سیل فون نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ وہ کسی سے سیل فون کی بلیوٹوتھ ڈیوائس کے ذریعے فون پر بات کر رہی ہے جبکہ اس کا فون آن نہیں تھا اور وہ کان میں لگے ہوئے ایئر فون کے ساتھ لگے ہوئے مائیک سے بات کر رہی تھی۔

"نہیں۔ ابھی تک مجھے تو یہاں کوئی ایک بھی مجرم دکھائی نہیں دیا ہے"...... صفدر کی آواز سنائی دی۔

"مجھے بھی کوئی نہیں ملا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اور میں بھی ابھی تک کسی کو نہیں ڈھونڈ سکا ہوں"...... خاور کی آواز سنائی دی۔ اسی طرح چوہان اور نعمانی نے بھی اسے یہی جواب دیا۔

"تم خاموش کیوں ہو کیپٹن شکیل۔ کیا تمہیں ملا ہے کوئی"۔ جولیا نے کیپٹن شکیل کو خاموش پا کر اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے ایک شخص میک اپ میں نظر آیا ہے"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا تو جولیا چونک پڑی۔

"اوہ۔ کون ہے وہ۔ کہاں ہے"...... جولیا نے پوچھا۔

"وہ نائٹ انکلوژر میں موجود ہے۔ اس نے ڈبل ماسک میک اپ کر رکھا ہے اور میں نے اسے کراس ویژنل گلاسز والے چشمے سے چیک کیا ہے۔ اس کی جیب میں مجھے ایک ریموٹ کنٹرول بھی نظر آیا ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرول ایسا ہے جس سے واقعی کسی طاقتور بم کو بلاسٹ کیا جا سکتا ہے"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"گڈ شو۔ گڈ شو"...... جولیا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ میری نظروں میں ہے۔ میچ اس وقت چونکہ کافرستان کے حق میں ہے اس لئے وہ خاصا مطمئن اور مسرور دکھائی دے رہا ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کیا تم اس پر نظر رکھو گے یا میں کسی اور کو بھیجوں"...... جولیا نے پوچھا۔

"جیسا آپ کہیں گی میں ویسا ہی کروں گا"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"رکو۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے۔ تم نے ریموٹ کنٹرول کا ذکر کیا ہے اور ہمیں راگھو دادا نے بھی یہی بتایا تھا کہ راون اور اس کے ساتھی ریموٹ کنٹرولز سے ہی بلاسٹ کریں گے۔ میں یہاں کے ڈی پی او سے بات کرتی ہوں اور اسے صورتحال سے آگاہ کر کے یہاں جیمر لگوا لیتی ہوں۔ جیمر ہونے کی وجہ سے سیل فون کے ساتھ ساتھ ایسی تمام الیکٹرونکس ڈیوائسز ناکارہ ہو جائیں گی۔ اس طرح وہ سب آپس میں بھی رابطہ نہیں رکھ سکیں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ان کے ساتھی یا ساتھیوں کے ساتھ کیا ہوا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"جیمر سسٹم سے تو ہمارے ایئر فون اور مائیک بھی کام کرنا چھوڑ دیں گے پھر ہم ایک دوسرے سے کس طرح لنکڈ رہیں گے۔ نہ ہمارے واچ ٹرانسمیٹر کام کریں گے نہ سیل فون"...... صفدر نے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے"...... جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"آپ جیمر سسٹم آن کرانے کی بجائے دوسرا کام کریں"۔ صفدر نے کہا۔

"کون سا کام۔ بتاؤ"...... جولیا نے پوچھا۔

"ڈی پی او سے کہہ کر کچھ ایسے افراد کو اپنے ساتھ لے لیں جو پھرتیلے اور انتہائی تیز طرار ہوں۔ ہمیں راون اور اس کے ساتھیوں میں جو بھی دکھائی دے گا ہم اس کے پیچھے ان افراد کو مامور کر دیں گے اور پھر سات افراد کو تو ہم بے ہوشی کی نیڈل مار کر بے ہوش کر دیں گے جبکہ تین افراد کو ان افراد کے ذریعے فوری طور پر قابو کر لیا جائے گا اس طرح ارد گرد موجود کچھ افراد چونکیں گے تو سہی لیکن اس کا اثر پورے اسٹیڈیم پر نہیں ہو گا اور وہ دس کے دس افراد ہماری گرفت میں آ جائیں گے"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بھی مناسب طریقہ ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو میں جا کر ڈی پی او سے بات کرتی ہوں وہ بھی میچ کا شوقین ہے اور وہ آئی پی انکلوژر میں موجود ہے"...... جولیا نے کہا تو ان سب نے او کے کہہ دیا اور جولیا کراؤڈ سے نکل کر وی آئی پی انکلوژر کی جانب بڑھتی چلی گئی۔

یوں تو عمران کو کسی کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور خاص طور پر اسے کرکٹ سے ویسے ہی الرجی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ یہ کیا احمقانہ کھیل ہے جس میں محض بائیس کھلاڑی کھیلتے ہیں اور سارا دن وہ گرمی سردی میں ایک بال کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔

کھلاڑی تو اپنا پیشہ ورانہ فرض نبھاتے ہیں لیکن ان بائیس کھلاڑیوں نے پوری دنیا کو بھی اپنا دیوانہ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ جسے دیکھو وہ کرکٹ کا ہی گن گاتا دکھائی دیتا ہے۔ شائقین دن رات ٹی وی کے آگے بیٹھے رہتے ہیں نہ انہیں کھانے کا ہوش ہوتا ہے نہ پینے کا۔ میچ کے دنوں میں ہر چھوٹا بڑا اپنی تعلیمی سرگرمیوں سے بھی دور ہو جاتا ہے اور کاروبارِ زندگی بھی متاثر ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کو میچ دیکھنے کی ہی دھن رہتی ہے۔

عمران نے نہ تو کبھی کوئی میچ دیکھا تھا اور نہ ہی وہ میچ کے

بارے میں زیادہ جانتا تھا۔ اسے بس اتنا ہی معلوم تھا کہ کرکٹ کے میچ میں دو ٹیموں کے گیارہ گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ایک ٹیم باؤلنگ اور فیلڈنگ کرتی ہے اور دوسری ٹیم کے دو کھلاڑی میدان میں ان بالوں کو بیٹ سے ہٹس لگا کر ہوا میں اچھالتے رہتے ہیں جن سے رنز بنتے ہیں اور مقررہ اوورز میں پہلی ٹیم جو رنز اسکور کرتی ہے اتنے ہی اوورز میں دوسری ٹیم کو بھی ان رنز سے ایک زائد رن بنانا پڑتا ہے۔ عمران کو نہ تو باؤلنگ کے بارے میں کچھ پتہ تھا اور نہ ہی وہ بیٹنگ کے بارے میں کوئی معلومات رکھتا تھا کہ پچ پر کھڑے ہو کر کس طرح مخالف ٹیم کے باؤلر کا سامنا کیا جا سکتا ہے اور کس طرح ایک بیٹ سے اسٹروکس کھیلے جاتے ہیں۔

لیکن اب جو معاملہ اس کے سامنے آیا تھا اسے کرکٹ میں خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جولیا نے چیف کو کال کر کے راگھو دادا کے خوفناک اور جارحانہ عزائم کے بارے میں جو تفصیلات بتائی تھیں وہ بلیک زیرو نے واچ ٹرانسمیٹر پر عمران کو بھی بتا دی تھیں اور عمران جو پہلے ہی جانتا تھا کہ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ نے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو اپنے بس میں کرنے کے لئے کیا کچھ کر رکھا ہے یہ سب سن کر وہ اور زیادہ غصے میں آ گیا تھا کہ میچ اگر کافرستان کو اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تو وہ پاکیشیا کے عوام کو بلاسٹنگ کے ذریعے ہلاک کر دے گا اور پاکیشیا جو پہلے ہی شر پسندوں کی شر انگیزیوں سے بدنام ہے ان کے اس اقدام سے پاکیشیا کی ساکھ اور زیادہ خراب ہو

جائے گی اور پھر شاید ہی کبھی ایسا ہو کہ پاکیشیا میں کرکٹ یا دوسرے کسی کھیل کا انعقاد کیا جا سکے اور دوسرے ممالک کی ٹیمیں پاکیشیا میں سیکورٹی رسک کی وجہ سے آنے سے یکسر ہی انکار کر دیں گی جس سے پاکیشیا میں کبھی کوئی ایونٹ منعقد نہیں ہو سکے گا اور پاکیشیا کا امیج اور زیادہ خراب ہو جائے گا جس کا کافرستان جیسے پاکیشیا کے مخالف ممالک کچھ بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے اور عمران یہ نہیں چاہتا تھا۔ وہ کھیل کو صرف کھیل کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن اب جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ پاکیشیا کی بدنامی کے ساتھ ساتھ پاکیشیا کی معیشت پر بھی انتہائی برے اثرات مرتب کر سکتا تھا جس کا ان حالات میں پاکیشیا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

عمران نے میچ دیکھنے کے لئے ڈاکٹر فاروقی سے کہہ کر اپنے روم میں خصوصی طور پر ایک ٹی وی سکرین نصب کروا لی تھی۔ اسے ٹی وی اور میچ کا شوق دیکھ کر ڈاکٹر فاروقی حیران تو ہو رہے تھے لیکن وہ بھلا عمران سے کیا کہہ سکتے تھے۔

سامنے دیوار پر ایل سی ڈی سکرین لگی ہوئی تھی جو آن تھی اور اس پر براہ راست ہارٹ سٹی کے قدسی اسٹیڈیم سے پاکیشیا اور کافرستان کا فائنل میچ دکھایا جا رہا تھا۔ میچ اب اس پوزیشن میں تھا کہ کافرستانی ٹیم اپنی اننگز کھیل چکی تھی۔ مقررہ پچاس اوورز میں کافرستانی کرکٹ ٹیم نے تین سو انتالیس رنز بنائے تھے جو کسی بھی ورلڈ کپ کے میچ کے فائنل کا سب سے بڑا اسکور تصور کیا جا رہا

تھا۔ کافرستان کے محض چھ کھلاڑی آؤٹ ہوئے تھے اور ان سب نے ہی پاکیشیا ٹیم کے سامنے اسکور کا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا جس سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے چہرے بجھے بجھے سے دکھائی دے رہے تھے اور اسٹیڈیم میں موجود تماشائیوں کے بھی چہرے اترے ہوئے تھے۔ یہی حال پاکیشیا کے ہر گھر اور ہر بازار میں تھا۔ کافرستان نے جس طرح سے اتنا بڑا اسکور کیا تھا اس کی وجہ سے ہر پاکیشیائی کو فائنل میچ ہارتا ہوا معلوم ہو رہا تھا اور انہیں پاکیشیائی ٹیم کے کھلاڑیوں پر شدید غصہ آ رہا تھا جن کی باؤلنگ اور فیلڈنگ پرفارمنس اس قدر ناقص تھی کہ کافرستان تین سو سے اوپر کا اسکور کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ان کے کھلاڑی بھی سینچریاں اور نصف سینچریاں بنانے میں کامیاب رہے تھے۔

کافرستانی ٹیم کے اتنا بڑا اسکور کرنے کی کافرستان میں بے حد خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ کافرستان میں ہر طرف شادیانے بجائے جا رہے تھے اور ہر کافرستانی جوش و خروش سے میڈیا پر بیان دے رہا تھا کہ پاکیشیائی ٹیم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ وہ کافرستان کے بنے ہوئے اسکور کا مقابلہ کر سکے اور اس اسکور کو چیز کر کے جیت کے نزدیک بھی پہنچ سکے۔ پوری دنیا میں پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کی ناقص فیلڈنگ اور باؤلنگ پر انگلیاں اٹھائی جا رہی تھیں اور ہر طرف سے یہی کہا جا رہا تھا کہ جب پاکیشیائی ٹیم باؤلنگ اور فیلڈنگ میں اس قدر ناکام رہ سکتی ہے تو بیٹنگ کرنا بھی ان کے لئے شدید مشکل

ہو گا۔ اتنے بڑے اسکور کی وجہ سے ان پر شدید دباؤ ہو گا اور شاید ہی کوئی ایسا کھلاڑی ہو جو پچ پر جما رہ سکے ورنہ سابقہ کھلاڑیوں اور سابقہ کپتانوں کی نظر میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا اسکور دو سو سے اوپر ہوتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

عمران یہ سب صورتحال دیکھ دیکھ کر انتہائی بے چینی سے پہلو پر پہلو بدل رہا تھا۔ اسے اپنے ساتھیوں پر بھی غصہ آ رہا تھا جو ابھی تک اسٹیڈیم سے ان دس افراد کو بھی تلاش نہیں کر سکے تھے جو پاکیشیا کے عوام کو بے موت مارنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ جب تک وہ دس افراد ان کی گرفت میں نہ آ جاتے اس وقت تک پاکیشیا کرکٹ ٹیم کا نہ حوصلہ بڑھایا جا سکتا تھا اور نہ ہی انہیں اچھا کھیل پیش کرنے کا کہا جا سکتا تھا۔

بلیک زیرو نے عمران کو بتایا تھا کہ اس نے سر سلطان سے کہہ کر کمانڈوز ان کھلاڑیوں کی رہائش گاہوں کی جانب بھیج دیئے ہیں جن کھلاڑیوں کو اپنی مرضی کے مطابق کھلانے کے لئے کافرستانی ایجنٹوں نے یرغمال بنا رکھا ہے۔ بلیک زیرو کے کہنے کے مطابق فورسز نے کامیاب آپریشن کر کے تمام یرغمالیوں کو رہا کرا لیا ہے اور ان کے ہاتھوں یا تو کافرستانی ایجنٹ ہلاک ہو چکے ہیں یا پھر انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے جن میں بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کا ٹاپ ایجنٹ راما نند بھی شامل تھا۔ عمران کو اس طرف سے تو تسلی ہو گئی تھی کہ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے افراد اب کھلاڑیوں کے خاندان والوں

کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اس کے ساتھی بھی اسٹیڈیم میں موجود ان دس مجرموں کو تلاش کر لیں گے جو پاکیشیائی تماشائیوں کو ہلاک کرنے کے مذموم ارادوں سے اسٹیڈیم میں موجود تھے لیکن اسے ان کھلاڑیوں کی فکر تھی جو میدان میں اتر چکے تھے اور بلیک کوبرا سینڈیکیٹ نے انہیں سپیشل ڈوز کا شکار بنا رکھا تھا۔ اس کے سامنے سپیشل ڈوز کی تمام تفصیل بھی آ چکی تھی اور اب ایسا کوئی سلسلہ نہیں تھا کہ ٹیم کے کھلاڑیوں کو بدل کر ان کی جگہ نئے کھلاڑی میدان میں بھیجیں جا سکیں یا ان کھلاڑیوں کا علاج کیا جا سکے جو سپیشل ڈوز کی وجہ سے میدان میں مخصوص حد تک ہی اپنی پرفارمنس دکھا سکتے تھے۔

کافرستانی ٹیم کا اسکور دیکھ کر عمران کو بھی فائنل گیم اپنے ہاتھوں سے نکلتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے کہ شکست خوردہ ہونے والی پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو وہ کامیابی سے ہمکنار کر سکے اور پورے پاکیشیا کے بجھے ہوئے دل بحال ہو جائیں اور ان کے مرجھائے ہوئے چہرے پھر سے کھل اٹھیں۔

کچھ ہی دیر میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم بیٹنگ کے لئے جبکہ کافرستانی ٹیم باؤلنگ اور فیلڈنگ کے لئے آنے والی تھی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ جس طرح انہوں نے بیٹنگ میں بہترین پرفارمنس دکھائی تھی اس سے ان کے حوصلے اور زیادہ بڑھے ہوئے ہوں گے اور پاکیشیا

کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی ان کے مقابلے میں ایک تو ویسے ہی کمزور ہو چکے ہیں اور پھر سپیشل ڈوز نہ ملنے کی وجہ سے وہ باؤلنگ اور فیلڈنگ کی طرح بیٹنگ لائن میں بھی کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھا سکیں گے۔ اس طرح کافرستان اپنی مذموم سازش میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔ بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے ختم ہونے کے باوجود جیت ان کی جھولی میں چلی جائے گی اور کرکٹ ٹیم کے ساتھ پاکیشیا کے عوام کی خوشیاں بھی غم اور سوگ میں بدل جائیں گی۔

آدھے گھنٹے کے بعد جب کھیل دوبارہ شروع ہوا اور پاکیشیا کے دو کھلاڑی محض دوسرے اور تیسرے اوور میں صرف دس رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے تو عمران کے چہرے پر مایوسی کے بادل چھا گئے اس نے غصے سے ریموٹ سے ٹی وی آف کر دیا اور پھر وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک خیال آیا۔ وہ فوراً اٹھا اور اس نے بیڈ کے نیچے پڑے ہوئے اپنے جوتے پہنے اور دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ ابھی وہ دروازے کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ڈاکٹر فاروقی اندر آ گئے۔ عمران کو بستر سے اٹھے اور دروازے کی طرف آتے دیکھ کر وہ وہیں ٹھٹھک گئے۔

"کہاں جا رہے ہو عمران بیٹا"...... ڈاکٹر فاروقی نے اس کی جانب حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ سے ہی ملنے آ رہا تھا ڈاکٹر صاحب۔ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ مجھ سے ملنے کی ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی تمہیں۔ میں گاہے بگاہے یہاں چکر لگا ہی رہا تھا۔ تم جانتے ہو نا کہ تمہارے دماغ کی کیا حالت ہے اور تمہارا ایک بازو بھی فریکچرڈ ہے۔ تمہیں کم از کم ایک ہفتہ یہاں آرام کرنا ہے۔ دماغی آپریشن کی وجہ سے تمہارا چلنا پھرنا بے حد خطرناک ہو سکتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ تمہارے سر پر ایک ہلکی سی بھی چوٹ لگ گئی تو تمہیں لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں"...... ڈاکٹر فاروقی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"میں سب جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ اس وقت مجھے اپنی صحت کی نہیں بلکہ اپنے ملک اور ملک کے عوام کی فکر ہے"...... عمران نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"ملک اور عوام۔ کیا مطلب"...... ڈاکٹر فاروقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال آپ میرے ساتھ چلیں"...... عمران نے کہا۔

"کہاں"...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔ ان کے لہجے میں بدستور حیرت کا عنصر تھا۔

"آپریشن تھیٹر میں"...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ

ڈاکٹر فاروقی اس سے کچھ پوچھتے عمران نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں کمرے سے باہر نکالتا لے گیا۔ ڈاکٹر فاروقی نے اسے روکنے کی بے حد کوشش کی لیکن اب بھلا عمران کو کون روک سکتا تھا۔

آپریشن تھیٹر میں آ کر عمران نے ڈاکٹر فاروقی سے کہہ کر اپنے دائیں بازو کی پٹیاں کھلوائیں اور ان سے کہا کہ وہ اس کے بازو پر ایسا پلاسٹر چڑھا دیں کہ وہ جتنا مرضی ہاتھ ہلائے جلائے مگر اس کے فریکچر پر کوئی اثر نہ پڑے اور وہ کم از کم اپنے ہاتھ کو حرکت دے سکے۔ ایسا بظاہر ناممکن تھا۔ سخت سے سخت پلاسٹر میں بھی ہاتھ کی حرکت فریکچرڈ حصے کو متاثر کر سکتی تھی لیکن عمران نے ڈاکٹر فاروقی کو پلاسٹر چڑھانے کی ایک نئی تکنیک بتائی جس پر عمل کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروقی نے اس کے بازو پر پلاسٹر چڑھا دیا اور پھر انہوں نے عمران کے کہنے پر اس کے بازو میں چند ایسے پین کلر انجکشن لگا دیئے جو دیر تک اپنا اثر برقرار رکھ سکتے تھے اور ہاتھ ہلانے جلانے کے باوجود عمران کو فریکچر حصے میں تکلیف نہیں ہو سکتی تھی اور ٹائٹ پلاسٹر چڑھانے سے اس کے فریکچر بازو کو مزید نقصان بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

پلاسٹر چڑھانے کے بعد عمران ڈاکٹر فاروقی کو اللہ حافظ کہتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ڈاکٹر فاروقی نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن عمران جب کچھ ٹھان لیتا تھا تو پھر وہ کسی کی نہیں سنتا تھا۔

وہ آپریشن روم سے نکلا اور پھر وہ ہسپتال سے نکل کر باہر آ گیا۔ ہسپتال سے نکل کر اس نے ایک ٹیکسی ہائر کی اور دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

دانش منزل میں آ کر جب وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو اسے وہاں دیکھ کر بلیک زیرو حیران رہ گیا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

عمران نے بلیک زیرو کی حیرت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اسے ہدایات دینے لگا کہ وہ ایئر بیس کے کمانڈر انچارج سے بات کر کے اس کے لئے تیز رفتار ہیلی کاپٹر کا بندوبست کرائے اور پھر اس نے بلیک زیرو کو ایک کاغذ پر کچھ چیزیں لکھ کر دے دیں کہ وہ ان چیزوں کا اس کے لئے جلد سے جلد بندوبست کرے۔ بلیک زیرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران کیا چاہتا ہے اور وہ اس حالت میں ہسپتال سے کیوں اٹھ کر آ گیا ہے لیکن عمران چونکہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا اس لئے بلیک زیرو نے اس کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس نے بطور ایکسٹو ایئر بیس کے کمانڈر سے بات کر کے ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر تیار کرنے کا حکم دیا اور اسے عمران کے بارے میں بتا دیا کہ وہ ایئر بیس پر آ کر اس تیز رفتار ہیلی کاپٹر پر جلد سے جلد ہارٹ سٹی جانا چاہتا ہے۔

''میں نے ایئر چیف سے بات کر لی ہے۔ اگلے آدھے گھنٹے تک آپ کو تیز رفتار بلیک کوبرا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہارٹ سٹی پہنچا

دیا جائے گا''...... ایئر چیف سے بات کر کے بلیک زیرو نے عمران کو بتاتے ہوئے کہا جو گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تہہ خانے کے سٹور روم میں جاؤ اور میں نے جو چیزیں لکھ کر دی ہیں وہ ایک بیگ میں ڈال کر لے آؤ۔ ہری اپ''...... عمران نے اسی طرح بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن عمران صاحب''...... بلیک زیرو نے کچھ کہنا چاہا۔

''اس وقت کوئی سوال و جواب مت کرو۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو اور جلدی''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور جولیا کے سیل فون پر کال کرنے لگا۔

''یس''...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے جولیا اور بے شمار لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں کراؤڈ کی تھیں جن کے درمیان جولیا اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

''ایکسٹو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

''اوہ۔ یس چیف۔ حکم''...... دوسری طرف سے جولیا نے قدرے دھیمی آواز میں مگر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کچھ پتہ چلا ان کا''...... عمران نے اسی انداز میں پوچھا۔

''یس چیف۔ دس کے دس افراد ٹریس ہو گئے ہیں اور ہم نے انہیں اپنے قابو میں بھی کر لیا ہے۔ سات افراد کو تو ہم نے نیڈل

گن سے بے ہوشی والے نیڈل تھرو کے ذریعے بے ہوش کیا تھا جبکہ تین افراد کو تین کمانڈوز کے ذریعے قابو کیا گیا ہے۔ انہیں قابو کرنے کی وجہ سے کراؤڈ میں کچھ پرابلم تو ہوا تھا لیکن ڈی پی او اور ہم نے انہیں مطمئن کر دیا تھا اور اب وہ دس کے دس افراد ہماری حراست میں ہیں۔ ہم نے ان سے ریموٹ کنٹرول حاصل کر لئے ہیں جن سے وہ اسٹیڈیم کے مختلف انکلوژرز میں بلاسٹ کرنے والے تھے۔ ان کی نشاندہی پر ہم نے ڈبل کوٹڈ بلاسٹر بھی حاصل کر لئے ہیں اور ہم نے یہ کام نہایت احتیاط اور خاموشی سے کیا ہے تاکہ کراؤڈ میں افراتفری نہ پھیلے اور لوگ اطمینان سے گیم سے لطف اندوز ہوتے رہیں''...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ شو۔ اب تم سب کیا کر رہے ہو''...... ایکسٹو نے پوچھا۔

''وہ دس افراد ڈی پی او کی حراست میں ہیں۔ ہم چونکہ فارغ ہیں اس لئے ہم میچ دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم ابھی واپس آ سکتے ہیں''...... جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایک کام کرو''...... ایکسٹو نے کہا۔

''یس چیف۔ حکم''...... جولیا نے کہا تو عمران اسے ہدایات دینے لگا۔

''لل۔ لل۔ لیکن چیف یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے اور عمران۔ کیا وہ اس حالت میں ہے کہ وہ یہ سب کچھ کر سکے''۔

ساری بات سن کر دوسری طرف سے جولیا نے ہکلاتے ہوئے کہا اس کے لہجے میں شدید حیرت ٹپک رہی تھی جیسے وہ ایکسٹو کا عجیب و غریب حکم سن کر حیران ہو رہی ہو۔

''وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ تم وہ کرو جس کا تمہیں کہا جا رہا ہے اور ایک بات اور۔ عمران کیا کرنے جا رہا ہے اس کے آنے پر اس سے کوئی سوال و جواب نہیں کئے جائیں گے۔ وہ سب کچھ خود ہی سنبھال لے گا''...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں کہا۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے جولیا کی ایسی آواز سنائی دی جیسے وہ کسی اندھے کنوئیں سے بول رہی ہو۔ عمران نے اسے مزید چند ہدایات دیں اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

کچھ دیر کے بعد بلیک زیرو ایک تھیلے میں عمران کا مطلوبہ سامان لے کر آ گیا۔ عمران نے تھیلا کھول کر اس میں موجود سامان دیکھا اور پھر وہ مطمئن ہو گیا۔

''اب تو بتا دیں کہ آپ اس حالت میں ہارٹ سٹی کیوں جا رہے ہیں اور آپ کو میک اپ کے سپیشل سامان کی کیا ضرورت ہے جو آپ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

''اگر میں کہوں کہ میں کرکٹ کھیلنے جا رہا ہوں تو''...... عمران نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''کرکٹ اور آپ۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے''...... بلیک زیرو نے

اسے عمران کا مذاق سمجھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں کرکٹ نہیں کھیل سکوں گا"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے لیکن"...... بلیک زیرو نے کہنا چاہا۔

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔ میں واقعی کرکٹ کھیلنے جا رہا ہوں اور وہ بھی ہارٹ سٹی کے قدسی اسٹیڈیم میں"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے بلیک زیرو کو اپنی پلاننگ کے بارے میں بتانا شروع کر دیا جسے سن کر بلیک زیرو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"لیکن عمران صاحب۔ آپ کا ایک ہاتھ فریکچر ہے اور آپ کے سر پر جو چوٹ لگی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ میں نے آپ کا آپریشن کیا تھا اور میں جانتا ہوں کہ اگر آپ کو سر پر مزید کوئی چوٹ لگی تو وہ آپ کی جان کے لئے خطرناک ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں آپ کرکٹ جیسا کھیل کیسے کھیل سکتے ہیں۔ کرکٹ کی بال انتہائی ہارڈ ہوتی ہے اگر خدانخواستہ آپ کے سر پر وہ بال لگ گئی تو"...... بلیک زیرو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ میں اس دار فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔ مجھے یہ منظور ہے لیکن میں کافرستان کو کم از کم سازش کے تحت یہ میچ نہیں جیتنے دوں گا اور یہ میچ پورے پاکیشیا کے لئے جس طرح سے سوہانِ روح بنا ہوا ہے میں پاکیشیا کو اس مشکل گھڑی سے نکال کر انہیں چند خوشیاں دینا چاہتا ہوں اور یہ خوشیاں انہیں اسی صورت میں مل سکتی ہیں کہ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کم از کم اپنے ملک میں اور کافرستان سے جیت جائے جس نے فائنل گیم جیتنے کے لئے اس قدر کھڑاک پیدا کر رکھا ہے"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر بھی عمران صاحب۔ ابھی ملک و قوم کو آپ کی بے حد ضرورت ہے۔ کرکٹ میچ تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اگر ہم سازش کے تحت ہی سہی یہ میچ ہار جائیں گے تو کیا ہو گا۔ آئندہ کسی میچ میں ہم کامیابی حاصل کر لیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"آئندہ بھی یہ سب کچھ ہوتا رہا تو۔ نہیں بلیک زیرو۔ مجھے یہ سلسلہ یہیں روکنا ہے۔ یہ جیت کافرستان کی جیت نہیں ہے۔ اگر کافرستان جیت گیا تو یہ اس کی سازش کی جیت ہو گی اور پاکیشیا کسی بھی میدان میں سازش کے ذریعے زک اٹھائے میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اپنی سی کوشش ضرور کروں گا۔ باقی جو اللہ کو منظور"...... عمران نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ کی جگہ یہ کوشش کوئی اور بھی تو کر سکتا ہے"...... بلیک زیرو نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"مجھے خود پر اعتماد ہے اور بچپن میں جتنا گلی ڈنڈا میں نے کھیلا ہے۔ اتنا شاید ہی کسی نے کھیلا ہو گا اس لئے میں بیٹ پکڑ کر بیٹنگ تو کر ہی لوں گا"...... عمران نے مسکرا کر مزاحیہ لہجے میں کہا لیکن جواب میں بلیک زیرو نہ مسکرایا۔ اسے عمران کے سر پر لگنے والی

چوٹ اور اس کے فریکچر ہونے والے بازو کی فکر تھی۔ ایسی حالت
میں عمران کا کرکٹ کھیلنا اس کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا
تھا۔

''اب تم یہاں بیٹھ کر کفِ افسوس ملو کہ کرکٹ میں تمہیں کھیلنے کا
موقع نہیں مل رہا۔ میں تو چلا''...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو
گیا اور پھر بلیک زیرو اس سے پہلے کہ اسے روکتا عمران نے بیگ
اٹھایا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ایئر بیس پر جانے کے لئے وہ
دانش منزل سے بلیک زیرو کی کار لے گیا تھا جو ایکسٹو کی بجائے
بلیک زیرو زیادہ تر اپنے نجی کاموں کے لئے استعمال کرتا تھا۔

اگلے ایک گھنٹے کے بعد عمران ایئر بیس پر تھا اس کا ایئر چیف
کمانڈر نے استقبال کیا تھا اور پھر ایئر چیف کمانڈر نے اپنی نگرانی
میں ایک تیز رفتار بلیک کوبرا ہیلی کاپٹر میں اسے پہنچا دیا۔ ہیلی کاپٹر
اُڑا اور نہایت تیز رفتاری سے ہارٹ سٹی کی جانب اُڑتا چلا گیا۔

فہیم شہزاد اور اس کے پانچ کھلاڑیوں کی حالت بے حد ابتر تھی
وہ چل پھر تو رہے تھے لیکن ان کی حالت دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے
ان کے جسموں میں جان نام کی کوئی چیز نہ ہو اور وہ اچانک
بوڑھے اور بیمار ہو گئے ہوں۔ ان کے چہروں سے نہ تو ان کی
کمزوری کا پتہ چلتا تھا اور نہ ہی ظاہری طور پر ان کے جسموں میں
کوئی کمی دکھائی دیتی تھی لیکن اس کے باوجود ان کی جو حالت تھی وہ
دیکھ کر جولیا اور اس کے ساتھی اس بات سے قطعی ناامید ہو گئے تھے
کہ ایسی حالت میں ان کا میدان میں کھیلنا ممکن تھا اور جیت کی
طرف جانا تو ایسا ہی تھا جیسے زمین پر رہ کر چاند کی طرف جانا۔

پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے اب تک چھ کھلاڑی آؤٹ ہو کر پویلین
واپس آ چکے تھے اور انہوں نے بے حال ہونے کے باوجود پاکیشیا
کو مشکل سے نکالنے کے لئے اپنی سی جان لڑا دی تھی اور وہ مرتے

مرتے بھی جیسے کھینچ کھانچ کر پاکیشیا کا اسکور دو سو چوالیس رنز تک لے گئے تھے۔ جس سے کافی حد تک پاکیشیائی تماشائیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ لیکن اس کے بعد جب دو کھلاڑی یکے بعد دیگرے آؤٹ ہوئے تو پاکیشیائیوں کے چہرے بجھ سے گئے۔ پاکیشیا تینتالیس اوورز کھیل چکا تھا اور اب اس کے چار کھلاڑی باقی تھے اور اسے سات اوورز میں چھیانوے رنز اور بنانے تھے جو کہ ان کے لئے واقعی انتہائی ٹف ہو گیا تھا اور چونکہ رنز کی ایوریج تیرہ سے زائد کی ہو چکی تھی اس لئے انہیں اب یہ چھیانوے رنز پہاڑ سے بھی زیادہ بڑے دکھائی دینے لگے تھے جنہیں سات اوورز میں حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہی دکھائی دے رہا تھا۔ ٹیم نے دو پاور پلیئر میں بھی کوئی خاص کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اب جو بیٹسمین کھیل رہے تھے آل راؤنڈر نہیں تھے۔ وہ بس وقت پاس کرنے والے ہی بیٹسمین دکھائی دے رہے تھے۔ فہیم شہزاد کو چونکہ اپنی حالت کافی خراب ہوتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اس لئے اس نے مڈل آرڈر پر کھیلنے کی بجائے آخر میں کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا اور پاکیشیائیوں کو اس پر بے حد غصہ آ رہا تھا کہ وہ اب تک کھیل کے میدان میں کیوں نہیں آیا ہے۔ اگر وہ میدان میں آجائے تو کھیل کی پوزیشن میں کافی حد تک سدھار لایا جا سکتا تھا لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ فہیم شہزاد کس حال میں ہے۔

ساتواں کھلاڑی آؤٹ ہوتا تو اس کی جگہ فہیم شہزاد نے ہی جانا

تھا لیکن اب اچانک فہیم شہزاد وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ اس کے غائب ہونے کی وجہ سے ٹیم کے کھلاڑی اور ٹیم مینجمنٹ کے افراد بے حد پریشان تھے لیکن فہیم شہزاد کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ کھلاڑیوں کو بس اتنا معلوم تھا کہ ان کے پاس ڈی پی سمیت دو افراد آئے تھے اور وہ فہیم شہزاد کے ساتھ باہر چلے گئے تھے۔ اس کے بعد نہ تو ڈی پی او کا کچھ پتہ چل رہا تھا اور نہ ہی فہیم شہزاد کا۔ اسے ہر جگہ تلاش کیا گیا اور پھر اچانک انہیں فہیم شہزاد بے حد ہشاش بشاش انداز میں آتا ہوا دکھائی دیا۔

فہیم شہزاد کو دیکھ کر ٹیم کے کھلاڑیوں کو قدرے حوصلہ ہونے لگا۔ انہوں نے فہیم شہزاد سے لاکھ پوچھا کہ وہ کہاں تھا اور اتنی دیر سے کہاں غائب تھا لیکن فہیم شہزاد نے ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا وہ نیکسٹ کھلاڑی کے طور پر جانے کے لئے ڈریسنگ روم سے تیار ہو کر آیا تھا اس کی ٹانگوں پر پیڈز بندھے ہوئے تھے اور اس کے سر پر مخصوص فولادی ہیلمٹ بھی موجود تھا اور اس نے میدان میں جانے سے پہلے ہی ہاتھوں پر گلووز بھی چڑھا لئے تھے۔

پچ پر موجود دونوں کھلاڑی فریش تو تھے لیکن یہ ان کھلاڑیوں میں سے تھے جنہوں نے دولت کے لئے ملک کی عزت، ملک کا نام اور ملک کا وقار داؤ پر لگا دیا تھا اور وہ بس ٹپ ٹپ کر کے ٹائم ہی ضائع کرتے دکھائی دے رہے تھے اور ان کھلاڑیوں کو اس طرح ٹپ ٹپ کرتے دیکھ کر پاکیشیائی شائقین کی مایوسی بڑھتی جا رہی تھی

اور اب تو یہ حال تھا کہ شائقین اٹھ اٹھ کر وہاں سے جانا شروع ہو گئے تھے۔ گو کہ ٹیم کے پاس ابھی ایک پاور پلے باقی تھا اور تیز رفتاری سے کھیلنے والے بیٹسمین فہیم شہزاد نے بھی ابھی کھیلنا تھا لیکن سات اوورز میں چھیانوے رنز کافی مشکل ہدف تھا اور اب جو کھلاڑی کھیل رہے تھے وہ جس طرح سے بالیں ضائع کر رہے تھے اس سے پاکیشیائی عوام کا جوش اور جذبہ ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا کہ جب ان کھلاڑیوں میں سے کوئی آؤٹ ہو گا اس وقت تک اتنے اوورز بھی باقی نہیں رہیں گے کہ فہیم شہزاد جیسا تیز کھیلنے والا اور وہ بھی پاور پلے میں بہتر کھیل کا مظاہرہ کر سکے۔ اس لئے اب ان کی میچ میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

پاکیشیا کرکٹ ٹیم نے جس طرح سے آج ناقص کھیل کا مظاہرہ کیا تھا اس سے ہر پاکیشیائی بلکہ کرکٹ کی دنیا کے تمام شائقین کو یہ فکسڈ میچ دکھائی دے رہا تھا۔ جس پر دنیا بھر کا میڈیا پاکیشیا پر تضحیک آمیز فقرے کس رہا تھا۔ پھر چوالیسویں اوور کی آخری گیند پر جب پاکیشیا کا ساتواں کھلاڑی آؤٹ ہوا تو کافرستانی انکلوژر میں جیسے کافرستان کی یقینی جیت کا شور و غوغا بلند ہونا شروع ہو گیا۔

پاکیشیائی شائقین مایوس ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی غصے میں بھی نظر آ رہے تھے اور انہوں نے پلے کارڈز اور دوسری چیزیں ادھر ادھر پھینک کر وہاں سے اٹھ کر جانا شروع کر دیا تھا۔

پاکیشیا کے مختلف شہروں، قصبوں اور گاؤں میں کچھ افراد نے

پاکیشیا ٹیم کو ہارتے دیکھ کر اپنے ٹی وی سیٹ توڑ دیئے تھے اور کچھ تو ایسے تھے جو دہاڑیں مار مار کر رونا شروع ہو گئے تھے۔

جن پاکیشیائیوں نے دن رات اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر رو رو کر اور گڑگڑا کر انتہائی خشوع و خضوع سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی جیت کی دعائیں مانگیں تھیں۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی ناقص حکمت عملی نے جیسے ان سب کی دعائیں رائیگاں کر دی تھیں اس لئے ہر پاکیشیائی کا دل بجھا بجھا سا اور غمگین سا ہو کر رہ گیا تھا۔ لوگوں کو اپنی ٹیم کی ہار منظور نہیں تھی اس لئے ٹی وی سیٹ بند کر دیئے گئے تھے اور ہر طرف جیسے سوگ اور دکھ کا سا سماں بندھ گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پاکیشیا میں پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے فائنل میچ کی ہار کے بادل امڈ آئے ہوں جن کی وجہ سے پورے پاکیشیا میں تاریکی چھا گئی ہو۔

ساتویں کھلاڑی کے آؤٹ ہوتے ہی فہیم شہزاد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی اس کے ساتھیوں نے اس کی حوصلہ افزائی کے لئے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ فہیم شہزاد نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور پویلین سے نکل کر بائیں ہاتھ سے بیٹ ہلاتا ہوا گراؤنڈ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

فہیم شہزاد کو گراؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھ کر گراؤنڈ میں موجود تماشائیوں نے اٹھ کر اس کے استقبال کے لئے زور زور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں اور میدان ایک بار پھر نعرہ تکبیر اور اللہ

اکبر کے زور دار نعروں سے گونجنا شروع ہو گیا۔

آؤٹ ہونے والا پاکیشائی کھلاڑی اسی طرف آ رہا تھا فہیم شہزاد کے قریب پہنچ کر وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"یہ میچ تو گیا اپنے ہاتھوں سے۔ چھ اوورز باقی ہیں اور چھ اوورز کی چھتیس گیندوں پر بیانوے رنز بنانا ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن"۔ اس کھلاڑی نے رکتے ہوئے کہا۔

"ہمتِ مرداں مددِ خدا۔ اگر انسان ہمت کرے تو اللہ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ تم جاؤ آرام کرو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ میں نے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا نہیں سیکھا"...... فہیم شہزاد نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا تو کھلاڑی بے اختیار ہنس پڑا جیسے وہ فہیم شہزاد کی اس بات سے متفق نہ ہوا ہو۔ وہ پکا ہوا کھلاڑی تھا اور شاید اسے یقین تھا کہ فائنل میچ کی جو پوزیشن ہے اس میں پاکیشیا کسی بھی طرح جیت کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔

"گڈ لک"...... کھلاڑی نے کہا اور بیٹ کاندھے پر رکھ کر بڑے اطمینان بھرے انداز میں پویلین کی جانب بڑھ گیا جبکہ فہیم شہزاد سر جھٹک کر پچ کی جانب بڑھ گیا۔

کافرستانی کھلاڑی بے حد مطمئن اور خوش دکھائی دے رہے تھے۔ میچ کا پانسہ ان کے حق میں آ چکا تھا اب صرف تین کھلاڑی باقی تھے۔ انہیں ان تین کھلاڑیوں کی کوئی فکر نہیں تھی وہ جانتے تھے کہ سکور ایوریج بے حد زیادہ ہو چکی ہے۔ پاکیشیا کو میچ جیتنے کے

لئے اب ہر اوور میں سولہ کی اوسط سے رنز بنانے کی ضرورت تھی اور آخری اوورز میں چونکہ فیلڈنگ انتہائی ٹائٹ کر دی جاتی تھی اس لئے چوکے چھکے لگانے تو دور بیٹسمین کے لئے دو رنز اور سنگلز بنانے بھی مشکل ہو جاتے تھے۔

ان میں سب سے زیادہ خوش ٹیم کا کپتان بھوانی سنگھ تھا وہ فہیم شہزاد کی جانب حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر انتہائی زہریلی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ پاکیشیا کرکٹ ٹیم سے میچ جیتنے کے لئے جو سازش کی گئی تھی اس سازش میں بھوانی سنگھ بھی شامل تھا اس لئے وہ جانتا تھا کہ فہیم شہزاد اس وقت کس پوزیشن میں ہے اور وہ اس کے فاسٹ باؤلرز کے سامنے چند لمحے بھی نہیں ٹک سکے گا۔

"آؤ۔ آؤ۔ میں کافی دیر سے تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے"...... فہیم شہزاد جب بھوانی سنگھ کے قریب سے گزرا تو بھوانی سنگھ نے فہیم شہزاد پر فقرہ چست کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ انتہائی کاٹ دار تھا جس کی وجہ سے اس کے ارد گرد موجود اس کے ساتھی بھی ہنس پڑے تھے۔ فہیم شہزاد نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ وہ اس کی بات سن کر مسکرا دیا تھا۔

"بے چارے پاکیشیائی۔ انہیں اپنی ٹیم پر بے حد ناز تھا لیکن ہمارے سامنے تو یہ ریت کی دیوار کی طرح ڈھے گئے ہیں"۔ کافرستانی ٹیم کے ایک اور کھلاڑی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بس چند لمحوں کی بات ہے پھر پاکیشیائی ٹیم کے کھلاڑیوں کے ساتھ پورا پاکیشیا اپنی ہار کا ماتم کر رہا ہوگا اور کافرستان میں ہماری اس جیت کا جشن منایا جائے گا ایسا جشن جو صدیوں تک یاد رہے گا“...... ایک اور کھلاڑی نے کہا۔

”دیکھ لینا۔ کہیں تمہارا یہ غرور خاک میں نہ مل جائے“۔ فہیم شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس صورتحال میں ہمارا غرور نہیں ٹوٹے گا مسٹر کپتان۔ جیت ہماری ہی ہوگی۔ ہر حال میں اور ہر صورت میں“...... بھوانی سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو آؤ۔ ریس کے میدان میں آؤ۔ تم گیارہ گدھوں کے مقابلے پر میں اکیلا ہوں دیکھتے ہیں کون میدان مارتا ہے“...... فہیم شہزاد نے اسی انداز میں کہا اور بھوانی سنگھ اس کی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

فہیم شہزاد ان کی طرف توجہ دیئے بغیر پچ کی جانب بڑھ گیا۔ کریز پر اسلم انصاری موجود تھا جو بے حد متفکر دکھائی دے رہا تھا۔

”فہیم بھائی اب کیا ہوگا۔ ہمیں جیت کے لئے ابھی بیانوے رنز درکار ہیں۔ ہمارے کھلاڑیوں نے تو پچ پر نہ رکنے کی جیسے قسم ہی کھا لی ہے۔ ابھی جو کھلاڑی آؤٹ ہو کر گیا ہے میں نے خود دیکھا ہے اس نے جان بوجھ کر کریز سے باہر نکل کر ہٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس بال کو وہ آسانی سے ہٹ کر سکتا تھا اسے اس نے

جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا اور اسٹمپ آؤٹ ہو گیا تھا“...... اسلم انصاری نے فہیم شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ وہ بکا ہوا کھلاڑی ہے اسے نہ تو اپنی کوئی قدر ہے نہ اس ملک کی کوئی پرواہ ہے۔ ایسے کھلاڑیوں کو ہم اپنی ٹیم میں شامل کر کے خود ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لیتے ہیں“۔ فہیم شہزاد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تقریباً سولہ رنز کی ایوریج ہو گئی ہے۔ ہمیں ہر اوور میں اٹھارہ سے بیس رنز بنانے چاہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں آخری اوورز کے تحت پاور پلے لے لینا چاہئے۔ اب بھی وقت ہے۔ آپ کوشش کریں تو ہم اب بھی اس میچ میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں“۔ اسلم انصاری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ دیر سے سہی لیکن پاور پلے لینا ہمارا حق ہے۔ میں ایمپائر سے بات کرتا ہوں“...... فہیم شہزاد نے کہا تو اسلم انصاری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ فہیم شہزاد ایمپائر کی طرف بڑھا اور اسے پاور پلے لینے کے بارے میں بتانے لگا۔ ایمپائر نے اثبات میں سر ہلایا اور کافرستانی ٹیم اور کراؤڈ کو اشارے سے پاکیشیا کرکٹ ٹیم کے پاور پلے کے بارے میں بتانے لگا۔

”ہونہہ۔ پاور پلے لے کر یہ کیا کر لیں گے۔ یہ میچ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے“...... بھوانی سنگھ نے ایمپائر کے اشارے دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا اور اس نے چیخ چیخ کر اور ہاتھوں کے

اشاروں سے فیلڈرز کو پاور پلے کے تحت مخصوص پوزیشن پر آنے کا کہنے لگا۔ پاور پلے میں سات کھلاڑی تیس میٹر کے دائرے میں فیلڈنگ کرتے تھے جبکہ تین کھلاڑیوں کو سوئیپر کے طور پر باؤنڈری کی طرف بھیج دیا تھا تھا۔ اس سسٹم کے تحت بیٹسمین کو بال سوئپ کرنے اور باؤنڈری کی طرف کھیلنے میں کافی آسانی رہتی تھی لیکن آخری اوورز میں چونکہ زیادہ تر فاسٹ باؤلرز کو لگایا جاتا تھا اس لئے تیس میٹر کے دائرے میں موجود فیلڈر آسانی سے باؤنڈری کی طرف جانے والی بالز کو روک لیتے تھے اور پاور پلے میں پلیئر کو سنگل رن بنانے کا بھی موقع میسر نہیں آتا تھا۔ پاور پلے کے تحت بلے باز کی یہی کوشش رہتی تھی کہ وہ سوئیپرز سے بال بچا کر باؤنڈری پار پہنچا سکے یا پھر اس کی ڈائریکٹ ہٹ سکس رنز کے لئے ہو۔

چونکہ ساتواں کھلاڑی اوور کی آخری بال کھیلتا ہوا آؤٹ ہوا تھا اس لئے اگلا اوور پہلی بال کا سامنا اس کھلاڑی نے کرنا تھا جو پہلے سے پچ پر موجود ہو۔ فہیم شہزاد کو دوسری سائیڈ پر کھڑا ہونا تھا۔

"ضمیر خان کو باؤلنگ کے لئے لایا گیا ہے۔ تم اس کی بال ہٹ کرنے کی بجائے روکنے کی کوشش کرنا اور بال روکتے ہی دوڑ پڑنا۔ میں بھی یہی کروں گا۔ فیلڈر پچ سے دور ہیں۔ تم نے اگر پچ پر بال روک لی تو ہم آسانی سے ایک رن بنا لیں گے۔ اس کے بعد میں خود ضمیر خان کا سامنا کروں گا اور لاسٹ بال پر ہم پھر

ایک رن لیں گے تاکہ میں زیادہ سے زیادہ اوور کھیل سکوں"۔ فہیم شہزاد نے اسلم انصاری کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے فہیم بھائی۔ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا"...... اسلم انصاری نے کہا۔ اس پر بھی چونکہ سپیشل ڈوز کا اثر تھا اور اس کے پاس کافرستانی ایجنٹوں کی دی ہوئی گولیاں ختم ہو چکی تھیں اس لئے اس پر بھی اب کسلمندی سی طاری ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ بھی فہیم شہزاد کی طرح تر و تازہ اور باہمت ہونے کا مظاہرہ کر رہا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اس کے دم میں دم رہے گا وہ میدان چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

فہیم شہزاد، اسلم انصاری کو ہدایات دے کر اپنی کریز پر آ گیا۔ کافرستانی ٹیم کی طرف سے ان کے سب سے فاسٹ باؤلر ضمیر خان کو لایا گیا تھا جو ایک سو چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بال کراتا تھا اور جب تک اس کی تیزی سے آتی ہوئی گیند کسی بیٹسمین کو نظر آتی تھی اس کی وکٹیں اڑ چکی ہوتی تھیں۔

اسلم انصاری دل ہی دل میں آیات کریمہ کا ورد کرتے ہوئے پلے کریز کی طرف آ گیا اور ضمیر خان بال لئے اپنے باؤلنگ پوائنٹ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ پاور پلے کے تحت انہوں نے تمام کھلاڑی مخصوص پوائنٹس پر ایڈجسٹ کر دیئے تھے۔

"شاباش ضمیر بھائی۔ شاباش۔ ایسی بال کراؤ کہ وکٹوں کے ساتھ ان کے حوصلے کے بھی ٹکڑے ٹکڑے اڑ جائیں"...... وکٹ

کیپر نے گلووز سے تالی بجانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر باؤلر ضمیر خاں سے مخاطب ہو کر کہا۔

ضمیر خان اپنے مخصوص پوائنٹ پر پہنچ کر رکا پھر وہ جھکا اور اس نے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ دوڑتے دوڑتے وہ اپنی کریز تک آیا اور پھر اس نے اپنا مخصوص انداز اپناتے ہوئے ہاتھ میں موجود بال اسلم انصاری کی طرف پھینک دی۔ گیند کسی توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اسلم انصاری کی جانب بڑھی۔ اسلم انصاری نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بیٹ آگے کر دیا۔ جیسے ہی بال اس کے بیٹ سے ٹکرائی اس نے فوراً دوسری طرف دوڑ لگا دی۔ ضمیر خان کے بال پھینکتے ہی فہیم شہزاد نے بھی دوسری طرف دوڑ لگا دی تھی۔

”آؤٹ کرو۔ آؤٹ کرو انہیں فوراً آؤٹ کرو“...... ضمیر خان نے چیختے ہوئے کہا اور وکٹ کیپر سمیت کئی فیلڈر تیزی سے پچ پر موجود بال کی جانب لپکے لیکن اس سے پہلے کہ وہ بال کو پکڑتے فہیم شہزاد اور اسلم انصاری اپنی اپنی کریز پر پہنچ چکے تھے۔

”ہونہہ۔ تم سے ایک گیند بھی نہیں پکڑی جاتی“...... ضمیر خان نے فیلڈر کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”سوری ضمیر بھائی“...... فیلڈرز نے ایک ساتھ کہا اور جس فیلڈر نے بال پکڑی تھی اس نے بال ضمیر خان کی جانب اچھال دی اور ضمیر خان رومال سے گیند رگڑتا ہوا فہیم شہزاد کو کھا جانے والی

نظروں سے دیکھتا ہوا باؤلنگ پوائنٹ کی جانب پلٹ گیا۔

فہیم شہزاد نے بیٹ زمین پر ترچھا رکھ کر لائن آف لینتھ چیک کی اور پھر وہ سلائیڈ سکرین کی جانب دیکھنے لگا جو ٹھیک جگہ موجود تھی۔ فہیم شہزاد نے دل ہی دل میں اللہ کو یاد کیا اور پھر وہ ضمیر خان کی طرف دیکھتا ہوا زمین پر بیٹ ٹپ کرنے لگا۔

ضمیر خان بال ہاتھ میں لے کر تیزی سے دوڑنے لگا۔ اس بار کراؤڈ کے پاکیشائی دم سادھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نظر میں اب آخری پلیئر فہیم شہزاد ہی تھا جو کچھ کر سکتا تھا اگر یہ بھی آؤٹ ہو جاتا تو پھر پاکیشیا کے لئے فائنل میچ جیتنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا۔

ضمیر خان تیزی سے آیا اور اس نے اپنی پوری قوت سے بال فہیم شہزاد کی طرف پھینک دی۔ اس نے فہیم شہزاد کو باؤنس مارا تھا۔ فہیم شہزاد چاہتا تو جھک کر خود کو اس باؤنس سے بچا سکتا تھا لیکن اس نے کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹ پوری طاقت سے گھمایا اور بال اس کے بیٹ سے ٹکرا کر تیزی سے اسی رفتار سے ہوا میں بلند ہوتی چلی گئی جس رفتار سے اس کی جانب آئی تھی۔ دوسرے لمحے گراؤنڈ کمنٹیٹر کے زور دار چھکے کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ ایمپائر نے فوراً دونوں ہاتھ بلند کر کے چھکے کا اشارہ کر دیا اور پاکیشیائی تماشائی جو اپنی جگہوں پر ساکت بیٹھے ہوئے تھے خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ماحول ایک بار پھر

ڈھول تاشوں اور باجوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ ہوا میں اٹھی ہوئی بال اُڑتی ہوئی سیدھی کراوڈ میں جا گری تھی اور جہاں بال گری تھی وہاں تماشائیوں نے بال اٹھا کر نہایت والہانہ انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا تھا۔

"ویل ڈن فہیم بھائی ویل ڈن۔ ہمیں اسی طرح سے جارحانہ اسٹروکس کھیلنے ہوں گے۔ تب ہی ہم اس میچ میں واپس آ سکتے ہیں"...... اسلم انصاری نے پچ کے سنٹر میں آ کر فہیم شہزاد کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

"تم بس اب دیکھتے جاؤ۔ میں کرتا کیا ہوں"......فہیم شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اپنی پہلی بال پر سکسر لگتے دیکھ کر بھوانی سنگھ سمیت وہاں موجود تمام کافرستانیوں کے منہ پھیل گئے تھے اور وہ فہیم شہزاد کی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بال کراوڈ سے واپس آ چکی تھی۔ ضمیر خان ہونٹ چباتا ہوا واپس باؤلنگ پوائنٹ کی جانب چل دیا اور فہیم شہزاد اور اسلم انصاری اپنی اپنی کریز کی جانب بڑھ گئے۔

ضمیر خان ایک بار پھر دوڑا اور اس نے مخصوص جگہ آتے ہی پہلے جیسے تیزی سے بال کرائی۔ اس بار اس نے فل ٹاس مارا تھا۔ فہیم شہزاد نے موقع ضائع کئے بغیر فل ٹاس مڈ وکٹ کی جانب کھیل دیا۔ بال فیلڈرز کے اوپر سے ہوتی ہوئی باؤنڈری کی جانب بڑھی۔ باؤنڈری پر موجود سوئپرز نے گیند روکنے کے لئے دوڑتے

چھلانگ لگائی اور زمین پر رگیدتا ہوا لینڈ کی جانب بڑھا لیکن گیند باؤنڈری لائن عبور کر گئی اور ایمپائر نے چوکے کا مخصوص اشارہ کرنا شروع کر دیا۔ ماحول ایک بار پھر تماشائیوں کی پر جوش آوازوں سے گونج اٹھا۔ جبکہ کافرستانی انکلوژر میں بیٹھے کافرستانی اپنے پلے کارڈز سے خود کو ہوا جھلنے میں مصروف ہو گئے تھے جیسے یہ پلے کارڈز انہوں نے اسی مقصد کے لئے اٹھا رکھے ہوں۔

فہیم شہزاد نے دو بالوں پر دس رنز سکور کر لئے تھے۔ کافرستانی باؤلر ضمیر خان کی چوتھی بال آئی تو فہیم شہزاد نے اس پر ایک اور چوکا لگا دیا۔ فیلڈر اس بال کو بھی روکتے رہ گئے لیکن فہیم شہزاد کا یہ ہک شارٹ تھا جو نہایت تیز تھا اور فیلڈر گیند کے پیچھے بھاگتے ہی رہ گئے اور ضمیر خان دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں پر رکھے بے بسی سے گیند باؤنڈری کی جانب جاتا دیکھتا رہ گیا۔

پانچویں بال فہیم شہزاد نے تھرڈ مین کی جانب کھیلی تھی۔ یہ بال بھی تھرڈ مین کے اوپر سے گزرتی ہوئی باؤنڈری کی طرف بڑھ گئی تھی اس نے اچھل کر گیند پکڑنے کی کوشش کی لیکن لا حاصل اور کراوڈ پاکیشیا زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ایمپائر نے پھر چوکا لگنے کا اشارہ کر دیا اور ضمیر خان کے ساتھ ٹیم کے کیپٹن بھوانی سنگھ کا چہرہ زرد ہوتا چلا گیا۔ چار گیندوں پر فہیم شہزاد نے جارحانہ انداز میں کھیلتے ہوئے اٹھارہ رنز اسکور کر لئے تھے اور ابھی اوور کی ایک گیند باقی تھی۔ فہیم شہزاد پاور پلے کا بھرپور فائدہ اٹھا رہا تھا اور اس نے

ایسے اسٹروکس کھیلے تھے جس سے وہ اس اوور میں رن ایوریج کا
ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

لاسٹ بال آئی تو فہیم شہزاد نے جان بوجھ کر شارٹ باؤنڈری
کے پاس موجود سویپر کی جانب کھیل دیا۔ ساتھ ہی اس نے چیخ کر
اسلم انصاری کو رن بنانے کا کہا تو اسلم انصاری تیزی سے اس کی
جانب دوڑ پڑا۔ باؤنڈری پر سویپر نے گیند پکڑ لی تھی اور اس نے
گیند پکڑتے ہی گیند وکٹ کیپر کی جانب پھینک دی۔ فہیم شہزاد چاہتا
تو آسانی سے دو رن لے سکتا تھا لیکن اس نے جان بوجھ کر دوسرا
رن نہیں لیا تھا۔

اس اوور میں ان کے ہاتھ بیس رن آئے تھے اور آخری بال پر
ایک رن لے کر فہیم شہزاد ایک بار پھر نئے باؤلر کا سامنا کرنے کے
لئے آگے آ گیا تھا۔ اگلا اوور دوسرے فاسٹ باؤلر کو دیا گیا تھا جو
ضمیر خان سے زیادہ تیز رفتار باؤلر سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نام کانتی
لال تھا۔ وہ ایک سو پینتالیس اور چھیالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار
سے بال کراتا تھا۔ فاسٹ باؤلنگ میں اس کا رینک سب سے
ٹاپ پر تھا اور اسے ون ڈے سیریز میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے
کا ریکارڈ حاصل تھا۔

کانتی لال کا بھی فہیم شہزاد نے بڑے تحمل بھرے انداز میں سامنا
کیا اور اس نے کانتی لال کے اوور میں دو چھکے اور تین چوکے لگا
دیئے اور آخری بال پر اس نے پھر ایک رن لے لیا۔ اس اوور میں

پاکیشیا کرکٹ ٹیم کو پچیس رن ملے تھے جو اس میچ میں کسی بھی باؤلر
کا بیٹسمین کو دیا ہوا سب سے بڑا اسکور تھا جس کی وجہ سے کیپٹن
بھوانی سنگھ کا چہرہ غصے سے بگڑ گیا تھا اور وہ کانتی لال کے پاس آ
کر اسے بری بھلی سنانا شروع ہو گیا اور کانتی لال بے بسی سے اس
کی باتیں سنتا رہا۔ کیپٹن بھوانی سنگھ فیلڈرز پر بھی بگڑ رہا تھا جو
پاکیشائی کھلاڑیوں کو ایک رن لینے سے بھی نہیں روک سکے تھے۔

فہیم شہزاد کے چہرے پر بلا کا اعتماد تھا اور اس کا اعتماد دیکھ کر
اسلم انصاری کا بھی جوش بڑھتا جا رہا تھا البتہ اسے اپنے جسم میں
شدید کمزوری ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی لیکن فہیم شہزاد چونکہ اسے
صرف ایک رن بنانے کا کہہ رہا تھا اس لئے وہ ایک رن اطمینان
سے لے سکتا تھا۔

فہیم شہزاد کے مسلسل چوکے اور چھکے لگتے دیکھ کر گراؤنڈ میں
موجود پاکیشائیوں کی جیسے جان میں جان آ گئی تھی اور انہوں نے
ایک بار پھر پرجوش انداز میں چیخنا چلانا، باجے بجانا، ڈھول پیٹنا اور
دیوانہ وار رقص کرنا شروع کر دیا تھا۔ گراؤنڈ سے باہر موجود لوگوں کو
بھی جب فہیم شہزاد کے جارحانہ انداز میں کھیلنے کا پتہ چلا تو وہ سب
بھی بھاگم بھاگ واپس اپنے ٹی وی سیٹوں کے سامنے آ گئے اور
نہایت دلچسپی سے میچ دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔ ایک بار پھر
پاکیشائیوں کے چہروں پر فہیم شہزاد کی وجہ سے امید کی کرنیں چمکنا
شروع ہو گئی تھیں اور عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کے ہاتھ ایک بار

پھر پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی جیت کے لئے دعا کرنے کے لئے اٹھ گئے تھے۔ ان کی آنکھیں بھری ہوئی تھیں اور وہ نم زدہ آنکھوں سے میچ دیکھتے ہوئے اللہ کے حضور پاکیشیا کی جیت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

چھیالیس اوورز مکمل ہو چکے تھے اور ان چھیالیس اوورز میں پاکیشیا کا ٹوٹل اسکور۔ دو سو ترانوے ہو چکا تھا۔ اب چار اوور باقی تھے جن میں پاکیشیا کو جیت کے لئے سینتالیس رنز درکار تھے۔ فہیم شہزاد نے ضمیر خان کے اگلے اوور میں بھی بہترین کارکردگی دکھائی تھی اور اس اوور میں بھی اس نے پندرہ رنز اسکور کر لئے تھے جس سے پاکیشیا کا اسکور ایوریج کافی کم ہو گیا۔ اب پاکیشیا کا اسکور تین سو آٹھ رنز ہو چکا تھا۔ اب بھی انہیں جیت کے لئے بتیس رنز درکار تھے جو انہیں اگلے تین اوورز میں بنانے تھے۔ اگلے اوور میں چونکہ فہیم شہزاد ایک رن نہیں بنا سکا تھا اس لئے وہ اوور اسلم انصاری کے حصے میں آیا تھا جس نے فہیم شہزاد کے کہنے پر صرف اپنی طرف آنے والی گیندوں کو روکنا تھا اور وہ اس مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ یہ اوور کانتی لال کا تھا جو میڈ ان رہا تھا۔ اب دو اوورز باقی تھے جن میں انہیں بتیس رنز بنانے تھے۔

فہیم شہزاد کے سامنے ضمیر خان تھا جس نے اور زیادہ پاور سے اسے بالیں کرانی شروع کر دیں۔ ان میں سے فہیم شہزاد نے دو بالیں لیگ اور ان سائیڈ آؤٹ پر کھیلنے کی کوشش کی لیکن اس کی

بالیں فیلڈرز کے ہاتھ آ گئی اور اوور کی دو بالوں پر کوئی رن نہ بن سکا۔ اب ٹوٹل دس بالیں باقی تھیں جن میں انہیں بدستور جیت کے لئے بتیس رنز چاہئے تھے۔ ایک اوور میڈ ان جاتے اور دو اور بالیں ضائع ہوتے دیکھ کر شائقین کرکٹ کے چہروں پر پھر سے مایوسی کے سائے لہرانے لگے۔ لیکن جب فہیم شہزاد نے ضمیر خان کی اگلی بال پر چوکا لگایا تو ان کے مرجھائے ہوئے چہرے پھر سے بحال ہو گئے۔ ضمیر خان کی چوتھی بال پر فہیم شہزاد نے دو رنز بنائے اور پانچویں بال پر اس نے ایک اور شاندار اسٹروک کھیلتے ہوئے بال باؤنڈری لائن کے پار کر دی۔ ضمیر خان کے آخری بال پر فہیم شہزاد نے انتہائی تیزی سے ایک رن بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے لیگ کی طرف شارٹ کھیلا تھا جو سیدھا فیلڈر کے ہاتھوں میں گیا تھا اور اس نے گیند پکڑتے ہی وکٹ کی طرف کھینچ مارا لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہی تھی کہ گیند وکٹوں کو لگنے کی بجائے وکٹوں کے قریب سے گزرتی چلی گئی اور فہیم شہزاد اور اسلم انصاری ایک رن لینے میں کامیاب ہو گئے۔

اب صرف ایک اوور باقی تھا اور اس اوور میں انہیں جیت کے لئے اکیس رنز درکار تھے۔ اگر یہ اکیس رنز بن جاتے تو پاکیشیا کو کافرستانی ٹیم سے جیت حاصل ہو جاتی اور سپر ورلڈ کپ پاکیشیا کے نام ہو جاتا۔

آخری اوور کانتی لال کا تھا جس نے اس بار تہیہ کر لیا تھا کہ وہ

فہیم شہزاد کو کسی بھی صورت میں وکٹ کے سامنے نہیں ٹکنے دے گا۔
اسکور ایوریج کم ہوتے دیکھ کر کافرستانی ٹیم کے کپتان سمیت تمام
کافرستانیوں کے رنگ اُڑے ہوئے تھے اور انہیں جیتا ہوا میچ اپنے
ہاتھوں سے نکلتا ہوا محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اسلم انصاری کو ڈوز
لئے چونکہ کافی دیر ہو گئی تھی اس لئے اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور
اس کے جسم میں عجیب سی لرزش ہونا شروع ہو گئی تھی۔ وہ فہیم شہزاد
کے سامنے آیا تو فہیم شہزاد اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

”تم ٹھیک ہو“...... فہیم شہزاد نے اس کی طرف تشویش زدہ
نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نن نن۔ نہیں فہیم بھائی۔ میری حالت خراب ہوتی جا رہی
ہے۔ میری ٹانگوں میں اب اتنی سکت نہیں ہے کہ میں کوئی اور رن
بنا سکوں۔ اگر آپ نے رنز لینے ہیں تو پھر آپ رن لینے کے لئے
کسی دوسرے کھلاڑی کو بلا لیں۔ مم۔ مم۔ میں شاید اب آپ کا
ساتھ نہیں دے سکوں گا“...... اسلم انصاری نے لرزتے ہوئے لہجے
میں کہا۔

”اوہ۔ اگر زیادہ طبیعت خراب ہے تو تم چلے جاؤ۔ کسی اور کو بھیج
دو“...... فہیم شہزاد نے کہا۔

”نہیں۔ میں پچ پر کھڑا رہ سکتا ہوں لیکن رن بنانا میرے بس
میں نہیں ہو گا“...... اسلم انصاری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کسی کو بطور رنر بلا لیتا ہوں“...... فہیم شہزاد نے

کہا تو اسلم انصاری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ فہیم شہزاد نے ایمپائر
سے بات کی اور پھر اس نے ہاتھ سے پویلین میں موجود پلیئرز کو
رنر کے لئے اشارے کرنا شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں ایک
کھلاڑی بھاگتا ہوا وہاں آ گیا۔

آخری اوور میں کیپٹن بھوانی سنگھ نے تمام فیلڈرز کو باؤنڈری
بچانے پر مامور کر دیا تھا۔ اور خود بھی ایسی جگہ چلا گیا جہاں وہ
آسانی سے کسی بھی اونچی شارٹ کا کیچ پکڑ سکے۔

کانتی لال نے پہلی بال کرائی تو فہیم شہزاد نے اس کی بال
نہایت اطمینان بھرے انداز میں روک لی۔ کانتی لال کی دوسری بال
باؤنس تھی جو سیدھی فہیم شہزاد کے سر پر موجود ہیلمٹ پر لگی۔ جیسے ہی
فہیم شہزاد کے ہیلمٹ پر بال لگی اس کے منہ سے بے اختیار کراہ
نکل گئی اور وہ بیٹ چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر نیچے
بیٹھتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آ گیا تھا۔ یوں
لگ رہا تھا کہ ہیلمٹ پر لگنے والے باؤنس نے اس کے دماغ کو
بری طرح سے ہلا کر رکھ دیا ہو۔ اس کے دماغ میں اندھیرا سا بھرنا
شروع ہو گیا تھا۔ جیسے ہی وہ نیچے بیٹھا اسلم انصاری اور رنر بھاگتے
ہوئے اس کے نزدیک آ گئے اور کافرستانی ٹیم کا وکٹ کیپر اور
دوسرے کھلاڑی بھی اس کے نزدیک آ گئے۔ جبکہ فہیم شہزاد کو اس
طرح گرتے دیکھ کر کراؤڈ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”فہیم بھائی۔ فہیم بھائی آپ ٹھیک ہیں۔ فہیم بھائی“...... فہیم

شہزاد کو اپنے کانوں میں تیز شور جیسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ چند لمحے اکڑوں بیٹھا اپنے دماغ پر چھانے والے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر اس نے آہستہ آہستہ اپنے دماغ کو ایک مخصوص پوائنٹ پر لا کر فکس کیا تو اس کے دماغ پر چھانے والا اندھیرا ہٹتا چلا گیا وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ سے اندھیرا تو چھٹ گیا تھا لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے دھند سی آ رہی تھی۔ وہ بار بار آنکھیں بند کر کے اور کھول کھول کر اس دھند کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں''...... اسلم انصاری نے لرزتی ہوئی آواز میں فہیم شہزاد سے پوچھا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں''...... فہیم شہزاد نے کہا تو کافرستانی کھلاڑی مسکراتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں پر لوٹ گئے اور کراوڈ نے فہیم شہزاد کو اٹھتے دیکھا تو ان کے چہرے بحال ہو گئے۔

''کیا آپ کھیل سکتے ہیں''...... رنر نے فہیم شہزاد سے پوچھا۔

''ہاں۔ تم جاؤ اپنی جگہ پر''...... فہیم شہزاد نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے سر جھٹکنے کی بجائے سر کو نہایت آہستہ آہستہ ہلایا تھا تاکہ اس کی آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند ختم ہو سکے۔ گو کہ اس کی آنکھوں کے سامنے آنے والی دھند ختم تو نہیں ہوئی تھی لیکن وہ بہرحال سامنے اور دائیں بائیں موجود کھلاڑیوں کو دیکھنے میں ضرور کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے اشارے پر کھیل دوبارہ شروع کرنے کے لئے ایمپائر نے بھی باؤلر کو مخصوص اشارہ کر دیا اور کانتی لال جس نے جان بوجھ کر باؤنس مارا تھا مسکراتا ہوا اپنے باؤلنگ پوائنٹ کی جانب بڑھ گیا۔

باؤلنگ پوائنٹ پر آتے ہی وہ مڑا اور اس نے تیزی سے فہیم شہزاد کو بال کرانے کے لئے اس کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کے بھاگتے ہی اس بار نہ صرف پاکیشیائی تماشائی بلکہ کافرستانی تماشائی بھی اپنی اپنی جگہوں پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ کانتی لال نے بال کرائی۔ اس بار فہیم شہزاد کو سفید رنگ کا ایک دھبہ سا اپنی طرف آتا دکھائی دیا تھا۔ فہیم شہزاد نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ گھمایا اور اسے جیسے ہی اپنے بیٹ پر زور دار آواز سنائی دی تو اس کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ شارٹ گیند تھی جو اس کی زور دار شارٹ سے ہوا میں اڑتی ہوئی باؤنڈری کی طرف بڑھ گئی تھی اور سیدھی کراوڈ میں جا گری اور کراوڈ زور دار چھکے کی آواز سے گونج اٹھا۔ چھکا لگتے دیکھ کر پاکیشیائی تماشائی تو خوشی سے جھوم اٹھے لیکن کافرستانی تماشائی مایوسی کے عالم میں گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اپنی جگہوں پر دوبارہ بیٹھ گئے۔ ایمپائر نے بھی ہاتھ اٹھا کر چھکا لگنے کا اشارہ دے دیا۔

اب تین بالوں پر پندرہ رن چاہئے تھے اور یہ سب سے مشکل ٹارگٹ تھا۔ جیت کے لئے فہیم شہزاد کو دو سکسر اور ایک چوکے کی

ضرورت تھی۔ جو واقعی مشکل ٹارگٹ ہو سکتا تھا۔ لیکن فہیم شہزاد کے عزائم بلند تھے۔ اس نے آنکھوں کے سامنے دھند ہونے کے باوجود کانتی لال کی اگلی بال پر ایک اور زبردست اسٹروک کھیلا اور چوکا لگانے کی کوشش کی لیکن تھرڈ مین نے اس کا چوکا روک لیا اور فہیم شہزاد صرف دو رنز اسکور کر سکا۔ اب صرف دو بالیں باقی تھیں اور تیرہ رنز درکار تھے۔ اب اگر فہیم شہزاد دونوں بالوں پر سکسر بھی لگا لیتا تو میچ ڈرا ہو جاتا جیت نہ کافرستان کے حصے میں آتی اور نہ پاکیشیا کے حصے میں۔ دونوں ٹیموں کی جیت کا فیصلہ اسکور ایوریج کے طور پر ہوتا جس میں کافرستان کا پلڑا بھاری تھا۔ اب تو گراؤنڈ اور پاکیشیا کے عوام کو اپنی شکست یقینی دکھائی دینی شروع ہو گئی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے کہ پاکیشیا میچ جیت کر بھی ہار رہا تھا۔ فہیم شہزاد نے آخری چھ اوورز میں جس شاندار بیٹنگ کا مظاہرہ کیا تھا اس میں انہیں پاکیشیا ایک بار پھر جیت کی طرف جاتا ہوا دکھائی دینے لگا تھا اور ان میں ایک نیا جذبہ اور جوش طاری ہو گیا تھا لیکن ان دو بالوں پر تیرہ رنز بنانا ناممکن تھا۔ اس لئے ہر طرف خاموشی سی چھا گئی تھی۔ ہر ایک کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہی حال کافرستانی عوام کا بھی تھا ان سب کے چہرے ستے ہوئے تھے۔ آخری گیند تک اب کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جیت کس ٹیم کے حصے میں آئے گی اور کس ملک کو ہار کا زہر چکھنا پڑے گا جو انتہائی کڑوا ہو سکتا تھا۔ گراؤنڈ کے اندر بھی تمام

کھلاڑی عجیب گومگو کی سی کیفیت میں مبتلا تھے اور وہ سب ہونٹ کاٹنے کے ساتھ خوف بھری نظروں سے گراؤنڈ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان سب کے دماغ جیسے سُن سے ہو کر رہ گئے تھے۔ میچ انتہائی دلچسپ اور سنسنی خیز مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔ گو کہ دو گیندوں پر تیرہ رنز بنانے ناممکن تھے اور کافرستان کو اپنی یقینی جیت نظر آ رہی تھی لیکن ان کے دل اس طرح سے دھڑک رہے تھے جیسے انہیں ہر طرف موت کے بادل چھاتے دکھائی دے رہے ہوں۔

کانتی لال کے جسم میں بھی کپکپاہٹ تھی اور بھوانی سنگھ کا تو یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

کانتی لال نے سٹارٹ لیا اور تیزی سے بھاگتا ہوا فہیم شہزاد کی جانب بڑھا۔ کراؤڈ ہاتھ اٹھائے دعائیں مانگتا اور آسمانی مدد مانگنے کے لئے آسمان کی جانب دیکھتا ہوا پھر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کانتی لال نے بال کرائی اور فہیم شہزاد نے زوردار اسٹروک کھیل دیا۔ گیند اس کے بیٹ سے ٹچ ہو کر تیزی سے ہوا میں بلند ہو گئی اور یہ دیکھ کر نہ صرف رنز اور اسلم انصاری کے رنگ اُڑ گئے بلکہ کراؤڈ کو بھی اپنے دل ڈوبتے ہوئے محسوس ہوئے کہ بال باؤنڈری لائن کی طرف جانے کی بجائے پچ پر ہی ہوا میں اوپر اٹھ گئی تھی۔

”کیچ“...... فیلڈرز نے ہوا میں بلند ہوتی ہوئی گیند کی طرف دیکھتے ہوئے بری طرح سے چیخ کر کہا اور تین فیلڈرز سمیت باؤلر

اور وکٹ کیپر بھی اپنے گلووز اتار کر بھاگتا ہوا تیزی سے پچ پر اس گیند کے نیچے آ گیا۔

"رن"...... فہیم شہزاد نے بال ہوا میں بلند ہوتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا اور دوسری طرف دوڑ پڑا۔ رنر تیزی سے بھاگا۔ کریز پر پہنچتے ہی فہیم شہزاد ایک بار پھر دوڑ پڑا تو رنر بھی سر جھٹکتا ہوا دوسری طرف دوڑ پڑا۔

گیند نیچے آئی اور دوسرے لمحے وہ گیند وکٹ کیپر کے ہاتھوں میں تھی اور وکٹ کیپر کے ہاتھوں میں گیند آتے دیکھ کر ان سب کے دل دھک سے رہ گئے۔ وکٹ کیپر نے شاندار انداز میں فہیم شہزاد کا کیچ پکڑ لیا تھا۔ فہیم شہزاد کا کیچ پکڑنا تھا کہ گراؤنڈ میں موجود کافرستانی ٹیم کے کھلاڑی اور انکلوژر میں موجود کافرستانی تماشائی وکٹری وکٹری کا نعرہ لگاتے ہوئے بری طرح سے اچھلنا شروع ہو گئے اور پاکیشیائی تماشائی تو جیسے اپنی جگہوں پر بت سے بن کر رہ گئے تھے۔

کافرستانی کھلاڑی انتہائی پرجوش انداز میں اچھل اچھل کر چیختے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے کہ اچانک انہیں تیز آواز سنائی دی جو شاید ان کے شور میں گم ہو گئی تھی۔

یہ آواز وکٹ پر کھڑے ایمپائر کی تھی جو ایک ہاتھ نکالے زور زور سے "نو بال نو بال" چیخ رہا تھا۔

"نو بال۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا یہ نو بال تھی"...... کانتی لال نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ ایمپائر مسلسل نو بال کہہ رہا تھا اور اس کے نو بال کا سن کر فہیم شہزاد اور اس کے دونوں ساتھیوں کے چہروں پر سکون آ گیا۔

نو بال کی وجہ سے وہ کیچ آؤٹ ہونے سے بچ گیا تھا اور اس نے چونکہ دو رن بنائے تھے اور نو بال کی وجہ سے انہیں ایک فالتو رن بھی مل گیا تھا اس لئے وہ بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے۔

نو بال کا سن کر کراؤڈ میں موجود افراد کے رگوں میں رکا ہوا خون پھر سے دوڑنا شروع ہو گیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنی حد میں رہ کر بال کرائی ہے۔ پھر نو بال کیسے ہو گئی"...... کانتی لال نے ایمپائر کی طرف بڑھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہارا پیر کریز سے باہر تھا اس لئے یہ نو بال ہے"...... ایمپائر نے بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں کہا۔ کانتی لال اور بھوانی سنگھ کے رنگ ایک بار پھر زرد ہو گئے تھے۔ اس نو بال سے پاکیشیائی کھلاڑیوں کو تین رن مل گئے تھے اور ابھی دو بالیں اور باقی تھیں جس میں وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔

"یہ غلط ہے۔ یہ نو بال نہیں تھی۔ میں تھرڈ ایمپائر کو اپیل کروں گا"...... بھوانی سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس نے ایک ہاتھ کے نیچے اپنی انگلیاں مار کر تھرڈ ایمپائر سے اپیل کرنی شروع کر دی۔ میچ روک دیا گیا تھا اور ٹی وی سکرین پر کیمروں سے مختلف سائیڈوں سے حاصل کی ہوئی تصویروں کو بار بار چلایا جانے لگا اور سکرینوں کی سائیڈ پر ایک بڑی سی بال گھومتی ہوئی دکھائی جانے لگی جس کے ایک طرف آؤٹ اور دوسری طرف ناٹ آؤٹ لکھا ہوا تھا۔ سکرین پر کانتی لال کا باؤلنگ ایکشن دکھایا گیا تو بال کراتے ہوئے اس کا ایک پیر کریز سے باہر آ رہا تھا جسے دیکھ کر کافرستانی کھلاڑیوں اور کافرستانی کراؤڈ میں مایوسی پھیل گئی تھی۔ کریز سے پیر

باہر آنے کا مطلب تھا کہ کانتی لال نے واقعی نو بال کرائی تھی۔ دوسرے لمحے سکرین پر گھومتی ہوئی بال پھیل گئی اور ناٹ آؤٹ کے الفاظ واضح ہو گئے تو پاکیشیائی تماشائی پرجوش انداز میں نعرے لگانا شروع ہو گئے۔

بھوانی سنگھ اور کانتی لال نے غصے اور پریشانی سے جبڑے بھینچ لئے تھے۔ بھوانی سنگھ نے اشارے سے تمام فیلڈرز کو اپنی جگہوں پر جانے کے لئے کہا اور کانتی لال اپنی پتلون کی سائیڈ سے غصے سے گیند رگڑتا ہوا اپنے باؤلنگ پوائنٹ کی جانب بڑھ گیا۔

فہیم شہزاد اس کی طرف چمکیلی آنکھوں سے دیکھتا ہوا زمین پر بیٹ ٹپ کر رہا تھا۔ کانتی لال بھاگتا ہوا آیا اور اس نے پوری قوت سے بال پھینک دی۔ فہیم شہزاد کا بیٹ گھوما۔ گیند اچھلی اور فیلڈرز کے اوپر سے ہوتی ہوئی سیدھی باؤنڈری کی جانب بڑھ گئی۔ اس بار فیلڈرز کو گیند پکڑنے کا کوئی موقع نہیں ملا تھا اور فہیم شہزاد نے چار رنز بنا لئے تھے اب آخری بال تھی اور چھ رنز باقی تھے۔

کراؤڈ میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ عورتوں نے اپنے دوپٹے منہ پر ڈال لئے تھے اور دوسرے افراد نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے زور شور سے اللہ سے دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔

کانتی لال دوڑا اور اس نے فہیم شہزاد کو ایک اور باؤنس مارنے کی کوشش کی لیکن اس بار فہیم شہزاد سنبھل چکا تھا اس نے اپنا جسم گھمایا اور اس بار گیند بیٹ سے ٹکرا کر پیچھے کی جانب اچھلی اور ہوا

میں اُڑتی ہوئی بیک کراوڈ کی طرف بڑھتی چلی گئی اور کافرستانی ٹیم گیند سکس رنز کے لئے باؤنڈری کے اوپر جاتے دیکھ کر ساکت سے ہو کر رہ گئے۔

جیسے ہی فہیم شہزاد کا سکسر لگا میدان نعرہ تکبیر، اللہ اکبر کے زور دار نعروں سے گونج اٹھا۔ گراؤنڈ میں موجود فہیم شہزاد، اسلم انصاری اور رنر نے فاتحانہ انداز میں بیٹ اٹھائے اور بھاگتے ہوئے ایک دوسرے سے آ کر لپٹ گئے۔

فہیم شہزاد نے ناممکن کو آخر کار ممکن کر دکھایا تھا اس نے اپنے جارحانہ اسٹروکس سے ہاری ہوئی پاکیشائی ٹیم کو یقینی جیت سے ہمکنار کر دیا تھا۔ سارا اسٹیڈیم جیت کی خوشی میں پرجوش انداز میں چیخ رہا تھا چلا رہا تھا اور باجے اور ڈھول بجاتے ہوئے ناچ رہا تھا۔ پھر جیسے گراؤنڈ میں پاکیشائی کھلاڑیوں اور تماشائیوں کا طوفان سا امڈ آیا۔ جیت کی خوشی سے سرشار پاکیشائی عوام اسٹیڈیم کی تمام حدیں توڑ کر فہیم شہزاد اور گراؤنڈ میں موجود اپنے فاتح کھلاڑیوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتے کے لئے بھاگ آئے تھے اور کافرستانی ٹیم کے کھلاڑی آنکھوں میں آنسو لئے گراؤنڈ میں یوں زمین پر بیٹھ گئے تھے جیسے ہار کے ساتھ ان کی ہستیاں ہی ختم ہو گئی ہوں۔ کافرستانی شائقین کے انکلوژر میں بھی موت کا سا سوگ طاری ہو گیا تھا۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبران عمران سمیت اس وقت دانش منزل کے میٹنگ ہال میں موجود تھے۔ ان سب کے چہرے خوشی اور مسرت سے سرشار ہو رہے تھے۔ ان کی یہ خوشی بلیک کوبرا سینڈیکیٹ کے ختم ہونے اور ان دس شرانگیز افراد کی گرفتاری کی وجہ سے تھی جنہیں انہوں نے بہت بڑے کراوڈ سے ڈھونڈا تھا اور دوسری خوشی پاکیشیا کرکٹ ٹیم کی جیت کی تھی جس نے آخری چھ اوورز میں ناقابل شکست اننگ کھیل کر آخر کار پاکیشیا کو جیت کی بلندی پر پہنچا دیا تھا۔ جس سے کافرستانی ٹیم کی سازش کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا تھا جو پاکیشیائی کھلاڑیوں کو خرید کر اور اپنے بس میں کر کے پاکیشیا سے جیت چھین کر لے جانا چاہتے تھے۔

فائنل میچ میں جب پاکیشیا ہار کے نزدیک پہنچ گیا تھا تب فہیم شہزاد نے آ کر اس قدر بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس کے

سامنے کافرستانی ٹیم کے خطرناک اور تیز رفتار باؤلر بھی بے بس ہو کر رہ گئے تھے اور ان کے تمام خواب فہیم شہزاد نے زور دار اور بہترین اسٹروکس کھیل کر چکنا چور کر کے رکھ دیئے تھے۔

پاکیشیا سپر ورلڈ کپ جیت چکا تھا جس کا پورے پاکیشیا میں شاندار جشن منایا جا رہا تھا۔ اس میچ میں مین آف دی میچ کا اعزاز اور سپر ورلڈ کپ کی ٹرافی فہیم شہزاد کو ملی تو پورا پاکیشیا خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

میچ کے آخری چھ اوورز پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران نے اسٹیڈیم میں ہی دیکھے تھے اور گراؤنڈ میں شاندار انداز میں اسٹروکس کھیل کر جس طرح فہیم شہزاد نے پاکیشیا کو یقینی جیت سے ہمکنار کیا تھا اس کا شاندار کھیل دیکھ کر ممبران بھی عش عش کر اٹھے تھے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران جانتے تھے کہ گراؤنڈ میں جا کر جس فہیم شہزاد نے پاکیشیا کو یقینی جیت سے ہمکنار کیا تھا وہ اصل فہیم شہزاد نہیں بلکہ عمران تھا جس نے زخمی ہونے کے باوجود فہیم شہزاد کی جگہ لے کر آخری چھ اوورز کھیلے تھے اور پاکیشیا کو یقینی جیت دلا دی تھی اور آخری اوور میں کانتی لال کا باؤنس اس کے سر پر لگا تھا جس سے اس کی جان جاتے جاتے بچی تھی لیکن اس کے باوجود عمران نے شاندار انداز میں بیٹنگ کی تھی۔

عمران نے جولیا کو کال کر کے انہیں پویلین سے فہیم شہزاد کو اغوا کر کے غائب کرنے کا حکم دیا تھا جس پر جولیا اور اس کے ساتھی

حیران تو ہوئے تھے لیکن انہیں چیف کا حکم مان کر فہیم شہزاد کو وہاں سے غائب کرنا ہی پڑا تھا۔ عمران نے بلیک زیرو سے جو سامان لیا تھا وہ سپیشل میک اپ کا تھا جس سے اس نے فہیم شہزاد کا میک اپ کیا تھا اور فہیم شہزاد بن کر گراؤنڈ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے بازو پر پہلے ہی ہارڈ پلاسٹر چڑھا لیا تھا اس لئے اسے دائیں ہاتھ کو زیادہ استعمال نہیں کرنا پڑا تھا اور فہیم شہزاد ویسے بھی لیفٹ ہینڈ بیٹسمین تھا اس لئے عمران نے بھی اسی کے انداز میں لیفٹ ہینڈ کے طور پر کھیلا تھا۔

بازو فریکچر ہونے کے ساتھ ساتھ عمران کی دماغی چوٹ بھی بے حد خطرناک تھی اور جب کانتی لال کا اسے باؤنس لگا تو ایک بار تو عمران کو اپنے دماغ میں تاریکی سی پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور پھر اس نے آخرکار کافرستانی ٹیم کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ وہ جیتی ہوئی بازی ہار گئے تھے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے فہیم شہزاد کو وہیں موجود ایک کمرے میں چھپا دیا تھا۔ جب عمران جیت کا سہرا سجا کر واپس آیا تو وہ خود فہیم شہزاد سے ملنے گیا تھا اور فہیم شہزاد کو ہوش میں لا کر اس نے پاکیشیا کی جیت کی خوشخبری دی تو فہیم شہزاد کا بھی مردہ ہوتا ہوا چہرہ بحال ہو گیا۔ عمران نے اس کے سامنے خود کو خدائی فوجدار ظاہر کیا تھا اور اپنی جیت کا سہرا اس کے سر سجا دیا تھا اور اس نے فہیم شہزاد سے وعدہ لیا تھا کہ وہ کبھی کسی کو نہیں بتائے گا کہ پاکیشیا کی جیت اس کی وجہ سے نہیں

بلکہ کسی اور کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ فہیم شہزاد ایک خود دار انسان تھا اس نے بہت انکار کرنے کی کوشش کی لیکن عمران کے سامنے بھلا اس کی کیا چل سکتی تھی اس لئے اس نے مجبوراً عمران سے وعدہ کر لیا کہ وہ یہ راز ہمیشہ اپنے سینے میں رکھے گا۔

میچ ختم ہوتے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں نے چیف کو جیت کی خوشخبری سنا دی تھی۔ چیف نے انہیں فوری طور پر دانش منزل آنے کا کہہ دیا تھا اس لئے وہ سب کہیں اور جانے کی بجائے سیدھے دانش منزل آ گئے تھے۔

چیف نے انہیں کیس کی مکمل تفصیلات بتا دیں تھیں وہ سب خوش تھے کہ عمران نے فہیم شہزاد کے روپ میں انتہائی شاندار کھیل پیش کر کے پاکیشیا کو کافرستان اور کرکٹ کی دنیا میں بدنام ہونے سے بچا لیا تھا۔ وہ سب ستائشی نظروں سے عمران کی جانب دیکھ رہے تھے۔ عمران واقعی ہرفن مولا تھا وہ پاکیشیا کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ ایک جاسوس ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے جس طرح گراؤنڈ میں جا کر ماہر بیٹسمینوں جیسا کردار ادا کیا تھا اسے دیکھ کر وہ سب عمران کی خدا داد صلاحیتوں کے اور زیادہ معترف ہو گئے۔

چیف نے انہیں تفصیلات بتا کر اور عمران کو جیت کی مبارکباد دے کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔ اب وہ سب عمران کی طرف دیکھ رہے تھے جو آنکھیں بند کئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے یوں سو رہا تھا جیسے وہ بری طرح سے تھکا ہوا ہو اور اب ساری رات یہیں

پڑا سوتا رہے گا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے کرکٹ کے میدان میں جس کھیل کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھ کر ہمارے سر اور زیادہ فخر سے بلند ہو گئے ہیں۔ آپ واقعی انتہائی جینئیس ہیں۔ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ کچھ بھی“...... صفدر نے مسکراتے ہوئے اور عمران کی جانب تحسین بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کچھ بھی“...... عمران نے اچانک آنکھیں کھول کر کہا تو وہ سب بے اختیار مسکرا دیئے۔ عمران کے اس طرح سے آنکھیں کھولنے کا مطلب تھا کہ وہ سونے کی اداکاری کر رہا تھا۔

”ہاں تم واقعی خدا داد صلاحیتوں کے مالک ہو۔ ملک و قوم کے لئے تم واقعی کچھ بھی کر سکتے ہو۔ مجھے بھی تم پر فخر ہے“...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ میں وہ بھی کر سکتا ہوں“...... عمران نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے رک رک کر کہا۔

”وہ بھی۔ وہ بھی سے تمہاری کیا مراد ہے“...... جولیا نے حیران ہو کر کہا جیسے اسے عمران کی بات کا مطلب سمجھ میں نہ آیا ہو جبکہ باقی سب عمران کی بات کا مطلب سمجھ کر بے اختیار مسکرا دیئے تھے۔ ان میں تنویر شامل نہیں تھا۔ وہ بدستور برن یونٹ میں زیر علاج تھا اسی طرح سلیمان اور ٹائیگر بھی ابھی تک ہسپتال میں ہی موجود تھے۔

"وہ۔ وہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے وہ"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"کیا وہ وہ۔ تم ہکلا کیوں رہے ہو۔ سیدھی طرح سے بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو"...... جولیا نے اسے گھور کر پوچھا۔

"وہ وہ۔ صص۔ صص۔ صفدر تم بتا دو نا۔ مجھے کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے"...... عمران نے بڑے معصومانہ انداز میں صفدر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"شرم۔ کیا مطلب"...... جولیا نے چونک کر کہا۔

"شرم والی ہی تو بات ہے۔ میں کنوارہ ہوں اور ہونے والا دولہا پھر میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ میں تم سے وہ بھی کر سکتا ہوں۔ مطلب شش۔ شش۔ شش۔ شادی"...... عمران نے جان بوجھ کر شادی کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ بولو کب لاؤ گے بارات"۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا جواب سن کر عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا جبکہ ممبران اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر ہنسنا شروع ہو گئے تھے۔

"اب کیا ہوا۔ جواب دو اب۔ کب لا رہے ہو بارات"۔ جولیا نے اسی طرح مسکراتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور عمران دیدے گھما کر رہ گیا۔

"مم مم۔ میرا دماغ ابھی میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ کانتی لال کا باؤنس ابھی تک میرے دماغ میں دھماکے کر رہا ہے۔ مم۔ مم میں پہلے اپنا دماغ ٹھیک کرا لوں پھر تمہیں بتاؤں گا اور ابھی میرا رقیب رو سفید بھی تو ہسپتال میں ہے جب تک وہ آ کر مجھے اجازت نہیں دے دیتا تب تک میں بھلا ایسا کیسے سوچ سکتا ہوں۔ اگر میں نے اس کی غیر موجودگی میں ایسا کر لیا تو اس بار تو اس نے میری جان بچا لی تھی اگلی بار وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے شوٹ کر دے گا اس لئے میں۔ میں۔ اب میں کیا کہوں"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اور غڑاپ سے باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے کمرہ ممبران کے تیز اور کھلکھلاتے ہوئے قہقہوں سے بری طرح سے گونج اٹھا۔

ختم شد